معروف مایۂ ناز رسالہ "التعالم وأثره على الفكر والكتاب" کا اردو ترجمہ بنام

علمی و دعوتی خیانت
اور فکر و تحریر پر اس کے اثرات

تالیف

فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ

(سابق رکن کبار علماء بورڈ و ممبر دائمی کمیٹی برائے افتاء)

ترجمہ

ابو عبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

(شارجہ، متحدہ عرب امارات)

صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

معروف مایہ ناز رسالہ ”التعالم وأثره على الفكر والكتاب“ کا اردو ترجمہ بنام

علمی ودعوتی خیانت

اور فکر وتحریر پر اس کے اثرات

تالیف

فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ

(سابق رکن کبار علماء بورڈ وممبر دائمی کمیٹی برائے افتاء)

ترجمہ

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

تقدیم

فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

(شارجہ، متحدہ عرب امارات)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

نام کتاب	:	**علمی ودعوتی خیانت** اور فکر و تحریر پر اس کے اثرات
تالیف	:	فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ
ترجمہ	:	ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
تقدیم	:	فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ متحدہ عرب امارات)
سنہ اشاعت	:	رمضان 1444ھ مطابق اپریل 2023ء
تعداد	:	دو ہزار
ایڈیشن	:	اول
صفحات	:	240
قیمت	:	
ناشر	:	شعبۂ نشر و اشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی، 14-15، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070 ٹیلیفون: 9892255244
- جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی، فون: 225071 / 226526
- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709، فون: 02356-264455

فہرست مضامین

❀❀❀❀❀

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله النبي الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

یہ اہم رسالہ جو **"علمی ودعوتی خیانت اور فکر وتحریر پر اس کے اثرات"** کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے عالم اسلام کی عظیم علمی ومنہجی شخصیت علامہ ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ کی مشہور اہم کتاب **"التعالم وأثره على الفكر والكتاب"** کا ترجمہ ہے، اردو داں طبقہ اس رسالہ کے موضوع سے متعلق علمی، اصولی اور بنیادی معلومات سے استفادہ کر سکے، اس کی اہمیت کے پیش نظر جماعت کے مشہور مترجم ومولف اور داعی شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے کتاب کا ایک مستند ترجمہ پیش کر دیا ہے، وقت کا اہم تقاضہ دیکھ کر اسے جمعیت کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع کیا جا رہا ہے۔

علم ودعوت کے میدان میں ایسے لوگوں کا اپنے آپ کو نمایاں کر کے پیش کرنا جو اس کے اہل نہیں ہیں، درحقیقت اس عظیم، مقدس اور نبوی عمل کے ساتھ خیانت ہے، دوسری طرف انہیں اس منصب کے لئے قبول کرنا گمراہی اور گمراہ گری کے لئے راہ ہموار کرنے کی لاشعوری کوشش ہے۔ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴿٣٦﴾﴾ [الاسراء:۳۶]۔

اور **"إذا وُسِّدَ الأمْرُ إلى غيرِ أهْلِهِ فانْتَظِرِ السّاعَةَ"** [بخاری:۵۹] جیسے نصوص میں اس عمل کی سنگینی اور مسئولیت سے خبردار کیا گیا ہے۔ اسی طرح کے نصوص، ہدایات اور

اصولوں کو سامنے رکھ کر سلف سے خلف تک اہل علم ورثۃ الأنبیاء نے امت کو آگاہ وخبردار کیا ہے، یعنی ہر دور میں علماء نے اپنی زبان وقلم اور علم وعمل سے حسب تقاضہ اپنی ذمہ داریوں کو بھرپور ادا کیا ہے کہ نااہلوں سے علمِ دین نہ حاصل کریں۔ فرحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

آج جب یہ فتنہ عام ہوتا جارہا ہے اور ایک طبقہ علمی بے مائیگی کے باوجود علم ودعوت کی راہ پر شتر بے مہار کی طرح بڑھتا جارہا ہے، پھر اسی طبقہ کو اصل داعی ہونے کا گمان رہتا ہے تو ایسے طبقے اور امت کو صحیح موقف سے آگاہ کرنا وقت کی بڑی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے سلف اور علماء حق کا بنیادی کردار رہا ہے، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی بھی اسے وقت کا ایک فریضہ سمجھ کر احقاق حق کے لئے **"التعالم وأثره على الفكر والكتاب"** کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے۔

امید قوی ہے کہ اس اہم اصولی اور رہنما کتاب سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا، لاعلمی میں حدوں سے پھلانگنے والے لوگ اپنی حدوں میں کام کریں گے، اپنے ہادی سے سوال کریں گے کیونکہ ہدایت وتوفیق کے متلاشیوں کو اللہ محروم نہیں رکھتا۔ ﴿وَيَهْدِيٓ إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ﴾ [الشوریٰ: ۱۳]۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف رحمہ اللہ، مترجم، تمام معاونین اور جملہ اراکین صوبائی جمعیت کی کوششوں کو قبول فرمائے، آمین۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

۱۱ر رمضان ۱۴۴۴ھ
مطابق ۳ر اپریل ۲۰۲۳ء
(ممبئی)

خادم
جماعت وجمعیت
عبدالسلام سلفی

مقدمہ

(از: فضیلۃ الشیخ ظفرالحسن مدنی حفظہ اللہ - شارجہ متحدہ عرب امارات)

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۲] ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء: ۱] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۷۰﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: ۷۰-۷۱]، أما بعد:

دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت، اصلاح وارشاد اور امر بالمعروف والنھی عن المنکر ضروریات دین میں سے ہیں، جن کے کچھ اصول وضوابط اور آداب وشرائط اسلام نے مقرر کئے ہیں، جن کی پابندی کرنا اور ان کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے، اور وہ اصول وضوابط کتاب وسنت میں موجود ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي

وَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ﴿١٠٨﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔

﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ [النحل:۱۲۵]۔

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے، یقینا آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے پورا واقف ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت اور اصلاح وارشاد کے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں کہ داعی اور مبلغ میں علم وحکمت، اور دین کا فہم وبصیرت ہونی چاہئے اسی طرح اس میں جدال احسن اور موعظہ حسنہ کی صلاحیت ومہارت ہونی چاہئے تا کہ وہ سچا داعی بن سکے، اور اپنی دعوت میں کامیاب ہو، انبیاء علیہم السلام اور اسلاف امت کا صحیح وارث بن جائے، جیسے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ:

﴿قُلۡ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ وَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ﴿١٠٨﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

ہر شخص جو داعی اور مبلغ بننا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ میدان دعوت وخطابت میں قدم رکھنے سے پہلے علم حاصل کرے اور دعوت وتبلیغ جیسے فریضہ کے آداب واحکام اور شرائط کو سیکھ لے تا کہ دعوت علی وجہ البصیرۃ ہو، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمیشہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے ان آداب وشرائط کا لحاظ نہیں رکھا

اور علم وحکمت حاصل کئے بغیر اپنی ذاتی معلومات اور مطالعہ پر اکتفا کیا اور داعی اسلام بن کر میدان خطابت ودعوت میں اتر آئے، اور تھوڑے عرصہ بعد دعوت وتبلیغ کے بعد منصب افتاء پر بھی جا بیٹھے اور فتوی بازی بھی کرنے لگے اور مشہور مثل **"نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملا خطرۂ ایمان"** اور رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی **"اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا"** کے مصداق بن گئے ۔

آج کے اس دور فتن میں کچھ زیادہ ہی ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو متعالم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے (جو معمولی علم پر اپنی خوش فہمی اور اپنے ارد گرد عوام کی بھیڑ بھاڑ کو دیکھ کر بڑے علم کے دعویدار اور داعی اسلام، خطیب ومفتی بن گئے ہیں) ایسے لوگوں کو چاہئے تھا کہ پہلے کسی مستند ربانی عالم کے پاس بیٹھ کر علوم شریعہ اور تفقہ فی الدین حاصل کرتے پھر داعی بنتے جیسے کہ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾﴾ [التوبۃ: ۱۲۲]۔

اور مسلمانوں کو یہ نہیں چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، بلکہ ان کو چاہئے کہ بڑی جماعت (بڑے علاقے اور قبیلہ) سے کچھ لوگ نکل جاتے تا کہ وہ تفقہ فی الدین (علم دین) حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم اور وطن کے لوگوں کو ڈرائیں تا کہ وہ ڈر جائیں (یعنی علم دین سیکھ کر اپنے وطن واپس آ کر لوگوں کو دعوت وتبلیغ کریں) وہ لوگ بھی اللہ تعالی سے خوف کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے پہلے علم حاصل کرنے اور تفقہ فی الدین کا حکم دیا، پھر اس کے بعد دعوت وتبلیغ کا، کیونکہ بغیر علم وتفقہ کے دعوت وتبلیغ اسلام اور مسلم معاشرہ کے لیے

نقصان دہ ہوتی ہے، اسی لئے بغیر علم وحکمت اور تفقہ فی الدین کے دعوت دینے والے کے لئے شدید وعید ومذمت بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾﴾ [الأعراف: ۳۳]۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے چند چیزوں کی حرمت کا اعلان کیا ہے:

1. ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ظاہری و باطنی ہر قسم کے فواحش کی حرمت کا اعلان کیا ہے۔
2. ﴿وَالْإِثْمَ﴾
3. ﴿وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾
4. ﴿وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا﴾
5. ﴿وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

اللہ تعالیٰ کی طرف دین کے نام پر ایسی باتیں منسوب کرے اور لوگوں کو وہ باتیں بتائے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا ہے اور دین اسلام کے نام پر بلا علم فتویٰ بازی کرے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ، وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ

بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ''۔ [1]

جس شخص کو بغیر علم کے فتوی دیا جاتا ہے اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہوتا ہے، اور جس شخص نے اپنے بھائی کو بھلائی کی بات جانتے ہوئے غلط مشورہ دیا، اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کیا۔

ایک پیشین گوئی:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

''إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ: كَثِيرٌ فُقَهَاؤُهُ، قَلِيلٌ خُطَبَاؤُهُ، قَلِيلٌ سُؤَّالُهُ، كَثِيرٌ مُعْطُوهُ، الْعَمَلُ فِيهِ قَائِدٌ لِلْهَوَى. وَسَيَأْتِي مِنْ بَعْدِكُمْ زَمَانٌ: قَلِيلٌ فُقَهَاؤُهُ، كَثِيرٌ خُطَبَاؤُهُ، كَثِيرٌ سُؤَّالُهُ، قَلِيلٌ مُعْطُوهُ، الْهَوَى فِيهِ قَائِدٌ لِلْعَمَلِ، اعْلَمُوا أَنَّ حُسْنَ الْهَدْيِ، فِي آخِرِ الزَّمَانِ، خَيْرٌ مِنْ بَعْضِ الْعَمَلِ''۔ [2]

بیشک تم لوگ ابھی ایک ایسے زمانے میں زندگی گزار رہے ہو جس میں (علماء وفقہاء) دین کی سمجھ اور علم رکھنے والے بڑی تعداد میں موجود ہیں، اور خطابت اور تقریر کرنے والے کم ہیں، سوال کرنے والے کم ہیں اور دینے والے زیادہ ہیں، اس وقت ہر شخص کی خواہشات اس کے عمل کے تابع ہوتی ہے، مگر اس کے بعد عنقریب ایسا زمانہ تم پر آئے گا جس میں خطاب وتقریر کرنے والے بہت ہوں گے (مگر کم علم اور خطابت ودعوت کے اہل نہیں ہوں گے) اور علم وحکمت اور فقہ وبصیرت رکھنے والے بہت کم ہوں گے، سوال

---

[1] ابوداود: ٣٦٥٧، وابن ماجہ: ٥٣، والدارمی، حسنہ الالبانی، ہدایۃ الرواۃ، (١/ ١٦١)۔

[2] البخاری فی الأدب المفرد، رقم ٧٨٩، باب الهدی والسمت الحسن ص: ٢٧٤، والدارمی، وعبد الرزاق فی المصنف: ٣٧٨٧، والطبرانی فی الکبیر: ٨٥٦٧، وابو خیثمہ فی العلم مختصرا، والہیثمی، والحافظ ابن حجر؛ علامہ آلبانی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، المجمع، الفتح: ١٠/ ٥١٠، والتعلیق علی الأدب المفرد، والصحیحۃ، رقم: ٢٠٥٣۔

کرنے والے بہت ہوں گے مگر دینے والے بہت کم ہوں گے اور اس زمانے میں اعمال خواہشات کے تابع ہوں گے، اچھی طرح جان لو اس زمانے میں ہدی صالح اور سمت حسن اختیار کرنا بہت سے اعمال صالحہ سے زیادہ باعث اجر وثواب ہوگا۔

علقمہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَبِسَتْكُمْ فِتْنَةٌ يَهْرَمُ فِيهَا الْكَبِيرُ وَيَرْبُو فِيهَا الصَّغِيرُ، إِذَا تُرِكَ مِنْهَا شَيْءٌ قِيلَ: تُرِكَتِ السُّنَّةُ"، قَالُوا: وَمَتَى ذَلِكَ؟ قَالَ: إِذَا ذَهَبَتْ عُلَمَاؤُكُمْ، وَكَثُرَتْ قُرَّاؤُكُمْ، وَقَلَّتْ فُقَهَاؤُكُمْ، وَكَثُرَتْ أُمَرَاؤُكُمْ، وَقَلَّتْ أُمَنَاؤُكُمْ، وَالْتُمِسَتِ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ، وَتُفُقِّهَ لِغَيْرِ الدِّينِ"۔ [1]

اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ فتنے چاروں طرف سے تم کو گھیر لیں گے، فتنے اس قدر پھیل جائیں گے کہ بڑے لوگ اسی میں بوڑھے ہوں گے، اور چھوٹے اسی میں جوان ہوں گے، اگر کوئی شخص فتنے کی کوئی ایک بات چھوڑ دے گا تو لوگ کہیں گے سنت چھوڑ دی گئی، لوگوں نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن یہ کب ہوگا؟ انھوں نے فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمہارے علماء ختم ہو جائیں، اور جہلاء زیادہ ہو جائیں (وہی علماء کا منصب اپنا کر دعوت وتبلیغ کرنے اور فتوی دینے لگیں)، قراء زیادہ ہو جائیں، اور فقہاء (دین کی فہم وسمجھ) رکھنے والے کم ہو جائیں، اُمراء زیادہ ہو جائیں اور امانت دار کم ہو جائیں، اور دینی اور اخروی اعمال کو اجر وثواب کے بجائے دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیں، اسی طرح دین سیکھنے اور سکھانے کو نظر انداز کر کے ساری کوششیں دنیاوی علوم حاصل کرنے کے لئے کی جائیں۔

ام الفضل رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق روایت کرتی ہیں کہ:

"أَنَّهُ قام ليلةً بمكةَ من الليلِ فقال: اللهمَّ هل بلَّغتُ؟ (ثلاثَ مراتٍ)

---

[1] عبدالرزاق فی المصنف، والدارمی ۱/ ٦٤، والحاکم، وصحیح الترغیب: ۱/ ۱۵۵)۔

فقام عمرُ بنُ الخطابِ وكان أوَّاهًا، فقال: اللهمَّ نعم، وحرَّضت، وجهدت، ونصحت، فقال: ليَظهرَنَّ الإيمانُ حتى يُرَدَّ الكفرُ إلى مواطنِه، ولتُخاضنَّ البحارُ بالإسلامِ، وليأتيَنَّ على الناسِ زمانٌ يتعلمون فيه القرآنَ، يتعلَّمونَه ويقرؤونَه، ثم يقولون: قد قرأنا و عَلِمنا، فمن ذا الذي هو خيرٌ منا؟ فهل في أولِئك من خيرٍ؟ قالوا: يا رسولَ اللهِ من أولئِك؟ قال: أولئِك منكم، وأولئك هم وَقودُ النارِ''۔ [1]

ایک دن مکہ میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ فرمایا: ''اللهمَّ هَلْ بلَّغْتُ؟'' یا اللہ کیا میں نے آپ کا پیغام لوگوں تک پہنچا نہیں دیا؟ یہ سن کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو کہ بڑے آہ و بکاء اور بہت خوف وخشیت والے تھے انھوں نے فرمایا: ''اللهمَّ نعم، وحرَّضت، وجهدت، ونصحت'' اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نے پیغام ہم تک پورا پورا پہنچا دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ليَظهرَنَّ الإيمانُ حتى يُرَدَّ الكفرُ إلى مواطنِه، ولتُخاضنَّ البحارُ بالإسلامِ، وليأتيَنَّ على الناسِ زمانٌ يتعلمون فيه القرآنَ، يتعلَّمونَه ويقرؤونَه، ثم يقولون: قد قرأنا وعَلِمنا، فمن ذا الذي هو خيرٌ منا؟ فهل في أولِئك من خيرٍ؟

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ایمان اس قدر دنیا میں غالب آجائے گا کہ کفر اپنے ٹھکانے لگ جائے گا، اور اسلام سمندر پار کر کے چاروں طرف دنیا بھر میں عام ہوجائے گا، اور میری امت پر ایک وقت ایسا بھی ضرور آئے گا کہ جس میں کچھ لوگ

---

[1] (الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن، صحیح الترغیب: ١/ ١٦٧)۔

قرآن سیکھیں گے، خوب سیکھیں گے اور خوب پڑھیں گے اور پڑھائیں گے، اور کہیں گے کہ ہم نے خوب سیکھا سکھایا، ہم سے اچھا عالم کون ہے؟ ہم سے زیادہ قرآن اور دین کا علم رکھنے والا کون ہے؟ صحابہ نے پوچھا کہ: ''يا رسولَ اللهِ من أولئِك؟'' وہ لوگ کون ہوں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أولئِك منكم، وأولئك هم وَقودُ النارِ'' وہ تم میں سے ہوں گے، اور وہ جہنم کے ایندھن ہوں گے۔

قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ معمولی قسم کے لوگوں اور اہل بدعات ومحدثات سے علم حاصل کیا جائے:

ابو امیہ جمحی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْأَصَاغِرِ''۔ [1]

قیامت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ لوگ اصاغر (چھوٹوں) سے علم حاصل کرنے لگیں۔

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

''أَلَا إِنَّ أَصْدَقَ الْقِيلِ قِيلُ اللَّهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، أَلَا إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ عَنْ أَكَابِرِهِمْ''۔ [2]

خبر دار! یاد رکھو، سب سے اچھی بات اللہ تعالی کی ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بدترین عمل بدعات ومحدثات ہیں، یاد رکھو لوگ برابر خیر وبرکت اور رشد وہدایت پر قائم رہیں گے جب تک کہ اکابر سے علم لیتے رہیں گے

---

[1] ابن المبارک فی الزہد: ٦١، وعنہ أبو عمرو الدانی فی الفتن: ٢ / ٦٢، والطبرانی فی الکبیر والأوسط، والہروی فی ذم الکلام، والحافظ عبد الغنی المقدسی فی العلم، وابن مندة فی المعرفة، واللالکائی فی أصول اعتقاد اہل السنة: ١ / ١٠٢، والجامع لابن عبد البر: ١ / ٤٩٦٤٩٥)۔

[2] جامع بیان العلم وفضلہ: ۱ / ۴۹۷-۴۹۸۔

(بڑوں کو چھوڑ کر چھوٹوں سے علم نہیں لیں گے)۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے تھے کہ:

”قَدْ عَلِمْتُ مَتَى صَلَاحُ النَّاسِ وَمَتَى فَسَادُهُمْ، إِذَا جَاءَ الْفِقْهُ مِنْ قِبَلِ الصَّغِيرِ اسْتَعْصَى عَلَيْهِ الْكَبِيرُ، وَإِذَا جَاءَ الْفِقْهُ مِنْ قِبَلِ الْكَبِيرِ تَابَعَهُ الصَّغِيرُ فَاهْتَدَيَا“۔ [1]

مجھے خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ لوگوں کی اصلاح اور ان میں بگاڑ وفساد کب اور کیسے پیدا ہوتا ہے، جب لوگوں کو علم بڑوں سے حاصل ہو اور چھوٹے لوگ اپنے بڑوں کی باتوں پر عمل کریں تو چھوٹے بڑے سب لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے، اور صراط مستقیم پر قائم رہتے ہیں، مگر جب لوگوں کے پاس علم بڑوں سے آئے مگر چھوٹے اس کی مخالفت کریں تو لوگوں میں ہر قسم کا بگاڑ وفساد پھیل جاتا ہے۔

سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

”لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا بَقِيَ ٱلْأَوَّلُ حَتَّى يَتعلَّمَ ٱلآخِرُ فَإِذَا هَلَكَ ٱلْأَوَّلُ قَبْلَ أَنْ يَتَعَلَّمَ ٱلآخِرُ هَلَكَ النَّاسُ“۔ [2]

لوگ برابر اس وقت تک خیر وبرکت اور صراط مستقیم پر رہیں گے جب تک کہ اپنے سے پہلے لوگوں سے علم کے سیکھنے سکھانے کا سلسلہ جاری رہے گا، اور اگر اپنے سے پہلے اور بڑوں سے علم سیکھنے اور سکھانے سے پہلے وفات پا گئے تو لوگ ہلاک وبرباد ہو جائیں گے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

”لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ عُلَمَائِهِمْ وَكُبَرَائِهِمْ وَذَوِي أَسْنَانِهِمْ،

[1] جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/ ۴۹۷-۴۹۸۔

[2] سنن الدارمی: ۱/ ۷۸۔

فَإِذَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ عَنْ صِغَارِهِمْ وَسُفَهَائِهِمْ فَقَدْ هَلَكُوا''۔

اور ایک روایت میں ہے:

''لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَخَذُوا الْعِلْمَ عَنْ أَكَابِرِهِمْ، فَإِذَا أَخَذُوهُ عَنْ أَصَاغِرِهِمْ، وَشِرَارِهِمْ هَلَكُوا''۔ [1]

اور یہ بھی فرماتے تھے کہ:

''إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا دَامَ الْعِلْمُ فِي كِبَارِكُمْ فَإِذَا كَانَ الْعِلْمُ فِي صِغَارِكُمْ سَفَّهَ الصَّغِيرُ الْكَبِيرَ''۔ [2]

اصاغر سے مراد:

ان احادیث اور آثار میں جو''اصاغر'' سے علم حاصل کرنے کو امت کی ہلاکت وتباہی اور ضلالت وگمراہی کا سبب بتایا گیا ہے، تو اصاغر (چھوٹوں) سے مراد کے بارے میں امام ابن المبارک رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ: اصاغر سے مراد''اہل الرأی، عقل پرست اور اہل بدعات ومحدثات'' ہیں۔ [3]

ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اصاغر سے مراد یہ ہے کہ:''أَنْ يُؤْخَذَ الْعِلْمُ عَمَّنْ كَانَ بَعْدَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَذَاكَ أَخْذُ الْعِلْمِ عَنِ الْأَصَاغِرِ''۔

اصاغر سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دین کی جو تشریح اور کتاب وسنت کا جو معنی ومفہوم بیان کر دیا ہے اس کو قبول کرنے کے بجائے اہل بدعات ومحدثات اور علم کے دعویدار جو معنی بیان کرتے ہیں لوگ اس کو قبول کریں۔

---

[1] الحلیۃ: ۸/ ۴۹، والجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۴۹۸-۴۹۹۔

[2] الجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۴۹۹۔

[3] الجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۴۹۶۔

اس کی تائید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اقوال سے ہوتی ہے، جیسے کہ ذیل میں ذکر کئے ہوئے آثار سے واضح ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

’’لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَمِنْ أَكَابِرِهِمْ، فَإِذَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ مِنْ قِبَلِ أَصَاغِرِهِمْ فَذَلِكَ حِينَ هَلَكُوا‘‘۔ [1]

امام شعبی رحمہ اللہ کہتے تھے کہ:

’’مَا حَدَّثُوكَ عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَشُدَّ عَلَيْهِ يَدَكَ وَمَا حَدَّثُوكَ مِنْ رَأْيِهِمْ فَبُلْ عَلَيْهِ‘‘۔ [2]

امام الاوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

’’علماء ربانی کو بڑا کہا جاتا ہے، گرچہ وہ عمر میں چھوٹا ہی ہو، ناقص العلم اور اہل بدعات ومحدثات کو اصاغر (چھوٹا) کہا جاتا ہے، گرچہ عمر میں بڑا ہو‘‘۔

نیز کہتے تھے: ’’الْعِلْمُ مَا جَاءَ عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَا لَمْ يَجِئْ عَنْ وَاحِدٍ، مِنْهُمْ فَلَيْسَ بِعِلْمٍ‘‘۔ [3]

بعض اہل علم نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ:

’’الَّذِي يُسْتَفْتَى وَلَا عِلْمَ عِنْدَهُ وَأَنَّ الْكَبِيرَ هُوَ الْعَالِمُ فِي أَيِّ سِنٍّ كَانَ‘‘۔ [4]

اسی طرح اور لوگوں نے کہا کہ:

---

[1] الجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۴۹۹۔

[2] الجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۴۹۹۔

[3] الجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۵۰۰۔

[4] الجامع لابن عبدالبر: ۱/ ۴۹۹۔

”الْجَاهِلُ صَغِيرٌ وَإِنْ كَانَ شَيْخًا، وَالْعَالِمُ كَبِيرٌ وَإِنْ كَانَ حَدَثًا“۔

متعالمین اور فتوی بازی:

علم کے دعویدار فتوی بازی میں بھی بڑے پیش پیش رہتے ہیں، حالانکہ بغیر علم کے فتوی بازی موجب بربادی اور ہلاکت ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

”إِنَّ مَنْ يُفْتِي النَّاسَ فِي كُلِّ مَا يَسْتَفْتُونَهُ لَمَجْنُونٌ“۔ [1]

طلبۃ العلم کو ایک مخلصانہ نصیحت:

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے تھے کہ:

”كَانُوا لَا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ، ثُمَّ سَأَلُوا بَعْدُ لِيَعْرِفُوا مَنْ كَانَ صَاحِبَ سُنَّةٍ أَخَذُوا عَنْهُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبَ سُنَّةٍ، لَمْ يَأْخُذُوا عَنْهُ“۔ [2]

اسی طرح لوگوں سے فرماتے تھے کہ:

”إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ، دِينٌ، فَلْيَنْظُرِ الرَّجُلُ عَمَّنْ يَأْخُذُ دِينَهُ“۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ:

”لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ، فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ، قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ، وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ“۔

امام ابراہیم النخعی رحمہ اللہ کہتے تھے کہ:

---

1. سنن الدارمی: ۱/ ۶۱۔
2. سنن الدارمی: ۱/ ۱۱۲۔
3. سنن الدارمی: ۱/ ۱۱۲۔

”كَانُوا إِذَا أَتوا الرَّجُلَ لِيَأْخُذُوا عَنْهُ نَظَرُوا إِلَى صَلَاتِهِ وَإِلَى سُنَّتِهِ وَإِلَى هَيْئَتِهِ ثُمَّ يَأْخُذُونَ عَنْهُ“۔ [1]

امام ابو العالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

”كُنَّا نَأْتِي الرَّجُلَ، لِنَأْخُذَ عَنْهُ، فَنَنْظُرُ إِذَا صَلَّى، فَإِنْ أَحْسَنَهَا، جَلَسْنَا إِلَيْهِ، وَقُلْنَا: هُوَ لِغَيْرِهَا أَحْسَنُ. وَإِنْ أَسَاءَهَا، قُمْنَا عَنْهُ، وَقُلْنَا: هُوَ لِغَيْرِهَا أَسْوَأُ“۔ [2]

بغیر علم وحکمت کی دعوت کے نقصانات:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا“۔ [3]

اللہ تعالی علم کو نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے، بلکہ اس طرح چھیننے گا کہ اللہ تعالی پختہ کار علماء کو موت دے دے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہ جائے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار اور مفتی بنالیں گے اور انہی سے سوال کریں گے، اور انہی سے فتاوی پوچھیں گے، وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے جس سے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

بغیر علم اور حکمت وبصیرت کے دعوت وتبلیغ اور فتوی بازی کرنا جرم عظیم ہے، جس سے کتاب وسنت نے منع کیا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

---

[1] مسلم فی المقدمہ: ۱/ ۸۴، وسنن الدارمی: ۱/ ۱۱۲-۱۱۳۔

[2] سنن الدارمی: ۱/ ۱۱۳۔

[3] صحیح البخاری: ۱۰۰۔

﴿قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ۝٣٣﴾ [الأعراف: ۳۳]۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جوعلانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ:

﴿قُلۡ مَآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٖ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُتَكَلِّفِينَ ۝٨٦﴾ [ص: ۸۶].

آپ فرما دیجئے کہ میں تم لوگوں سے اس پر کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

"مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ: اللهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِمَا لَا يَعْلَمُ: اللهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ اللهَ قَالَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ: ﴿قُلۡ مَآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٖ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُتَكَلِّفِينَ ۝٨٦﴾ [ص: ۸۶].

جسے کسی چیز کا علم ہو وہ اُسے کہے، اور جسے کسی بات کا علم نہ ہو تو اس کو کہہ دینا چاہئے "الله أعلم" یہ کہنا بھی علم ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ:

﴿قُلۡ مَآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٖ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُتَكَلِّفِينَ ۝٨٦﴾ [ص: ۸۶]۔ [1]

اہل علم وحکمت اور ہمارے اسلاف ہمیشہ ایسے نام نہاد داعی ومبلغ اور فتوی بازی کرنے

[1] صحیح البخاری فی التفسیر، باب وما أنا من المتكلفين، ومسلم فی صفات المنافقين۔

والوں کو ''الدین النصیحۃ'' کے تحت اپنی زبان وقلم سے نصیحت کرتے رہے ہیں، اور اس کے برے نتائج سے آگاہ کرتے رہے ہیں، اور اس سلسلہ میں بہت سے اسلاف نے مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

ابھی دورحاضر میں جب یہ فتنہ زور پکڑا تو علماء حق نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے متعدد کتب ورسائل تصنیف وتالیف کرکے عوام وخواص کو اس فتنے سے متنبہ کیا، اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر انجام دیا، جن میں علامہ الشیخ الدکتور بکر بن عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ نے ایک کتاب بنام ''**التعالم وأثرہ علی الفکر والکتاب**'' لکھی۔ چونکہ یہ اہم کتاب عربی زبان میں تھی، اردو زبان کے لوگ اس سے مستفید نہیں ہوسکتے تھے، اس لئے اس کی افادیت وضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت کے مشہور عالم اور مترجم، مؤلف و داعی اور مبلغ عزیزم فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اردو ترجمہ کیا، جس پر موصوف ہم سب کے شکروتقدیر کے مستحق ہیں اور اِن شاء اللہ عند اللہ ماجور ہوں گے۔

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ اس کتاب کو امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے شائع کررہے ہیں، جس پر محترم اور سارے اراکین جمعیت شکر کے مستحق ہیں، ہماری دعا ہے کہ شیخ محترم کی ساری دینی خدمات کو اللہ تعالی شرف قبولیت بخشے اور انہیں صحت وعافیت اور اپنے امن وامان میں رکھے اور مزید دینی وملی خدمات لیتا رہے۔

کتبہ

ظفر الحسن مدنی

۴ / رمضان/ ۱۴۴۴ھ

(متحدہ عرب امارات)

عرض مترجم

”تَعَالُم“ دراصل لاعلمی، کم مائیگی، بے بضاعتی اور نااہلی کے باوجود علم کا دعویٰ کرنے یا علم ومعرفت کے اظہار کا نام ہے، یہاں اس سے اللہ کے دین وشریعت میں خیانت مقصود ہے۔ اور ایسا کرنے والے کو ”متعالم“ کہتے ہیں۔ [1]

تعالم کا یہ مرض یوں تو ہر دور میں رہا ہے لیکن عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کے سبب علم کے اسباب ووسائل کی فراہمی کے نتیجہ میں، نیز مادیت پرستی، ریاکاری، شہرت طلبی، نام ونمود، عوامی مقبولیت اور دنیوی مفادات کے حصول کی خاطر اس کا رجحان کچھ زیادہ ہی بڑھ چکا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَآ أَتَوا۟ وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا۟ بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا۟ فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ ٱلْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾﴾

[آل عمران:۱۸۸]۔

وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انہوں نے نہیں کیا اس پر بھی ان کی تعریفیں کی جائیں آپ انہیں عذاب سے چھٹکارا میں نہ سمجھئے ان کے

---

[1] دیکھئے: معجم اللغة العربية المعاصرة، ۲/۱۵۴۱/۲۴۴۶/۳۴۴۶، ومعجم الصواب اللغوی، ۱/۲۳۹، والمعجم الوسیط، ۲/ ۶۲۴، ومعجم الغنی الزاہر ”تعالم“۔

لئے تو دردناک عذاب ہے۔

تعالم کے مذکورہ فسادات کے ساتھ اس کا سب سے بڑا شر وفساد یہ ہے کہ یہ ''القول علی اللہ بغیر علم'' کے بدترین جرم کا پیش خیمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جدید وسائل ابلاغ کے اس دور میں تعالم کے فتنے روز افزوں ہیں، چنانچہ آئے دن منصب علم پر شبخون مارنے والے ڈاکٹروں، انجینئروں، وکیلوں اور ان جیسے دیگر دخلاء اور گھس پیٹھیوں کی شکل میں جاہل مقررین، مفتیان، عقیدہ ومنہج، حلال وحرام، فقہ ومسائل، جدید پیش آمدہ نوازل وغیرہ میں امت کی رہنمائی کرنے والے ''برادرز'' اور ''سسٹرز'' کی اذیت ناک کارستانیاں اہل علم وفضل کے قلوب واذہان کو تکلیف پہنچاتی رہتی ہیں!!

جبکہ اللہ عزوجل نے کسی مسئلہ میں بلا علم پڑنے سے منع کیا ہے اور اس کے خطرناک انجام سے آگاہ کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴿٣٦﴾﴾ [الاسراء:۳۶]۔

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں سے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی:

''إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْأَصَاغِرِ''۔[1]

---

[1] شرح أصول اعتقاد أہل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/ ۹۵، حدیث: ۲۰۲، ومعجم کبیر، از طبرانی، ۲۲/ ۳۶۱، حدیث: ۹۰۸، ومعجم اوسط، از طبرانی، ۸/ ۱۱۶، حدیث: ۸۱۴۰، والجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، ۱/ ۱۳۷، حدیث: ۱۵۹۔ دیکھئے: سلسلة الأحادیث الصحیحة، از علامہ البانی، حدیث: ۶۹۵، وصحیح الجامع، حدیث: ۲۲۰۷۔

یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ علم نہایت چھوٹوں اور پست لوگوں کے یہاں تلاش کیا جائے گا۔

اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے امت کی بہی خواہی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَخَذُوا الْعِلْمَ مِنْ أَكَابِرِهِمْ، فَإِذَا أَخَذُوهُ عَنْ أَصَاغِرِهِمْ وَشِرَارِهِمْ هَلَكُوا“۔ (1)

لوگ ہمیشہ خیر وبھلائی میں رہیں گے جب تک علم اپنے اکابر (بڑوں) سے لیں گے، اور جب اُسے اپنے چھوٹوں سے اور برے لوگوں سے لیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

تعالم کے اسی مرض میں مبتلا لوگوں کے سلسلہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

”إِنَّ الَّذِي يُفْتِي النَّاسَ فِي كُلِّ مَا يُسْتَفْتَى لَمَجْنُونٌ“۔ (2)

یقیناً جو شخص لوگوں کے ہر استفتاء کا فتویٰ (ہر سوال کا جواب) دیتا ہے وہ مجنون ہے۔

زیر نظر رسالہ ”**علمی ودعوتی خیانت اور فکر وتحریر پر اس کے اثرات**“ دراصل عالم اسلام کی معروف مستند اور غیور علمی، دعوتی ومنہجی شخصیت علامہ بکر بن عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ کے وقیع علمی واصولی رسالہ ”**التعالم وأثره على الفكر والكتاب**“ کا ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ وقت کے نہایت حساس اور ضروری تقاضہ کی بابت سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، علمی ودعوتی خیانت کے فتنہ سے دوچار لوگوں کے لئے مشعل راہ ہے، اور اپنی علمی واستنادی حیثیت، نبض شناسی اور جامعیت کے اعتبار سے ممتاز، بے مثال اور غیر مسبوق رسالہ ہے، دعا ہے کہ رب ذوالجلال مولف رحمہ اللہ کو اس عظیم علمی کوشش پر اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

---

(1) جامع بیان العلم وفضلہ، ۱/ ۶۱۵-۶۱۶، نمبر: ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹۔

(2) سنن دارمی، ۱/ ۲۷۲، حدیث: ۱۷۶، محقق کتاب شیخ حسین سلیم اسد دارانی نے فرمایا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔

موجودہ دور میں اس موضوع کی اہمیت وضرورت اور رسالہ کے ''تیر بہدف'' ہونے کے سبب راقم نے اس کے ترجمہ کی بابت اللہ عزوجل سے استخارہ کیا اور اللہ کی توفیق ارزانی سے رسالہ کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، فللہ الحمد والمنۃ۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی خالص توحید وسنت اور منہج صحابہ کرام کی نشر واشاعت کی علمبردار ہے، اس کی تمام تر سرگرمیاں بالخصوص شعبۂ نشر واشاعت سے شائع ہونے والی کتابیں علمی، اصولی اور منہجی بنیادوں پر ملک وملت کے حالات وظروف اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منتخب اور شائع کی جاتی ہیں، اس رسالہ کی اشاعت بھی اسی مبارک سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اللہ عزوجل جمعیت کو ہر قسم کے داخلی وخارجی فتنوں سے محفوظ رکھے اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اپنے مشن پر مرکوز رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

کتاب کے ترجمہ میں حسب معمول کوشش یہ رہی ہے کہ الفاظ وتعبیرات سے آزاد ہوئے بغیر زبان سلیس اور رواں رہے اور مولف کے مقصود کی کماحقہ ترجمانی ہو سکے، میں اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق، غلطیوں لغزشوں سے معافی اور نفس وشیطان کے شر سے پناہ کا خواستگار ہوں۔ ساتھ ہی اللہ ذوالکرم سے پر امید ہوں کہ ان شاء اللہ یہ کتاب اردو زبان میں اپنے موضوع پر نایاب ہونے کے ساتھ تعالم کے فتنہ کو سمجھنے اور اس میں مبتلا لوگوں کو اس سے نجات دلانے میں معاون ومددگار ہوگی۔

میں اس کتاب کی اشاعت پر اللہ عزوجل کی حمد وشکر کے بعد اپنے مشفق والدین کا بے انتہا شکر گزار ہوں، بعدہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی بالخصوص اس کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کا تہ دل سے ممنون ہوں جن کے عقدی ومنہجی جذبہ خالص،

دعوتی واصلاحی فکرمندی اور حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں اس کتاب کی تیاری اور اشاعت عمل میں آئی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس پر اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

اسی طرح اس موقع پر مسلک اہل حدیث اور سلفیت کے غیور اور بیباک داعی، مشفق ومربی فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ) کا صمیم قلب سے سپاس گزار ہوں جنہوں نے اپنی حد درجہ مشغولیت اور عدیم الفرصتی کے باوجود ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کتاب پر گرانقدر علمی واصولی مقدمہ تحریر فرمایا، جو حقیقی معنوں میں کتاب کے مقدمہ کے حیثیت رکھتا ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً وتقبل جھودہ ومساعیہ، آمین۔

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص وعام کے لئے یکساں مفید بنائے اور اراکین جمعیت بالخصوص امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ اسی طرح اس کے مولف، مترجم، مقدم اور جملہ معاونین ومحسنین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

۵ / رمضان ۱۴۴۴ھ - ۲۸ / مارچ ۲۰۲۳ء

ممبرا ممبئی

اخوکم فی اللہ

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(شعبۂ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

(inayatullahmadni@gmail.com)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ مولف پہلا ایڈیشن

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جونہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے،تقویٰ شعاروں کا دوست ہے، اورتمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے، وہ خیانت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، مکاروں فریب کاروں کی کمر توڑنے والا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، اے اللہ! تو اُن پر، ان کے آل و اولاد پر، ان کے صحابہ پر اور تا قیامت ان کی سچی مخلصانہ پیروی کرنے والوں پر درود وسلام نازل فرما۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

ہم علم کے میدانوں میں بڑی مقابلہ آرائی اور کشاکش دیکھ رہے ہیں کہ کچھ لوگ علمی پختگی سے پہلے نمایاں ہونے اور سستی شہرت کے خواہاں ہیں، چنانچہ وقت سے پہلے برتری اور علم دانی کا دعویٰ کرنے لگے ہیں اور اہلیت ولیاقت سے پہلے اپنے آپ کو قابل، ماہر اور ایکسپرٹ ثابت کررہے ہیں، حالانکہ کسی نے کہا ہے: ''الْبِدَايَةُ مَزَلَّةٌ'' آغاز میں پاؤں پھسل جایا کرتے ہیں۔

اورکسی نے کہاہے: ''مِنْ أَعْظَمِ الْبَلِيَّةِ تَشَيُّخُ الصَّحِيْفَةِ''[1]۔

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم ،از ابن جماعہ الکنانی، (ص:۹۷)۔(مترجم)

کتابوں کا استاذ بن جانا ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔(یعنی استاذ سے بے نیاز ہو کر محض کتابوں سے علم حاصل کرنا)

اور امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''الْعِلْمُ نُقْطَةٌ كَثَّرَهَا الجَاهِلُونَ''[1]۔

علم ایک نقطہ ہے اسے جاہلوں نے بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔

اس جملہ کی عظیم افادیت کے پیش نظر علماء کرام رحمہم اللہ نے مستقل کتابوں میں اس کی وضاحت فرمائی ہے، ان میں سے ایک کتاب ''زیادۃ البسطۃ فی بیان العلم نقطۃ'' علامہ نابلسی (وفات: ۱۱۴۳ھ) کی ہے اور شیخ احمد جزائری رحمہ اللہ (۱۳۲۰ھ) کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے اس کی شرح فرمائی ہے۔

یہ جملہ اُسی جملہ کے ہم معنیٰ ہے جسے امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (وفات: ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں اور امام غزالی رحمہ اللہ (وفات: ۵۰۵ھ) نے ''اِحیاء علوم الدین'' میں ذکر کیا ہے:

''لَوْ سَكَتَ مَنْ لَا يَعْلَمُ لَسَقَطَ الخِلَافُ''[2]۔

---

[1] یہ کوئی حدیث نہیں ہے، بلکہ ایک بات ہے جو لوگ آپس میں کیا کرتے تھے، دیکھئے: کشف الخفاء ومزیل الالباس، از علامہ عجلونی، (۲/ ۶۷، نمبر: ۱۷۶۰)، علامہ صنعانی اسے سبل السلام (۲/ ۶۵۱) میں علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، جیسا کہ مولف نے کیا ہے۔(مترجم)

[2] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۵۸۴، فقرہ: ۹۹۹)، وکتاب فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ، از ابو حامد الغزالی (ص: ۷۴)۔نیز دیکھئے: تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، از امام مزی، (۴/ ۳۶۲)، وتاریخ دمشق، از ابن عساکر (۲۳/ ۲۸۰)، ومعجم الادباء، (بقول: شاعر کلثوم بن عمرو العتابی) (۵/ ۲۲۴۰)، وعیون الانباء فی طبقات الاطباء، (بقول: سقراط) (ص: ۷۶)۔(مترجم)

اگر ''بے علم'' خاموش رہے تو اختلاف ختم ہو جائے گا۔

یہاں اس سے مراد ''علم کے دعویدار'' (علمی و دعوتی خیانت کرنے والے) ہیں جو علم سے بے بہرہ ہو کر سو گئے' بیدار نہ ہوئے، اور علمی مرتبہ تک رسائی سے پہلے ہی علم کی فضا میں پرواز کرنے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ خیر و بھلائی کی سواریوں پر سوار ہو کر شر و فساد پھیلانے لگے، امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) کے حسب ذیل فرمان سے بھی یہی لوگ مراد ہیں، فرماتے ہیں:

''فالواجبُ على العالمين أن لا يقولوا إلا من حيث علموا. وقد تكلم في العلم مَن لو أمسك عن بعض ما تكلم فيه منه لكان الإمساكُ أولى به، وأقربَ من السلامة له إن شاء الله''۔ [1]

علماء پر واجب ہے کہ وہی بولیں جس کا انہیں علم ہے، کیونکہ علم کے بارے میں وہ لوگ بھی لب کشائی کرنے لگے ہیں جو اگر کچھ باتیں کہنے سے گریز کرتے تو ان کے لئے بڑا بہتر اور سلامتی سے قریب تر ہوتا، اِن شاءاللہ۔

اور انہی کی حالت زار کا شکوہ کرتے ہوئے حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (وفات: ۷۵۱ھ) رقمطراز ہیں [2]:

هَذَا وَإِنِّي بَعْدُ مُمْتَحَنٌ بِأَرْ
بَعَةٍ وَكُلُّهُمْ ذَوُو أَضْغَانِ
فَظٌّ غَلِيْظٌ جَاهِلٌ مُتَمَعْلِمٌ
ضَخْمُ الْعِمَامَةِ وَاسِعُ الْأَرْدَانِ

---

[1] الرسالۃ، از امام شافعی (ص: ۴۱)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: الکافیۃ الشافیۃ، المعروف بالقصیدۃ النونیۃ، از امام ابن القیم (ص: ۳۶۱)۔ (مترجم)

مُتَفَيْهِقٌ مُتَضَلِّعٌ بِالْجَهْلِ ذُو
ضَلْعٍ وَذُو جَلْحٍ مِنَ الْعِرْفَانِ
مُزْجَى الْبِضَاعَةِ فِي الْعُلُومِ وَإِنَّهُ
زَاجٍ مِنَ الْإِيْهَامِ وَالْهَذَيَانِ
يَشْكُو إِلَى اللهِ الْحُقُوقَ تَظَلُّماً
مِنْ جَهْلِهِ كَشِكَايَةِ الْأَبْدَانِ
مِنْ جَاهِلٍ مُتَطَبِّبٍ يُفْتِي الْوَرَى
وَيُحِيْلُ ذَاكَ عَلَى قَضَا الرَّحْمَنِ

میں چار قسم کے لوگوں کی آزمائش سے دوچار ہوں، یہ سبھی سخت کینہ رکھنے والے ہیں، بدزبان، سخت دل، جاہل، علم کا جھوٹا دعویدار، بڑی پگڑی کشادہ آستین والا- ڈینگیں مارنے والا، جہالت سے لبریز، کج رو اور علم وعرفان سے کورا-علوم میں کم مایہ مگر شکوک وشبہات اور بے سروپا باتوں کے ذریعہ نفرت کی بیج بونے والا، اپنی جہالت کے سبب اللہ سے اپنی مظلومیت کی شکایت ایسے کرتا ہے جیسے جسمانی تکلیف کی شکایت کررہا ہو۔ سب سے پہلا: وہ جاہل نیم طبیب (عالم) ہے جو ساری دنیا کو فتوے دیتا پھرتا ہے اور اُسے رحمٰن کا حکم وفیصلہ بتلاتا ہے۔

اور ان کے ہم جولی حافظ ذہبی رحمہ اللہ (وفات: ۷۴۸ھ) اس صورتحال کا دوسری طرح شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فَلأَن يَعِيْش المُسْلِم أَخرس أَبكَم خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمتلِئَ بَاطِنه كَلاَماً وَفَلْسَفَةً!''[1]۔

---

[1] سیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی (۲۱/۳۶)۔(مترجم)

مسلمان کا گونگا بہرا ہو کر جینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کا باطن علم کلام اور فلسفہ سے بھر جائے۔

اور ان کے پوتے شاگرد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (وفات: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''إِذَا تَكَلَّمَ الْمَرْءُ فِي غَيْرِ فَنِّهِ أَتَى بِهَذِهِ الْعَجَائِبِ''[1]۔

جب آدمی اپنے فن کے علاوہ میں بات کرتا ہے تو اسی طرح کی عجیب وغریب باتیں لاتا ہے۔

اور سفیان ثوری رحمہ اللہ (وفات: ۱۶۱ھ) سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو اہلیت ہونے سے پہلے حدیثیں بیان کرنے لگے، تو انہوں نے فرمایا:

''إِذَا كَثُرَ الْمَلَّاحُونَ غَرِقَتِ السَّفِينَةُ''[2]۔

جب ملاح زیادہ ہو جائیں گے تو کشتی ڈوب جائے گی۔

اسی طرح اس بارے میں امام حسن بصری رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۰ھ) نے فرمایا تھا:

''اللَّهُمَّ إِلَيْكَ نَشْكُو هَذَا الْغُثَاءَ''[3]۔

اے اللہ! ہم اس خس وخاشاک کے بارے میں تجھ سے ہی شکوہ کرتے ہیں۔

نیز امام شعبہ بن حجاج (وفات: ۱۶۰ھ) بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن عون (وفات: ۱۵۱ھ) نے کہا: اے ابو بسطام (شعبہ)! کیا تم جانتے ہو یہ جو لوگ حدیثوں میں جھوٹ بولتے ہیں انہیں کونسی چیز جھوٹ پر آمدہ کرتی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا:

---

[1] فتح الباری، از حافظ ابن حجر (۳/ ۵۸۴)۔ (مترجم)

[2] المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، از رامہرمزی (ص: ۵۶۰)۔ (مترجم)

[3] جامع بیان العلم وفضلہ، از ابن عبد البر، (۱/ ۱۸، فقرہ: ۱۰)۔ (مترجم)

’’يُرِيدُونَ أَنْ يُعَظَّمُوا بِذَلِكَ‘‘[1]۔

وہ چاہتے ہیں اُس کے ذریعہ ان کی تعظیم کی جائے (انہیں بڑا سمجھا جائے)۔

اسی طرح امام ابن حزم رحمہ اللہ (وفات:۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

’’لَا آفَة على الْعُلُوم وَأَهْلهَا أضرّ من الدخلاء فِيهَا وهم من غير أَهلهَا فَإِنَّهُم يجهلون ويظنون أَنهم يعلمُونَ ويفسدون ويقدرون أَنهم يصلحون‘‘[2]۔

علوم وفنون اور اہل علم پر کوئی آفت ومصیبت اس میں گھس پیٹھ کرنے والوں سے زیادہ نقصان دہ نہیں، جو اہل علم میں سے نہیں ہوتے؛ بلکہ جاہل ہوتے ہیں مگر اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں، اور فساد برپا کرتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اصلاح کررہے ہیں۔

اور ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ (وفات:۷۹۰ھ) نے فرمایا:

’’متقدمین کے عمل کی تھوڑی بھی مخالفت اسی کی جانب سے ہوتی ہے جو غلطی سے یا مغالطہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو مجتہدین میں داخل کرلیتا ہے‘‘[3]۔

اور متعالم (علمی دعویدار): کھوکھلے دعوے والا ہوتا ہے۔ حکیم ترمذی رحمہ اللہ (وفات: ۳۲۰ھ) نے بندگان الہی کی عمومی صفت کے بارے میں فرمایا ہے:

’’ضَعْفٌ ظَاهِر، وَدعوَى عرِيضَة‘‘[4]۔

’’کھلی کمزوری اور لمبا چوڑا دعویٰ‘‘۔

---

[1] دیکھئے: العلل ومعرفۃ الرجال، از امام احمد بن حنبل بروایۃ ابنہ عبد اللہ (۲/۴۳۸، نمبر: ۲۹۳۴)، وموسوعۃ أقوال الامام أحمد بن حنبل فی رجال الحدیث وعللہ (۲/۱۵۰)۔ (مترجم)

[2] الاخلاق والسیر فی مداواۃ النفوس (ص: ۲۳)۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: الموافقات، از امام شاطبی (۳/۲۸۷)۔ (مترجم)

[4] سیر أعلام النبلاء (۱۳/۴۴۱)، ولسان المیزان، از حافظ ابن حجر (۷/۳۸۸)۔ (مترجم)

مگر مسلمان اپنے اسلام کے ذریعہ اُسے قابو میں رکھتا ہے، اور سلف امت بھی اسی راستے پر چل کر بلند بانگ دعوؤں سے کنارہ کش رہے اور اپنے نفس کو کچلا، اسی قبیل سے ابوعمرو زبان بن العلاء البصری رحمہ اللہ (وفات: ۱۵۴ھ) جو سات قراء میں سے ہیں' کا یہ قول بھی ہے:

''مَا نَحْنُ فِيمَنْ مَضَى إِلَّا كَبَقْلٍ فِي أُصُولِ نَخْلٍ طُوالٍ''[1]۔

''امت کے سلف کے درمیان ہماری حیثیت بس ایسی ہی ہے جیسے کھجور کے لمبے درختوں کے نیچے لگی ہوئی ترکاریاں ہوں۔

اور اس صورتحال پر قدغن لگانے والے یہ اقوال اہل علم کی گفتگو کے درمیان ہر دور میں اس سے کئی گنا زیادہ موجود رہے ہیں، اور جب علامہ صفدی رحمہ اللہ نے متاخرین کی کم علمی و بے بصیرتی کے سبب ان سے بکثرت ہونے والی سنگین غلطیوں کی بابت کڑوا شکوہ ظاہر کیا تو وہ روایت ذکر فرمائی جسے امام ابو الفرج اصبہانی نے بسند محمد بن جریر طبری عن ابی السائب سلم بن جنادہ، عن وکیع، عن ہشام بن عروہ، عن ابیہ، عن عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کیا ہے کہ وہ لبید[2] کا یہ شعر گنگناتی تھیں:

---

[1] تاریخ دمشق از ابن عساکر (۶۷ / ۱۱۳)، ومعرفۃ القراء الکبار علی الطبقات..، از امام ذہبی (ص: ۶۱)۔ (مترجم)

[2] یہ مشہور شاعر لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر العامری الکلابی ابوعقیل ہیں، ایک عرصہ تک جاہلیت میں شعر کہتے رہے، پھر اسلام لائے، ان کا اسلام خوب رہا، انہیں کئی سیرت نگاروں نے صحابہ میں ذکر کیا ہے، رضی اللہ عنہ، یہ ۱۴۵ سال کی عمر پائے، ۹۰ سال جاہلیت میں اور ۵۵ سال اسلام لانے کے بعد، اور ۴۱ھ میں وفات ہوئی۔ دیکھئے: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، (۳ / ۱۳۳۵، نمبر ۲۲۳۳)، وأسد الغابۃ، (۴ / ۲۱۴، نمبر: ۴۵۲۱)، والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، (۵ / ۵۰۰، نمبر: ۷۵۵۷)، والوافی بالوفیات، ازصلاح الدین صفدی (۲۴ / ۲۹۹)۔

==

ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ وَبَقِيتُ فِي خَلَفٍ كَجِلْدِ الأَجْرَبِ [1]

وہ بلند پایہ ہستیاں گزر گئیں جن کے پہلو میں زندگی بسر کی جاتی تھی، میں تو نااہلوں میں خارش زدہ کھال کی طرح پڑا رہ گیا۔

اور کہتی تھیں: اللہ تعالیٰ لبید پر رحم فرمائے، اگر وہ آج کل کے لوگوں کو پاتے جن کے درمیان ہم ہیں، تو کیا کہتے؟

اور یہی بات سند کا ہر ہر راوی کہتا ہے، یہاں تک ابو الفرج اصبہانی کہتے ہیں:

''اور ہم کہتے ہیں کہ: اللہ ہی مددگار ہے، کیونکہ معاملہ بہر صورت ناقابل بیان ہے''[2]۔

اور میں (ابوزید) کہتا ہوں کہ: اگر وہ ہمارے اس دور میں ایسے لوگوں کی کثرت دیکھتے تو کیا کہتے! کیونکہ یہ لوگ تعداد میں سبزی فروشوں کے برابر ہو گئے ہیں، اور ان میں جسے دو لفظ بھی اچھی طرح جوڑنا آجاتا ہے وہ علماء کے مقام و مرتبہ پر دست درازی کرنے لگتا ہے؟ لہٰذا یہ علمی میدان میں برسرِ پیکار ہیں، جبکہ ان کے پاس ''قلم دوات'' کے سوا کوئی ہتھیار نہیں ہے، یہ استاذ کے بغیر کاغذات اور صحیفوں سے علم حاصل کرنے والے علمی دعویدار لوگ

== صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ: أَلاَ كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلاَ اللَّهَ بَاطِلُ ''۔

سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے، وہ لبید کی بات ہے: خبردار! اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

(صحیح بخاری، حدیث: ۶۱۴۷، وصحیح مسلم، حدیث: ۲۲۵۶)۔(مترجم)

[1] المجالسة وجواہر العلم، از أحمد بن مروان الدینوری المالکی، تحقیق مشہور حسن آل سلمان (۸ / ۱۴۳، نمبر: ۳۴۵۳) ومسند الحارث (۲ / ۸۵۴، نمبر: ۸۹۵)، وإتحاف الخیرة المہرة بزوائد المسانید العشرة (۶ / ۱۴۶، نمبر: ۵۳۲۹)، اور فرمایا ہے کہ اس کی سند کے راویان ثقہ ہیں، نیز دیکھئے: الزہد لابی داود، (ص: ۲۷۷، حدیث: ۳۱۶)۔(مترجم)

[2] دیکھئے: دیوان لبید، (ص: ۳۴، ۳۶)، وتاریخ دمشق، از ابن عساکر (۱۶ / ۴۴۲)۔(مترجم)

ہیں ۔ ہر وہ شخص جو علم کا دعویدار ہے جبکہ عالم نہیں ہے‘ ایک موذی شخصیت ہے، ایسے لوگوں سے ہر دور و زمانہ میں اور سلف تا خلف تنبیہ کئے جانے کے باوجود برابر نالہ وشیون جاری رہا ہے، ان کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے کہا تھا:

شَعْوَذَةٌ تَخْطِرُ فِي حِجْلَيْنِ　　　وَفِتْنَةٌ تَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ

شعبدہ بازی دو پازیبوں میں اِتراتی ہے، اور فتنہ دو پیروں پر چلتا ہے ۔

یقیناً یہ لوگ اہل علم کے حصوں پر عمرو کے ’’واؤ‘‘ اور ’’نون الحاق‘‘ کی طرح اضافی ہیں، چنانچہ قصیدہ ’’شمقمقیہ‘‘ میں ہے[1]:

ولا تَكُنْ كوَاوِ عمْرٍو زَائِداً　　　في القومِ أوْ كمِثْلِ نُونٍ مُلْحَقِ

تم قوم میں عمرو کے ’’واؤ‘‘ یا ’’نون ملحق‘‘ کی طرح (کنارے پر) زائد نہ رہنا۔

اور کسی اندلسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے[2]:

نَعُـــوذُ بِاللهِ مِنْ أُنَاسٍ　　　تَشَيَّخُوا قَبْلَ أَنْ يَشِيخُوا

ہم ایسے لوگوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو مشائخ ہونے سے پہلے ہی خود کو مشائخ ظاہر کرنے لگے ہیں ۔

---

[1] یہ شاعر ابو العباس احمد بن محمد بن الونان الملوکی الفاسی کا قصیدہ ہے جو ابن الونان شمقمقی سے معروف ہیں، اس قصیدہ میں دو سوستر سے زائد اشعار ہیں، جو اس وقت مغرب کے ایک بادشاہ عبداللہ بن اسماعیل علوی کی مدح میں کہے گئے ہیں، یہ قصیدہ عربوں کے یہاں پائی جانے والی بہت حکمتوں، اور عادات واطوار پر مشتمل ہے، بعض لوگوں نے اس کی فصاحت و بلاغت اور زبان کے بلند معیار کی بنا پر اُسے سبع معلقات سے تشبیہ دی ہے ۔ ابن الونان کی پیدائش فاس میں ہوئی اور ۱۱۸۷ھ میں فاس ہی میں وفات پائے ۔ عبداللہ کنون حسنی نے شرح الشمقمقیۃ کے نام سے اس قصیدہ کی شرح بھی کی ہے، جو دار الکتاب اللبنانی اور دار الکتاب المصری سے شائع ہے ۔ مذکورہ شعر قصیدہ کا شعر: ۱۴۹ ہے ۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: نفح الطیب من غصن الأندلس الرطیب وذکر وزیرہا لسان الدین ابن الخطیب، از ابو العباس احمد بن محمد المقری التلمسانی تحقیق احسان عباس (۵/ ۵۹۷) ۔ (مترجم)

لہٰذا اس جتھے کے لوگ سچ مچ علم کے بھوت پریت ہیں، بلکہ چیچپے کیڑے ہیں جن کے غول آسمان علم میں اوجھل ہو گئے ہیں، مگر اہل علم کی بلندی اور ان کے سائے کی وسعت تک پہنچنے سے قاصر ہیں، اُس کی حرکت ورفتار کے پہیوں کو نا کام بنا رہے ہیں، تا آنکہ حق سمٹ جائے اور باطل کا سایہ اور اس کی گمرہی دراز ہو جائے، مگر یہ محض ایک صبح کاذب اور دھندھلے پن سے زیادہ کچھ نہیں، کسی شاعر نے کہا ہے:

هُوَ الوَزِيرُ وَلاَ أَزْرٌ يُشَدُّ بِهِ ۔۔۔ مِثْلُ العَرُوضِيِّ لَهُ بَحْرٌ بِلاَ مَاءِ [1]

وہ وزیر جس کے ذریعہ کوئی طاقت اور مدد نہ مل سکتی ہو اس کی مثال اس عروضی (شاعر) جیسی ہے جس کے پاس پانی سے خالی "بحر" ہو۔

یقیناً یہ ان کی **"علمی ودعوتی خیانت"** کا گھٹیا توشہ بدترین ظالمانہ منصوبے **"اللہ پر بلا علم زبان درازی"** تک رسائی کی دہلیز ہے۔

یقیناً **"علمی ودعوتی خیانت کا مسئلہ"** پرسکون کشادہ سائبان والے خیمہ سازوں کا سایہ ہے' جنہیں قائم کرنے اور ہمارے آگے پیچھے سے ان کی چہار دیواری کی حفاظت کرنے والے **"مختلف جتھوں"** کی وہ بھنبھناتی مکھیاں ہیں جن کی ٹیمیں ہم پر پل پڑی ہیں، تاکہ وہ منہجی فساد اور اس کی آلائشوں سے پاک اور ستھری زندگی سے برسر پیکار رہیں، بالخصوص علم کے باب میں، جبکہ **"علم"** شریعت مطہرہ کے تاج کا انمول موتی ہے۔

لیکن بندوں کی یہ قسم بہت جلد پسپائی کا شکار ہو جاتی ہے، اس کا جرم وگناہ اُسے گھیر لیتا ہے اور اُسے **"قبل از وقت زوال"** کے سپرد کر دیتا ہے:

مَنْ تَحَلَّى بِغَيْرِ مَا هُوَ فِيهِ ۔۔۔ فَضَحَتْهُ شَوَاهِدُ الِامْتِحَانِ [2]

---

[1] یہ مشہور شاعر ابراہیم بن یحییٰ غزی (۵۲۴ھ) کا شعر ہے، دیکھئے: وفیات الاعیان، (۱/۵۹)۔ (مترجم)

[2] اسے ابن عبد البر قرطبی نے "جامع بیان العلم وفضلہ" میں ذکر فرمایا ہے، دیکھئے: (۱/۵۷۷، نمبر: ۹۹۰)۔ (مترجم)

جو اپنے آپ کو اس چیز سے آراستہ ظاہر کرتا ہے جو اس میں نہیں ہو اُسے امتحان کی دلیلیں رسوا کر دیتی ہیں۔

اسی لئے قتادہ رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۸ھ) نے فرمایا ہے:

"مَنْ حَدَّثَ قَبْلَ حِينِهِ، افْتَضَحَ فِي حِينِهِ"[1]۔

جو وقت سے پہلے حدیثیں بیان کرنے لگتا ہے وہ اُسی وقت رسوا ہو جاتا ہے۔

بایں طور کہ جلیل القدر شخصیتیں اس کی حقیقت بے نقاب کر دیتیں ہیں اور اس کے باطل نیز اس سے لپٹی ہوئی ذلت و پستی، جھوٹ، اور تباہ کن پر خطر راہ کا پردہ چاک کر دیتی ہیں۔ تا کہ لوگوں کے سامنے اس سے اعتماد و اعتبار اٹھ جانے کی وضاحت کر دیں اور انہیں اس سے دھوکہ کھانے سے آگاہ اور چوکنا کر دیں۔

اور علمی دعویدار کے تئیں: جو علم کا دعوی کرے جبکہ عالم نہ ہو، ہم مسلمانوں کی یہی ذمہ داری ہے، تا کہ ان کی کمروں کو پکڑ کر جہنم میں جانے سے روکا جائے اور انہیں ان کی حیثیت سے آگاہ کیا جائے، اور ان کی علمی خیانت کے تباہ کن سیلاب کی روک تھام کی جائے، تا کہ اسلام کے وجود اور اس کے شیش محل کی ہر سرکش سے حفاظت ہو اور بندگان الٰہی کے درمیان تعالم (علمی و دعوتی خیانت) کے چلن کے سبب اسلام کے ماننے والوں کو تذبذب کا شکار ہونے، بکھرنے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچایا جائے۔

اور اس ہی خواہ کتاب کے لئے غیرت کرتے ہوئے، جس کی زیادہ تر لوگوں کی جانب سے توہین ہوتی ہے، جبکہ کتاب کے لئے غیرت کرنا نیکی اور کار خیر کے قبیل سے ہے، بلکہ یہ محرمات کے تئیں غیرت کرنے ہی کا ایک حصہ ہے۔

---

[1] الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، از الخطیب بغدادی، (۱/ ۳۲۲، نمبر: ۷۱۳)۔ (مترجم)

اور اس بات کا اعلان کرتے ہوئے کہ ”ادیان کی درستی اور بھلائی کے لئے بے جا تصرف پر پابندی لگانا اموال وابدان کی بھلائی کے لئے غیر مناسب تصرف پر پابندی لگانے سے زیادہ بہتر ہے“۔

اور جماعت کی مصلحت کے لئے ہر ”مفلس“ پر پابندی لگانا واجب ہے:

چنانچہ متعالم (غیر عالم) یا بد کردار عالم پر: فتویٰ وغیرہ دینے سے دین کی مصلحت کے لئے پابندی لگائی جائے گی۔

اور متعالم ڈاکٹر پر: جماعت کے جسموں کی مصلحت کے لئے پابندی لگائی جائے گی۔

اور متعالم (بے علم) انجینئر پر: ملکوں اور شہروں کی مصلحت کے لئے پابندی لگائی جائے گی، اور اس قسم کے دیگر علوم وفنون اور پیشوں کے جھوٹے دعویداروں پر بھی پابندی لگائی جائے گی، اور ان میں سے بعض پیشے والوں کے یہاں اس قدر کبر ونخوت، تعلّی اور زیادتی و بدزبانی پائی جاتی ہے کہ نہ پوچھو، جن کی حرکتیں واضح ہوگئی ہیں، جنہیں دیکھ کر آنکھوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ان کی حقیقت جان کر عقل و بصیرت کو گرانی محسوس ہوتی ہے۔

البتہ یہ تحریر خصوصی طور پر علم کے ان دعویداروں کے بارے میں ہے جو ”**شرعی علوم میں علمی خیانت کرنے پر آمادہ ہیں...**“۔

یقیناً یہ شاہراہ علم کے خائنوں اور راہ حق سے منحرف لوگوں کی بہی خواہی کرنے والوں کی جانب سے بالکل سیدھا اور مناسب طریقہ ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کی جو تقویٰ شعاروں کا کارساز ہے اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ ہمارے یہاں ”**ردی کھجور اور بُرا ناپ تول**“ دونوں اکٹھا ہوں۔

اور جب آپ جانیں گے کہ کئی کافر ملکوں کی سرزمین میں ایسی یونیورسٹیاں موجود ہیں جن

کی سندوں کا معادلہ نہیں ہے کیونکہ وہ قابل اعتبار اور درست نہیں ہیں، بلکہ انہیں ایسے ہی بیچا خریدا جاتا ہے جیسے دیگر سامانوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔

نیز جب آپ کو معلوم ہوگا کہ بعض طلبہ اپنے مستشرق اساتذہ کی عربی زبان سے جہالت کا فائدہ اٹھاتے ہیں، چنانچہ بعض عربی کتابوں کا انتخاب کرتے ہیں اور یونیورسٹی کی مطلوبہ زبان میں اس کا ترجمہ کرکے اُنہیں اپنی جانب منسوب کرلیتے ہیں تاکہ اُسے پیش کرکے یونیورسٹی کی سند حاصل کریں۔ اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں جنہیں ہر ملک اور خطے کے لوگ اپنے ملک یا دیگر علاقوں کے حوالہ سے جانتے ہیں؛ تو آپ میری اس تحریر کو ہرگز بڑی اور سنگین نہیں سمجھیں گے، بلکہ شاید اسے حیطہ تحریر میں لانے کا حقدار قرار دیں گے اور اس کوشش کی سراہنا کریں گے، جو متعالموں کی ان کثیف جماعتوں کو جدا کرنے والی اور ان کی علمی خیانت کے نمونوں کو بے نقاب کرنے والی ہے، جو اُن پژمردہ ناکام دلوں کی جانب سے موجودہ مسائل کے بازار میں بھرے پڑے ہیں، حق کو نقصان پہنچانے والے باطل کی ترویج کررہے ہیں یا اُس کے رخ زیبا کو غبار آلود کرنے کے درپے ہیں۔

اسی کے ساتھ غم واندوہ کا مقام یہ ہے کہ جوں جوں وقت گزر رہا ہے عوام الناس کی جانب سے علمی دعویداروں کو پذیرائی حاصل ہورہی ہے- اور آنے والے وقت میں اس کا اور بھی زیادہ خوف واندیشہ ہے- چنانچہ آپ عام آدمی کو دیکھیں گے جب وہ کسی متعالم کی بات سنتا ہے تو اس کی جھوٹی دعویداری سے مرعوب ہوجاتا ہے جو شریعت کے حدود پر ٹھہر کر سچائی سے محروم ہوتا ہے، مگر عام آدمی اس کے نام نہاد علم سے متعجب ہوکر اور مارے خوشی کے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارنے لگتا ہے۔ جبکہ علم والے حسرت وافسوس اور رنج وغم سے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارتے ہیں؛ کیونکہ فتنہ کا تالا کھل گیا ہے اور عوام تو عوام

مستقبل کا سرمایہ (نسل نو) دھوکے میں پڑ رہا ہے!!

بنابریں یہ لازم ہوگیا کہ ہم ان کی علمی و دعوتی خیانت کی اس اعلانیہ جرأت کی بیخ کنی اعلانیہ طور پر کریں، لیکن حق کے ساتھ، تاکہ اُن کے باطل کا قلع قمع ہو، ان کی درندگی کی روک تھام ہو اور ان کی ہدایت اور اصلاح کا کام ہو سکے۔

چنانچہ یہ اس موضوع سے متعلق چند باتیں ہیں جو باہم مربوط ہیں، جنچے تُلے الفاظ میں ڈھلی ہوئی ہیں، ان کی شکلیں ان کے معانی کو سموئے ہوئی ہیں، امید کہ یہ باتیں خوفناک تعالم کی یورش و یلغار کی روک تھام کا ذریعہ ہوں گی، فضول کلامی اور فہم کو دور کرنے والی نہیں ہوں گی، میں اسے ان لوگوں کی نصیحت کے لئے حوالۂ قرطاس کر رہا ہوں جو حق کے سامنے سرتسلیم خم کریں نیز مخلوق کے درمیان دلیل کو روشن شاہراہ کے مقام پر رکھنے کے لئے تحریر کر رہا ہوں۔ رہا وہ شخص جس پر جہالت کا نشہ چھایا ہو اور اس کے دل پر ایسا تالا لگا ہوا ہو جس کی چابی کھوگئی ہو، اسے علم کی خوشبو بھی نہ ملی ہو، تو ایسے شخص کو یہ چیز قیامت کے دن ہی نفع دے گی جب اُس کے اعضاء اُس کے خلاف گواہی دیں گے۔

اس رسالہ میں تحریر کردہ شہ سرخیاں پیش خدمت ہیں' تاکہ اُس کے مشمولات آپ سے سرگوشی کریں (رفتہ رفتہ آپ کے ذہن میں آتے جائیں) لیجئے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ تعالم (علمی و دعوتی خیانت) سے متعلقہ کتابیں۔

۲۔ سیرت وتاریخ میں علمی و دعوتی خیانت کی چند مثالیں۔

۳۔ موجودہ زندگی کی صورتحال کا سرسری جائزہ۔

۴۔ چند علوم مثلاً فتویٰ، قضاو فیصلہ، تصنیف وتالیف، تفسیر، حدیث اور فقہ میں تعالم (علمی و دعوتی خیانت) کے مظاہر....

۵۔ اُس کے بعد حسب ذیل امور سے متعلق چھ مباحث آئیں گے:

الف: اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص نیت۔

ب: عالم کی لغزش کی پیروی نہیں کی جائے گی۔

ج: شاذ مسائل اور فاسد رخصتیں تلاش کرنے سے زجر وتنبیہ۔

د: ائمہ کرام کے خلاف غلط بیانی سے احتراز۔

ھ: طالب دلیل اور داعی تقلید کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ۔

و: اللہ تعالیٰ پر بلا علم کوئی بات کہنے کا جرم۔

واضح رہے کہ میں نے اس کے بعد ایک مبحث ''طالب علم کا زیور''[1] کے عنوان سے بھی قلمبند کیا تھا لیکن پھر میں نے اُسے مستقل رسالہ میں شائع کرنا مناسب سمجھا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔

بکر بن عبداللہ ابوزید

ریاض- ۲۴/۴/۱۴۰۸ھ

❁❁❁❁❁

---

[1] الحمدللہ اس قیمتی رسالہ کا اردو ترجمہ بعنوان ''طالب علم کا زیور'' صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے شائع ہو کر بڑے پیمانے پر علماء وطلبہ کے مابین تقسیم ہو چکا ہے۔ (مترجم)

”علمی ودعوتی خیانت“ سے متعلق بعض کتابیں

اس سلسلہ میں مفتی کے آداب نیز امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے متعلقہ کتابوں میں بھرپور مباحث موجود ہیں، بالخصوص امام سبکی رحمہ اللہ (۷۷۱ھ) کی کتاب ”معید النعم ومبید النقم“ میں۔ البتہ اس کتاب میں کچھ بُری چیزیں بھی ہیں جو پوشیدہ نہیں۔

اسی طرح امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) کی کتاب ”تلبیس ابلیس“ کا مطالعہ کریں۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) نے اپنی کتاب ”فضل علم السلف علی علم الخلف“ میں اس سلسلہ کی کئی مثالیں واضح فرمائی ہیں، بالخصوص متاخرین کی جانب سے بلاضرورت کثرت کلام کے بارے میں، نیز یہ کہ متاخرین کی حالت زرا ایسی ہو چکی ہے جیسا کہ اُن کے استاذ گرامی علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نے فرمایا ہے:

”كَلَامُ الْمُتَقَدِّمِينَ قَلِيلٌ كَثِيرُ الْبَرَكَةِ، وَكَلَامُ الْمُتَأَخِّرِينَ كَثِيرٌ قَلِيلُ الْبَرَكَةِ“[1]۔

متقدمین (پہلے والوں) کی باتیں تھوڑی ہیں زیادہ برکت والی ہیں اور متاخرین (بعد والوں) کی باتیں زیادہ ہیں کم برکت والی ہیں۔

اسی طرح ادیب علی بن زید بیہقی رحمہ اللہ (۵۶۵ھ) کا ایک رسالہ ہے جس کا م نام ”تنبیه العلماء علی تمویه المتشبهین بالعلماء“ ہے۔

---

[1] دیکھئے: مدارج السالکین، از امام ابن القیم، (۱/۱۵۹)۔ (مترجم)

اور مقدمہ میں نابلسی (۱۱۴۳ھ) اور جزائری (۱۳۲۰ھ) کے رسالوں کا ذکر کیا جاچکا ہے، اسی طرح زیانی مغربی (۱۲۴۹ھ) کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "تحفۃ النبھاء فی التفرقۃ بین الفقھاء والسفھاء" ہے۔

اسی طرح امام شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) کا "آداب الطلب ومنتھی الارب" نامی رسالہ ہے۔

اور ابن فکّون جزائری رحمہ اللہ (وفات: ۱۰۴۵ھ) کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "منشور الھدایۃ فی کشف حال من ادعی العلم والولایۃ" ہے۔

اور شیخ محمد عبدہ منیر آغا دمشقی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۶۷ھ) کی "نموذج من الاعمال الخیریۃ" نامی ایک مبسوط کتاب ہے، جس میں انہوں نے امت کے علمی خزانوں میں کاتبوں، کتب فروشوں اور تصحیح کرنے والوں کی اپنی اپنی "علمی خیانت" کے اعتبار سے تلاعب کی نقاب کشائی کی ہے۔

اسی طرح محمد بدر الدین نعسانی حلبی رحمہ اللہ (۱۳۶۲ھ) کی "التعلیم والارشاد" نامی دو جلدوں پر مشتمل ایک مفید کتاب ہے جو ۱۳۲۴ھ میں مطبعۃ السعادۃ مصر سے شائع ہوئی ہے، مجھے صرف اس کی پہلی جلد کا علم ہوسکا۔ یہ کتاب دونوں ابواب (تعلیم اور ارشاد) میں بڑی اہم ہے، اگر عام ہوئی ہوتی تو کافی ہوتی لیکن اس کے باوجود زندگی کی واقعی صورتحال کی بابت اس دور کے لوگوں کے کانوں میں سرگوشی کرتی ہے، اور اس بارے میں "زجر السفھاء عن تتبع رخص الفقھاء" نامی ایک رسالہ استاذ جاسم دوسری کا بھی شائع ہوا ہے۔

نیز "مجلۃ العرب" کے کئی شماروں میں "الدکاترۃ وعبثھم فی التراث" (دکاترہ اور علمی کتابوں کے ساتھ اُن کا کھلواڑ) کے عنوان سے استاذ حمد الجاسر کا مسلسل قسطوں میں مضمون شائع

ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیں آپ کو اِن دکتوروں کی بابت حیرت انگیز باتیں ملیں گی جو بظاہر تو اوجِ ثریا پر پہنچ گئے ہیں مگر حقیقت میں کھوکھلے ہیں!

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فِي شَجَرِ السَّرْوِ لَهُمْ شَبَهٌ لَـــهُ رَوَاءُ وَمَـــا لَهُ ثَمَرُ [1]

ان کی مثال خود رو لمبے درخت (شمشاد) جیسی ہے جو خوبصورت تو ہوتا ہے مگر ثمر آور نہیں ہوتا۔

[1] یہ ابن لنکک بصری (۳۶۰ھ) کا شعر ہے، دیکھئے: یتیمۃ الدہر فی محاسن أھل العصر، از ابو منصور ثعالبی (۴۲۹ھ) (۲/۴۱۰)۔ (مترجم)

سیرت وتاریخ کی چند مثالیں

خُنفشاری متعالم: لوگ ہمیشہ سے اس بد انجام قسم کے خنفشاریوں سے جوجھتے رہے ہیں، چنانچہ میں مورخین اور سیرت نگاروں کے یہاں پچھلے دور میں کئی مثالیں پڑھ چکا ہوں، ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

① **مفتیٔ خنفشار:** محاضرات کی کتابوں میں ہے کہ ایک شخص ہر سوال کرنے والے کو بلاتوقف واستثناء فتویٰ دیتا تھا، اُس کے ہمجولیوں نے اُس کے اِس رویہ کو محسوس کیا، تو آپس میں طے کیا کہ ایک لفظ کشید کر کے جس کی عربی زبان میں کوئی اصل نہ ہو' اُس کا امتحان لیں گے' وہ لفظ ''الخُنْفَشَار'' تھا، چنانچہ اُس سے اس لفظ کے بارے میں پوچھا تو اُس نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا: کہ خنفشار ایک خوشبودار پودا ہے جو یمن کے علاقے میں اُگتا ہے، جب اونٹنیاں اُسے کھاتی ہیں تو ان کا دودھ بندھ جاتا ہے، یمنی شاعر کہتا ہے:

لَقَدْ عَقَدَتْ مَحَبَّتُكُمْ فُؤَادِي　　　كَمَا عَقَدَ الْحَلِيبَ الْخُنْفَشَارُ

یقیناً تمہاری محبت نے میرے دل کو ایسے باندھ دیا ہے، جیسے خنفشار پودا دودھ کو باندھ دیتا ہے۔

اور داود بن عمر الانطاکی (وفات:۱۰۰۸ھ) نے اپنی ''تذکرہ'' (تذکرۃ أولی الألباب والجامع للعجب العجاب) میں فرمایا ہے کہ اُس نے یہ جواب دیا، پھر اُس کے بعد (دلیل پیش کرتے ہوئے) کہا کہ: فلاں نے کہا، فلاں نے کہا... اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا!!

تو لوگوں نے اُسے روکا اور کہا: تو نے ان سب پر جھوٹ گھڑا ہے، اب (اللہ واسطے کم ازکم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ مت گھڑ!!

اور انہیں خوب اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ یہ مسکین محض جھوٹ کا پٹارا اور اپنی علمی خیانت کی راہ میں افترا پردازی کا ٹو کرا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت وسلامتی کا سوال کرتے ہیں [1]۔

② **خُنفشاریوں میں سے**: ایک پودینہ کا ماہر بھی ہے، چنانچہ تاریخی لطیفوں میں ہے جیسا کہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: کہ ایک جہنی مہلبی کے خادموں میں سے تھا، جو بڑی عجیب وغریب باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ پودینہ کے بارے میں بات ہونے لگی تو اس نے کہا: فلاں ملک میں پودینہ پایا جاتا ہے جو اتنا لمبا ہوتا ہے کہ بڑھتے بڑھتے درخت بن جاتا ہے اور اس کی لکڑی سے سیڑھیاں بنائی جاتی ہیں! اتنا سننا تھا کہ صاحب ''الأغانی'' امام ابوالفرج اصبہانی (وفات: ۳۵۶ھ) بھڑک اٹھے اور فرمایا: ہاں! کیوں نہیں، دنیا میں بہت سے عجائبات ہیں، اس کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، اور قدرت بھی ٹھیک ہے، اور میرے پاس اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب بات ہے، وہ یہ کہ نر کبوتر دو انڈے دیتا ہے، میں اُنہیں لیتا ہوں اور ان دونوں کے نیچے سو کیلو کا پلڑا اور پچاس کیلو کا پلڑا رکھتا ہوں، اور جب وہ سینک پہنچانے کی مدت سے فارغ ہوتا ہے تو دونوں پلڑوں سے ایک طشت اور ایک لوٹا نکلتا ہے! یہ سن کر مجلس والے ہنس پڑے اور جہنی سمجھ گیا کہ ابوالفرج اصبہانی اُس پر کیا ''طنز وتمسخر'' کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا اپنی بہت ساری حکایات سے باز آگیا!! [2]

---

[1] اس طرح کا واقعہ ابو العلاء صاعد بن الحسن ابن عیسی بغدادی لغوی (وفات: ۴۱۷ھ) کے حوالہ سے بتایا جاتا ہے، البتہ اس میں خنفشار کے بجائے خنبشار کا لفظ ہے، دیکھئے: نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب، از: احمد بن محمد المقری تلمسانی (متوفی: ۱۰۴۱ھ) تحقیق احسان عباس (۳/ ۷۵-۸۱)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام، از امام ذہبی (۷۴۸ھ) (۲۶/ ۱۴۵)۔ (مترجم)

③ ان میں سے ایک شمس بن عطاء رازی ہروی (متوفیٰ: ۸۸۷ھ) بھی ہے جو تیمور لنگ کے درباریوں میں سے تھا، یہ بڑے لمبے چوڑے حافظے کا دعویدار تھا، چنانچہ لوگوں کو یہ چیز اچھی نہ لگی، لہٰذا اُس کا امتحان لینے کے لئے ایک مجلس منعقد کی گئی، اس میں اس سے جو سوالات کئے گئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ: کیا اس بارے میں نص وارد ہے کہ حالت سفر میں نماز مغرب قصر کی جائے گی؟ اس نے کہا: جی ہاں، یہ بات جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابو اللیث سمرقندی (وفات: ۳۹۳ھ) کی کتاب ''الفردوس'' میں آئی ہے، جب مجلس برخاست ہوئی اور لوگوں نے ابو اللیث کی کتاب سے رجوع کیا تو اُس میں ایسی کوئی چیز نہ ملی، اُس سے اس بارے میں کہا گیا، تو اس نے کہا: ابو اللیث سمرقندی کی اس کتاب کے تین نسخے ہیں: کبریٰ (سب سے بڑا)، وسطیٰ (متوسط) اور صغریٰ (چھوٹا)، اور یہ حدیث نسخہ کبریٰ میں ہے، اور نسخہ کبریٰ اس ملک میں نہیں پہنچا ہے! اسی دن سے لوگوں نے اس کا جھوٹ جان لیا۔ اس واقعہ کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اُس کی سوانح میں ذکر کیا ہے [1]۔ علم کے جھوٹے دعویداران ایسے ہی جھوٹ بولتے ہیں۔

④ ہروی کے بارے میں بیان کردہ مذکورہ اس واقعہ سے پہلے ایسا ہی واقعہ دیار مصر کے شیخ ابن دحیہ کلبی عمر بن حسین (متوفی: ۶۳۳ھ) کے بارے میں منسوب ہے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (وفات: ۷۷۴ھ) نے ان کی سیرت میں لکھا ہے کہ:

''بعض لوگوں نے ان کے بارے میں نماز مغرب میں قصر کرنے کے سلسلہ میں حدیث گھڑنے کی بات کہی ہے، میں چاہتا تھا کہ اس کی سند معلوم کروں تاکہ ہم جان سکیں کہ اس کے راویان کیسے ہیں۔ کیونکہ علماء کا اجماع ہے جیسا کہ امام ابن المنذر وغیرہ نے ذکر

---

[1] دیکھئے: إنباء الغمر بأبناء العمر، از حافظ ابن حجر، (۳/ ۵۷-۵۸)۔ (مترجم)

کیا ہے کہ نماز مغرب میں قصر نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سے اور ان سے درگزر فرمائے''[1]۔

⑤ ایک متعالم جوباری ہے: یعنی احمد بن عبد اللہ الجوباری جس کی دروغ گوئی اور فریب کاری اس حد تک تجاوز کرگئی تھی کہ جب اس کے سامنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن بصری رحمہ اللہ کے سماع کے بارے میں محدثین کا اختلاف ذکر کیا گیا تو اُس نے بڑی جرأت سے اپنی سند بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''حسن بصری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے''![2]

امام زہری رحمہ اللہ (وفات: ۱۲۴ھ) نے سچ فرمایا تھا:

''الْكَذِبُ شَرُّ غَوَائِلِ الْعِلْمِ''[3]۔

---

[1] دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ، از امام ابن کثیر (۱۷/ ۲۲۵، و ۱۷/ ۲۲۷)، نیز دیکھئے: الاجماع لابن المنذر تحقیق فؤاد عبد المنعم أحمد (ص: ۴۱، نمبر ۶۰) والاقناع لابن المنذر (۱/ ۱۱۹)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: میزان الاعتدال فی نقد الرجال، از امام ذہبی، ۱/ ۱۰۸، نمبر ۴۲۱، ولسان المیزان، از حافظ ابن حجر، تحقیق ابو غدہ، ۱/ ۴۹۴، نمبر ۵۶۶، وتنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، از ابن عراق کنانی، ۱/ ۶)۔

یہ جوباری محدثین کے یہاں متفقہ طور پر کذاب اور وضاع حدیث ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ گھڑتا ہے، اس نے آپ ﷺ پر ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں''۔

پھر اپنے شیخ امام حاکم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''احمد بن عبد اللہ بن خالد جویباری ہروی کذاب خبیث ہے، اس نے فضائل اعمال وغیرہ میں نبی کریم ﷺ پر بہت ساری حدیثیں وضع کی ہیں، اس سے حدیثیں لکھنا یا روایت کرنا کسی بھی صورت میں حلال نہیں ہے''۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حدیث احمد بن عبد اللہ بن خالد الجویباری فی مسائل عبد اللہ بن سلام، از امام ابو بکر بیہقی (۴۵۸ھ) تحقیق شیخ مشہور بن حسن آل سلمان، مطبوع ضمن مجموعۃ أجزاء حدیثیۃ، مجموعہ ۲، ص: ۲۱۵، ناشر: دار ابن حزم، بیروت ۲۰۰۱ء۔ (مترجم)

[3] جامع بیان العلم، ابن عبد البر، (۱/ ۴۴۲، فقرہ ۶۸۴)۔ (مترجم)

''جھوٹ''، علم کی بدترین آفت و بلا ہے۔

⑥ **اسی قبیل سے شعر کی تفسیر و تاویل میں ایک مکی کی علمی خیانت ہے،** اس نے ایک روز کہا: میں نے قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں سنا، بایں طور کہ ان کا کہنا ہے کہ شاعر فرزدق بصری (۲۰ھ-۱۱۴ھ) کا یہ شعر:

بَيْتـــاً زُرَارَةُ مُحْتَبٍ بِفِــنَائِهِ   وَمُجَاشِعٌ، وَأَبُو الْفَوَارِسِ نَهْشَلُ[1]

اللہ نے ہمارا ایسا شاندار گھر بنایا ہے جس کے آنگن میں زرارہ، مجاشع اور ابوالفوارس نہشل (فرزدق کے آباء واجداد) پورے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

انہیں میں سے ایک شخص کے بارے میں ہے!

تو اُس سے پوچھا گیا کہ اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا:

گھر سے مراد اللہ کا گھر (خانہ کعبہ) ہے، اور زرارہ سے مراد حج ہے۔ پوچھا گیا: اور مجاشع سے کیا مراد ہے؟ کہا: زمزم؛ جشعت الماء (میں نے پانی کی شدید لالچ کی) سے ماخوذ ہے۔ پوچھا گیا: ابوالفوارس کیا ہے؟ کہا: اس سے مراد جبل ابوقبیس ہے۔ پوچھا گیا: اور نہشل کیا ہے؟ تو کچھ دیر خاموش رہا، پھر کہا: ہاں، نہشل سے مراد کعبہ کا چراغ ہے؛ کیونکہ وہ لمبا اور سیاہ ہے، اور اسی کو نہشل کہتے ہیں!!

اس واقعہ کو علامہ بارع شیخ محمد الخضر حسین رحمہ اللہ (۱۳۷۷ھ) نے اسی طرح ذکر کیا ہے[2]، پھر میں نے اسے چراغ زمزم کے سلسلہ میں ''تاریخ مکہ'' از محمد بن اسحاق فاکہی

---

[1] دیکھئے: دیوان الفرزدق، شرح وضبط استاذ علی فاعور ص: ۴۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: موسوعۃ الأعمال الکاملۃ للامام محمد الخضر حسین (۲۲۱/۱/۹)۔ (مترجم)

(وفات: ۲۷۲ھ) کے حوالہ سے ''مجلۃ العرب'' میں دیکھا[1]۔

⑦ اسی طرح مقاتل بن سلیمان (۱۵۰ھ) ہیں جو اپنے علم کے باوجود اس طرح کی کچھ چیزوں میں مبتلا ہوئے، چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ سے عرش کے نیچے (علاوہ) سب کچھ پوچھو!! لوگوں نے کہا: اچھا تو بتاؤ کہ چیونٹی کی آنتیں کہاں ہیں؟ تو وہ خاموش ہوگئے!! اسی طرح پوچھا کہ جب آدم علیہ السلام نے حج کیا تو ان کے سر کا حلق کس نے کیا؟ تو انہوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم!! اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''أَجْمَعُوا عَلَى تَرْكِهِ''[2] (اہل علم انہیں ترک کرنے پر متفق ہیں)۔

⑧ اسی طرح جعفر صادق (وفات: ۱۴۸ھ) کے شاگرد جابر بن حیان (وفات: ۲۰۰ھ) کی افترا پردازی اس حد تک پہنچ گئی کہ اُس نے اپنی شخصیت نمایاں کرنے کے لئے اپنے استاذ کی طرف کیمیاء میں پانچ سو رسالے منسوب کر دیا، جبکہ جعفر صادق اُس سے بری ہیں۔ اس بارے میں بعض فضلاء نے کہا:

هَـــذَا الذِي بِمَقَـــالِهِ　　غَـــرَّ الْأَوَائِلَ وَالْأَوَاخِـــرْ

مَـــا أَنْتَ إِلاَّ كَاسِـــرٌ　　كَذَبَ الذِي سَمَّاكَ جَابِرْ[3]

یہی شخص ہے جس نے اپنی بات کے ذریعہ اوائل واواخر کو دھوکہ دیا، تُو تو کاسر (ناقص)

---

[1] دیکھئے: أخبار مکۃ، از فاکہی، (۲/ ۶۷، فقرہ: ۱۱۶۶)، نیز دیکھئے: تاویل مختلف الحدیث، از ابن قتیبہ دینوری، (ص: ۱۲۴)، وعیون الأخبار (۲/ ۱۶۱)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: سیر أعلام النبلاء، (۷/ ۲۰۲، نمبر: ۷۹)، نیز دیکھئے: الکامل فی ضعفاء الرجال، ابن عدی (۸/ ۱۸۵، نمبر: ۱۹۱۴)، وتہذیب التہذیب، ابن حجر، (۱۰/ ۲۷۹، سیرت نمبر: ۵۰۱)۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: الوافی بالوفیات، از خلیل بن ایبک صفدی (وفات: ۷۶۴ھ)، (۱۱/ ۲۷)، وفوات الوفیات، از محمد شاکر دارانی دمشقی (وفات: ۷۶۴ھ)، (۱/ ۲۷۵)۔ (مترجم)

ہے، جس نے تیرا نام جابر (کامل) رکھا ہے وہ جھوٹا ہے۔

⑨ **"الصاحبی فی فقہ اللغۃ العربیۃ ومسائلہا" کے مولف احمد بن فارس (۳۹۵ھ)** لغت عرب کے موقوف ہونے کی بات ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"پھر معاملہ اپنی جگہ ٹھہر گیا، چنانچہ ہم نہیں جانتے کہ اس کے بعد کوئی نئی زبان وجود میں آئی، لہٰذا آج اگر کوئی شخص بہ تکلف کچھ کرنے کی کوشش کرے گا تو کچھ ناقدین علم کو اُس کی نفی اور تردید کرنے والا پائے گا۔ ابوالأسود الدؤلی [1] کے حوالے سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ: ایک شخص نے اُن سے کچھ ایسی زبان وتعبیر میں بات کی جسے ابوالأسود نے ناپسند کیا، تو اُس نے کہا: یہ وہ لغت ہے جو آپ تک نہیں پہنچی ہے! تو انہوں نے کہا: میرے بھتیجے! جو چیز مجھ تک نہیں پہنچی ہے اُس میں تمہارے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اُسے بڑے پیار سے سمجھا دیا کہ جس زبان میں اُس نے بات کی ہے وہ جھوٹ اور من گھڑت ہے" [2]۔

⑩ **علمی ودعوتی خیانت کی بابت زبانوں پر مشہور واقعات میں سے ایک واقعہ:** اس شافعی طالب علم کا معاملہ ہے جس نے فقہ کا علم حاصل کیا تھا مگر پختگی نہ تھی، اتفاق سے اس کے علاقہ والوں کو اپنے لئے ایک مفتی کی ضرورت پیش آئی تو انہیں اُس طالب علم کے سوا کوئی نہ ملا، مگر اُسے بڑا تردد ہوا، لہٰذا اُس نے اس بارے میں اپنے ایک استاذ سے مشورہ کیا، اُس نے اُسے مشورہ دیا کہ اپنے سوال کرنے والوں کو یہ جواب دے کہ امام شافعی کے

---

[1] یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے خلیفۂ راشد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حکم سے سب سے پہلے علم نحو مرتب کیا، ان کی وفات ۱۰ھ میں ہوئی۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: الصاحبی فی فقہ اللغۃ العربیۃ ومسائلہا وسنن العرب فی کلامہا، از أحمد بن فارس بن زکریاء القزوینی الرازی، (ص: ۱۴)۔ (مترجم)

یہاں اس مسئلہ میں دوقول موجود ہیں؛ تاکہ بعد میں مراجعہ کرسکے! چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا، مگر جب اس کے شہر والوں نے محسوس کیا کہ یہ دوقول کی بات بہت زیادہ کرتے ہیں، تو اُن میں سے کسی نے اُس سے پوچھا: کیا اللہ کے بارے میں شک ہے؟ تو اُس نے اس کے جواب میں بھی یہی کہا!! نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا راز فاش ہوگیا اور وہ رسوا ہوگیا۔

یہ واقعہ کسی معتبر مرجع میں معلوم نہ ہوسکا، بظاہر لگتا ہے -واللہ أعلم- کہ یہ احناف کی جانب سے شوافع کی ناقدری اور تضحیک کے قبیل سے ہے کیونکہ ان کے درمیان مسلکی عداوت ودشمنی بہت زیادہ رہی ہے جو (اہل علم سے) پوشیدہ نہیں، اور احناف کو اس بارے میں شوافع پر ایک گنا مزید فضیلت حاصل ہے۔

اسی لئے آپ شوافع پر احناف کے بعض ردود میں دیکھیں گے کہ انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں موجود "**اس مسئلہ میں دواقوال ہیں**" پر بھی نقد کیا ہے۔ بعض غالی متعصبین نے اس واقعہ کو شوافع پر احناف کی تردید کی بابت محمد بن محمد بن عبدالستار کردری (۶۴۲ھ) کی طرف منسوب کیا ہے، اس کی صحت کا علم اللہ ہی کو ہے، ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم اسے اس وقت تک تسلیم نہیں کریں گے جب تک کہ اصول حدیث کے مطابق معتبر سند کے ساتھ اس کے راویان کی عدالت اس کے قائل تک ثابت نہ ہوجائے [1]۔

[1] اس طرح کا ایک واقعہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے زاد المستقنع کے درس کے دوران علامہ ابن جنی اور اُن کے والد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: عثمان بن جنی (۳۹۲ھ) نحو کے ایک معروف عام تھے، مگر اُن کے والد عمامہ پوش بزرگ تھے صاحب علم نہ تھے، لہٰذا لوگ اُن سے سوالات پوچھتے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ ابن جنی نے اپنے والد سے کہا: جب بھی آپ سے کوئی سوال کرے تو اُس کے جواب میں کہہ دیا کریں کہ: اس مسئلہ میں دوقول ہیں! کیونکہ کوئی مسئلہ اختلاف سے خالی نہیں ہے! چنانچہ کسی نے اُن سے سوال کیا: کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی شک ہے؟؟ تو اُنہوں نے کہا: اس میں دوقول ہیں! اور یہ کہہ کر وہ مشکل میں پھنس گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ==

⑪ **مبرد نحوی (۲۰۶ھ-۲۸۵ھ) کے ساتھ دو واقعات پیش آئے ہیں: ایک واقعہ کمزور سند کے ساتھ لفظ "القبعضن" کے بارے میں ہے اور دوسرا واقعہ لفظ "المجثمة" کی تفسیر کے سلسلہ میں** [1]۔

== نہ کوئی شک ہے نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُس میں کوئی شک ہے! بہر کیف جب لوگوں نے دیکھا کہ وہ مشکل میں پھنس گئے ہیں تو کہا کہ اَب اس مسئلہ کا حل ان کے بیٹے کے پاس ہی مل سکتا ہے، بالفعل اُن کے پاس جا کر ماجرا بتایا تو ابن جنی نے کہا: جی ہاں اِس کے اعراب (ترکیب) میں دو قول ہیں!! چنانچہ آج کل بھی جب کچھ لوگوں کو کسی مسئلہ کی بابت ذہن میں تردد ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ: اس میں دو قول ہیں!! (دیکھئے: الشرح الصوتی لزاد المستقنع، از ابن عثیمین، ۱/۳۳۶۷)۔ (مترجم)

[1] **پہلا واقعہ:** بتایا جاتا ہے کہ مبرد اپنی وسیع یادداشت کے سبب جھوٹ سے متہم تھے، لہٰذا کچھ لوگوں نے ان کا امتحان لینے کے لئے اتفاق کیا کہ اُن سے ایک مسئلہ دریافت کریں جس کی کوئی اصل نہ ہو، تاکہ دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے طرفہ بن عبد کے شعر: "أَبَا مُنْذِرٍ أَفْنَيْتَ فاسْتَبْقِ بَعْضَنَا" (دیکھئے: دیوان طرفہ بن عبد، ص: ۶۶)۔ کی عروضی تقطیع کی، تقطیع میں وزن "قَبَعْضَنا" نکلا، چنانچہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ "القبعض" کا کیا معنیٰ ہے، انہوں نے فرمایا: اس کے معنیٰ روئی کے ہیں، اور ایک شعر پڑھ کر اس پر استشہاد بھی پیش کیا، لوگوں نے کہا: دیکھو اگر یہ شعری شاہد موجود ہے تو تعجب خیز بات ہے، ورنہ انہوں نے اسے ابھی ابھی گھڑلیا ہے!!

جبکہ جمهرة الأمثال (۱/۶۷، مثل نمبر ۴۴) میں ہے کہ یہ کہنے کے بعد مبرد تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا: "قبعض" کے بارے میں پوچھنے والا شخص کہاں ہے، وہ شخص کھڑا ہوا، مبرد نے اُس سے کہا: یہ لفظ طرفہ بن عبد کے شعر (فَاسْتَبْقِ بَعْضَنَا) کے دو الفاظ کے کناروں سے ماخوذ ہے! لوگ ان کی حاضر جوابی، مصرعہ کی یادداشت اور محل شاہد کی نشاندہی دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

اور دوسرا واقعہ: یہ ہے کہ مبرد نحوی سے حدیث رسول ﷺ "نَهَى عَنِ الْمُجَثَّمَةِ" (آپ ﷺ نے اس جانور کو کھانے سے منع فرمایا جسے باندھ کر تیراندازی وغیرہ کا نشانہ لگانے کی مشق کی جائے جس سے اس کی موت ہو جائے۔) [ترمذی، حدیث: ۱۸۲۵، صحیح] میں "المجثمة" کا معنیٰ پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: دبلی پتلی اور لاغر بکری۔ ان سے دلیل پوچھی گئی تو ایک شعر کا حوالہ پیش کر دیا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عیسیٰ بن ماہان نے اُن سے "مجثمة" کا معنیٰ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "مجثمہ" کم دودھ والی بکری کو کہتے ہیں اور بطور دلیل ایک شعر کا حوالہ پیش کیا، اتفاق سے ابوحنیفہ دینوری [**یہ احمد بن داود دینوری ہیں، جو نحو، لغت، ہندسہ، حساب اور دیگر علوم کثیرہ کے بلند پایہ امام اور عالم ہیں، ثقہ اور معتبر شخصیت کے مالک ہیں، ان کی مختلف علوم وفنون میں نادر کتابیں ہیں، سنہ ۲۸۲ھ میں وفات پائے۔**] ==

جیسا کہ لسان المیزان [1]، تاریخ بغداد [2]، معجم الأدباء [3]، اور جمہرۃ الأمثال عسکری [4] میں ان کی سیرت میں موجود ہے۔ واللہ أعلم۔ [5]

⑫ **اسی طرح شیخ محمد بدرالدین حلبی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۶۲ھ) کا کسی ازہری کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے اُس سے نابغہ ذبیانی (زیاد بن معاویہ بن غطفان، وفات ۶۰۴ء مطابق ہجرت سے ۱۸ سال پہلے) کے شعر:**

وَقَفْتُ فِيـــهَا أُصَيْلَالاً أُسَائِلُها   عَيَّتْ جَواباً وَمَا بالرَّبْعِ مِنْ أَحَدِ [6]

میں ویران بستی (دارمَیَّہ) میں شام کے وقت تھوڑی دیر ٹھہر کر اُس سے بستی کے مکینوں کا حال دریافت کرنے لگا، مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکی، اور ربع (قوم کی بستی) میں کوئی نہ تھا۔

میں آئے ہوئے لفظ ''أصیلالا'' کے بارے میں پوچھا۔

== دیکھئے: إنباہ الرواۃ علی أنباہ النحاۃ، ۱/ ۷۶، سیرت نمبر ۲۴)]، وہاں تشریف لے آئے تو عیسیٰ بن ماہان نے ان سے بھی ''مجثمۃ'' کا معنیٰ پوچھا، انہوں نے فرمایا: ''مجثمۃ'' اس جانور کو کہتے ہیں جسے گھٹنے کے بل جھکا کر گردن کی جانب سے ذبح کیا جائے، عیسیٰ نے انہیں مبرد کی بات بتلائی تو فرمایا: اگر اس شیخ نے مجثمہ کی یہ تفسیر اصل سے سنی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ یہ دونوں اشعار انہوں نے ابھی ابھی وضع کئے ہیں! یہ سن کر مبرد نے اعتراف کرتے ہوئے کہا: شیخ صحیح فرما رہے ہیں، دراصل مجھے اچھا نہیں لگا کہ میں پہلی مرتبہ بغداد سے دینور آؤں' درانحالیکہ ہر طرف میری شہرت اور چرچہ ہے' اور پہلے ہی سوال کے جواب میں میں کہوں کہ: میں نہیں جانتا! بہرکیف ان کی جانب سے اس اعتراف اور بہتان تراشی سے رجوع کی بڑی سراہنا کی گئی۔ (مترجم)

[1] دیکھئے: لسان المیزان، از حافظ ابن حجر، تحقیق ابوغدہ، (۷/ ۵۸۸، نمبر ۷۵۶۳)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: تاریخ بغداد، از خطیب بغدادی، (۴/ ۶۰۳)۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: معجم الأدباء- إرشاد الأریب إلی معرفۃ الأدیب- از یاقوت حموی (۱/ ۲۶۰)۔ (مترجم)

[4] دیکھئے: جمہرۃ الأمثال، از ابوہلال عسکری، (۱/ ۶۷)۔ (مترجم)

[5] مزید دیکھئے: إنباہ الرواۃ علی أنباہ النحاۃ، از علی بن یوسف قفطی، ۱/ ۷۸، والوافی بالوفیات، از صفدی، ۶/ ۲۳۴)۔ (مترجم)

[6] دیکھئے: دیوان النابغہ ذبیانی ص: ۶۷، جمع تحقیق وتعلیق علامہ محمد طاہر بن عاشور طبعہ ۱۹۷۶ء)۔ (مترجم)

تو ازہری نے کہا: لفظ ''أصیل''، ہمزہ کے فتحہ اور صاد کے کسرہ کے ساتھ ہے، اور ''لا'' بعد میں آنے والے فعل ''أسائل'' کا نافیہ ہے۔ تو ہم نے اُن سے کہا: نہیں، بلکہ ''أصیلاً'' پورا ایک ہی لفظ ہے اور اس کے بعد آنے والا فعل مثبت ہے، تو وہ ہنسے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (بکرۃ وأصیلاً) اور تم لوگ کہتے ہو: ''أصیلاً''!۔ بات ختم ہوئی۔ [1]

⑬ **اسی طرح محمد بن عبد الواحد الباوردی ابو عمر زاہد معروف بہ لقب ''غلام ثعلب''(وفات ۳۴۵ھ) کے ساتھ بغدادیوں کا واقعہ پیش آیا ہے،** جیسا کہ ان کی سیرت میں موجود ہے، یہ حیرت انگیز یاد داشت سے مشہور تھے، ان کے وسیع حافظہ کے سبب ادباء ان پر طعنہ زنی کرتے تھے اور علم لغت میں انہیں قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ عبید اللہ بن ابوالفتح نے کہہ دیا کہ: اگر فضا میں کوئی پرندہ پرواز کر رہا ہو تو ابو عمر زاہد کہہ دیں گے: ہم سے ثعلب نے ابن الاعرابی کے واسطے سے بیان کیا، اور اس بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کر دیں گے، جبکہ محدثین انہیں ثقہ قرار دیتے تھے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے تمام مشائخ کو دیکھا وہ انہیں ثقہ قرار دیتے تھے اور ان کی باتوں کی تصدیق کرتے تھے، ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو اس کا جواب دیتے تھے اور ایک سال کے بعد پھر وہی سوال کیا جاتا تھا تو بعینہ وہی جواب دیتے تھے۔

---

[1] قاعدہ کے مطابق أصیل (عصر اور مغرب کا درمیانی وقت) کی تصغیر ''أُصَیل'' آتی ہے، مگر بعض علماء لغت نے الف اور نون کا اضافہ کر کے ''أُصیلان'' استعمال کیا ہے، یہ بھی معروف لغت ہے، البتہ بعض لوگوں نے اس کے نون کو لام سے بدل کر ''أُصیلال'' استعمال کیا ہے جو شاذ کے قبیل سے ہے، جیسا کہ نابغہ ذبیان کے اس شعر میں آیا ہے۔ دیکھئے: الأصول فی النحو، از ابن السراج (۳۱۶ھ)، ۳/ ۲۷۵، والمفصل فی صنعۃ الاعراب، از جار اللہ زمخشری (۵۳۸ھ)، نیز دیکھئے: تفسیر القرطبی، از محمد بن احمد القرطبی (۶۷۱ھ)، (۷/ ۳۵۶)۔ (مترجم)

بیان کیا جاتا ہے کہ بغداد میں ایک جماعت نے نہر صراۃ کا پل عبور کیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ اُن پر کونسا جھوٹ گھڑا جائے، چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں لفظ ''القنطرۃ'' میں تصحیف کروں گا (یعنی حروف کی ترتیب آگے پیچھے کروں گا) اور اُن سے اس کا معنیٰ پوچھوں گا، تاکہ دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ بہرکیف ان کے پاس پہنچے تو اُس شخص نے ان سے کہا: اے شیخ! اہل عرب کے یہاں ''الھرطنق''۔ ''القنطرۃ'' کا عکس۔ کا کیا معنیٰ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس کا یہ یہ معنیٰ ہے، اور کچھ بات ذکر کی۔ یہ سن کر سارے لوگ ہنسے اور وہاں سے واپس آگئے، اور ایک ماہ گزر جانے کے بعد پھر ان کے پاس ایک دوسرے شخص کو بھیجا، اس نے بھی ان سے ''الھرطنق'' کا معنیٰ پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: کیا اتنے اتنے دن پہلے مجھ سے یہ سوال نہیں پوچھا گیا تھا، پھر فرمایا: اس کا معنیٰ ایسا ایسا ہے، جیسے پہلے جواب دیا تھا، تو لوگوں نے کہا: سمجھ میں نہیں آتا کہ دونوں میں سے کونسے معاملہ پر زیادہ حیرت وتعجب کریں، اگر وہ واقعی علم ہو تو ان کے حافظہ پر، یا اگر جھوٹ ہو تو ان کے جھوٹ پر! کیونکہ اگر یہ علم ہے تو یہ حیرت انگیز علمی وسعت وگیرائی ہے، اور اگر یہ جھوٹ ہے تو آخر ان کے حافظہ میں یہ مسئلہ اور اس کا وقت کیسے ازبر رہ گیا، جبکہ اس پر ایک عرصہ گزر چکا تھا، اس کے باوجود انہوں نے بعینہ وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔[1]

---

[1] دیکھئے: تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، (۳/ ۶۱۸)، ومعجم الأدباء، از یاقوت حموی، (۶/ ۲۵۵۶)، وإنباہ الرواۃ علی أنباہ النحاۃ، (۳/ ۱۷۲)، ووفیات الأعیان، از ابن خلکان، (۴/ ۳۳۱)، وتذکرۃ الحفاظ، از ذہبی، (۳/ ۶۱)، والوافی بالوفیات، از صفدی، (۴/ ۵۳)، ونزہۃ الألباء فی طبقات الأدباء، از ابو البرکات الأنباری، (ص: ۲۰۷)، وقلادۃ النحر فی وفیات أعیان الدہر، از طیب الھجرانی (۳/ ۱۶۳)۔ (مترجم)

⑭ بیان کیا جاتا ہے کہ معز الدولۃ احمد ابن بویہ (۳۵۶ھ) نے بغداد کی پولیس کو اپنے غلاموں میں سے ایک غلام سے نوازا جس کا نام ''خواجا'' تھا، تو ابو عمر زاہد عرف غلام ثعلب (۳۴۵ھ) کو یہ بات معلوم ہوئی، وہ اپنی لغت کی کتاب ''الیواقیت'' املاء کرا رہے تھے، چنانچہ انہوں نے مجلسِ املاء میں حاضرین سے کہا: لکھو ''یاقوتِ خواجا''، کیونکہ عربی زبان میں ''الخواج'' کا اصلی معنیٰ ''بھوک'' ہے۔ پھر اس پر ایک باب کی تفریع کی اور اسے انہیں املاء کرایا، تو لوگوں نے اسے ان کا سنگین ترین جھوٹ شمار کیا اور کتب لغت میں اسے تلاش کیا، چنانچہ ابو علی حاتمی نے جو ان کے شاگردان میں سے تھے کہا: ہم نے ''أمالی الحامض'' میں ثعلب کے واسطے سے ابن الأعرابی سے روایت کیا ہے کہ ''الخواج کا معنیٰ بھوک ہے''[1]۔

⑮ کبھی کبھار کسی جھوٹے کا امتحان لینے کے لئے جھوٹ گھڑنے کا کام دونوں جانب سے ہوتا ہے، چنانچہ صاعد بن حسن بغدادی (۴۱۷ھ) - جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے - اپنی فصاحت اور زبان دانی کے باوجود جھوٹ سے متہم تھے؛ اسی لئے لوگوں نے لغت میں ان کی کتاب ''الفصوص'' کو ٹھکرا دیا اور وہ مشہور نہ ہو سکی[2]۔

یہ بڑے خوش مزاج، بحث و جستجو کرنے والے حاضر جواب تھے۔ (بشار نامی) ایک نابینا شخص نے از راہ مذاق ان سے پوچھا ''الحرنقل'' (یا الجرنفل) کیا ہے؟ تو انہوں نے

---

① دیکھئے: تاریخ بغداد وذیولہ، (۳/ ۱۶۰)، ونزھۃ الألباء فی طبقات الأدباء، (ص: ۲۰۷)، ومعجم الأدباء، از یاقوت حموی، (۶/ ۲۵۵۷)، وإنباہ الرواۃ علی أنباہ النحاۃ، از قفطی، (۳/ ۱۷۲)، ووفیات الأعیان، از ابن خلکان، (۴/ ۳۳۱)، وتاریخ بغداد، (۳/ ۶۱۸)، وقلادۃ النحر فی وفیات أعیان الدھر، از ہجرانی، (۳/ ۱۳۶)۔ (مترجم)

② دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ، از حافظ ابن کثیر (۱۲/ ۲۷)۔ (مترجم)

تھوڑی دیر تک اپنا سر جھکایا اور سمجھ گئے کہ نابینا شخص نے یہ لفظ اپنی جانب سے گھڑا ہے، پھر اُس کے بعد سر اٹھایا اور کہا ''الحرنقل'' اُسے کہتے ہیں جو صرف اندھوں کی عورتوں کے پاس آتا ہے اُن کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں جاتا! یہ سن کر نابینا شخص شرمندہ ہوگیا اور حاضرین بھی ہنسنے لگے۔ [1]

[1] دیکھئے: جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الأندلس، از محمد بن فتوح المیورقی، (ص:۱۸۱)، وبغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال أہل الأندلس، از احمد بن یحییٰ الضبی، (ص:۲۵۰)، وإنباہ الرواۃ علی أنباہ النحاۃ، از قفطی، (۱/۲۷۹)، ووفیات الأعیان، از ابن خلکان، (۲/۴۸۹)، والوافی بالوفیات، از صفدی، (۱۶/۱۳۲) وبغیۃ الوعاۃ، از سیوطی، (۲/۸)، والبدایۃ والنھایۃ، از حافظ ابن کثیر (۱۲/۲۷) اس میں ''الحرتقل'' کا لفظ آیا ہے۔ (مترجم)

موجودہ زندگی کی سرسری صورتحال

یہ تو مفتیٔ خنفشار کا قصہ اور اس جیسے دیگر لوگوں کا معاملہ ہے جو ان چیزوں سے آسودگی ظاہر کرتے ہیں جو انہیں دیا ہی نہیں گیا ہے، میں ان چیزوں کو محض خیالی تانا بانا، محال و ناممکن الوجود کے قبیل سے، اور تاریخ میں وارد ایسے بے سروپا افسانے خیال کرتا تھا جنہیں بیان کیا جاتا ہو مگر ان پر اعتماد نہ کیا جا سکتا ہو۔ یا یوں سمجھتا تھا کہ یہ کسی قوم کی عیب جوئی اور دوسروں کی تنقیص وتوہین کے قبیل سے ہے، جیسا کہ (غلام ثعلب) باوردی کے ساتھ بغدادیوں کے واقعہ میں اور اس کے بعد کے واقعات میں پیش آیا۔

بہر حال یہ لوگ تو دنیا سے جا چکے ہیں اور اپنے کرتوت کے عوض گروی ہو چکے ہیں، مگر ہم جس دور میں طبیعیات، معدنیات اور کیمیاء وغیرہ علوم کے نصیبے سے لطف اندوز ہو کر زندگی گزار رہے ہیں، اور لوگ اُن کی طرف ایک گردن کی طرح متوجہ ہو رہے ہیں: دنیا میں اس سلسلہ میں علمی خیانت کا مسئلہ بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے، بالخصوص مسلمانوں کی صفوں میں، جبکہ یہ صراط مستقیم اور کتاب وسنت کی روشنی سے اعراض وانحراف کی علامت اور اللہ غالب اور حکیم ودانا پر زبان درازی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ ہمارے سامنے اس بارے میں ظاہری مادی دلائل موجود ہیں جو بڑی تیزی سے سر اٹھا رہا ہے یعنی شریعت اسلامیہ میں باطل طریقہ سے مداخلت اور گھس پیٹھ کرنا اور اس سے جنم لینے والے فتنوں کی ہانڈیاں شکستہ پشتوں [1]

---

[1] امام ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/ ۵۰۷، نمبر: ۴۶۱۷) میں عبداللہ بن معاویہ بن ہشام بن عروہ بن ==

کے کھنڈرات (یعنی متعالمین اور نااہلوں) پر اُبل رہی ہیں، کیونکہ علماء جا چکے ہیں، اہلیت رکھنے والے علم سیکھنے اور دوسروں کو پہنچانے سے کنارہ کش ہو چکے ہیں اور ان کی زبان وقلم میدان کارزار کے عظمت ومقام کے باوجود اس سے پشت پھیر چکے ہیں۔

چنانچہ ان لوگوں کے سبب کچھ رینگنے والے خفیہ امور، اور نبوت وصدیقیت کے منہج سے اعراض وانکار ظاہر ہوا، کیونکہ یہ لوگ منحرف راستوں پر چل پڑے اور رخصت وآسانی کے نام پر ہر نئی پرانی بات کو جمع کیا اور اُسے شریعت اسلامیہ کے حوالے سے نشر کر دیا۔

جبکہ کچھ اور لوگوں نے امت میں رونما ہونے والے فساد، خلل اور بدعات وضلالت کو چھپانے (یا ڈھیرے ڈھیرے پھیلانے) کے لئے **''تبریری نظریہ''** (وجہ جواز فراہم کرنے کا نظریہ) اختیار کیا۔ یہ دراصل نفس پرستی کے قبیل سے ہے، جو استدلال کے باب میں بدعتیوں کے مراجع میں سے ہے، غور کریں کہ کس طرح یہ عظیم مصیبت ان لوگوں میں سرایت کرتی ہے جن کی جانب علم اور دین کے حوالہ سے اشارہ کیا جاتا ہے؛ بایں طور کہ بھٹکنے والا بہک جاتا ہے پھر علماء کرام سے اس سے نکلنے کی سبیل اور اُسے شریعت کی صورت میں ڈھالنے کا مطالبہ کرتا ہے، اس نفیس نکتہ کی طرف امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاعتصام'' کے باب چہارم کے آغاز (۱/ ۲۲۲-۲۲۳) میں اشارہ کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

== الزبیر کی سیرت کے تحت اُن کی ایک روایت بسند ہشام بن عروہ عن أبیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مرفوعاً ذکر فرمایا ہے: ''إن الله يحب الوالي الشهم، ويبغض الركاكة''۔ اور کہا ہے: ''میرا خیال ہے یہ موضوع ہے''۔

اوران کے واسطے سے امام سخاوی نے ''التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة'' (۳/ ۵۵-۵۶، نمبر: ۲۲۶۷) میں بلفظ ''الرکالۃ'' نقل کیا ہے، اور کہا ہے: امام ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں کہا ہے: ''میرا خیال ہے یہ مرفوع ہے''۔ مجھے ''غریب الحدیث'' میں ''الرکالۃ'' کا لفظ نہیں ملا، بلکہ اس میں لفظ ''رکاکۃ'' (بمعنیٰ ضعیف وکمزور) موجود ہے، جیسا کہ ''مجمع بحار الأنوار'' (۲/ ۳۷۴) میں ہے۔

اسی طرح کتاب ”سر انحلال الأمة العربیة ووھن المسلمین“ از محمد سعید العرفی (ص: ۴۸-۵۶) میں بڑی اہم بات ہے، اگر اس میں کچھ قابل ملاحظہ باتیں نہ ہوتیں تو میں اُسے ضرور نقل کرتا۔

اور کچھ لوگوں نے تو کھلم کھلا جھوٹ کی جسارت کر ڈالی، جبکہ جھوٹ علم کی بدترین آفت ہے۔ [1] اور شاذ وغریب چیز کا ارتکاب کیا جبکہ شاذ کا مرتکب بہت زیادہ شر وبرائی کا مرتکب ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے دلوں میں دو بدبختیاں پیوست ہوگئی ہیں: ایک جھوٹ کی بدبختی اور دوسری شذوذ کی بدبختی، ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت کے خواستگار ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بَقِيَ الَّذِينَ إِذَا يَقُولُوا يَكْذِبُوا

وَمَضَى الَّذِينَ إِذَا يَقُولُوا يَصْدُقُوا [2]

وہ لوگ باقی ہیں جو کچھ بولتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں، اور وہ لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں جو کچھ بولتے تھے تو سچ بولتے تھے۔

چنانچہ لوگ لطف اندوزی کے علوم -جبکہ اگر دین اور دنیا دونوں اکٹھا ہوجائیں تو کیا خوب بات ہوگی- اور باطل گوئی کی جنس کے علوم کے درمیان محصور ہوگئے، جس کے نتیجہ میں راہ راست کے مطابق علم شرعی کا بوجھ اٹھانے والوں کی فہرست میں تنگی آ گئی۔ اس لئے

---

[1] امام زہری رحمہ اللہ علم کی آفتوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ”... وَمِنْ غَوَائِلِ الْعِلْمِ الْكَذِبُ فِيهِ وَهُوَ شَرُّ غَوَائِلِهِ“ (علم کی آفتوں میں سے ایک آفت اُس میں جھوٹ بولنا ہے اور یہ اس کی بدترین آفت ہے)۔ [دیکھئے: جامع بیان العلم، ابن عبدالبر، ۱/ ۴۴۲، فقرہ ۶۸۴]۔ (مترجم)

[2] یہ صالح بن عبدالقدوس کا شعر ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال، از امام ذہبی (۲/ ۲۹۷، نمبر: ۳۸۱۰) میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قسم کے لوگوں میں برکت نہ دے، ان کی نابودی ہو، کیونکہ یہ علماء نہیں ہیں، اور ہم بہرے فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ مبارکبادی ہو انہیں جو ان چیزوں سے احتراز کرے اور راست بازی اور تقویٰ شعاری کو لازم پکڑے، آدمی کو چاہئے کہ اپنی گردن کو جہنم کی آگ سے آزاد کرنے کی کوشش کرے۔

خلاصۂ کلام اینکہ دینی بے راہروی، استقامت کی کمزوری، حصول علم سے بے زاری اور زوال پذیر دنیا اور اس کی ناپائیدار رنگینیوں کے پیچھے پوری جد و جہد اور تندہی کی دوڑ نے ہمارے سامنے علمی و دعوتی خیانت کے چلن کو پہلے سے بہت زیادہ پھیلا دیا ہے؛ کیونکہ ہم اس کے کھوکھلے واقعات، لمبے چوڑے دعوؤں، تراش خراش میں مہارت اور محال تک رسائی کے لئے لمبی لمبی دوڑوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں... اس سلسلہ میں ہمارے پاس ہزار شواہد موجود ہیں۔

اور اس کا سبب محض یہ ہے کہ علم کی چوٹی پر کچھ ایسے جاہل و ناتجربہ کار لوگ سوار ہو گئے ہیں جنہوں نے اس کے لئے بلاتحقیق ہر اچھا بُرا راستہ اختیار کیا، اور یہ سمجھ لیا کہ علم بڑی آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے، جبکہ ابھی اُسے چُلّو بھر بھی حاصل نہ کیا اور فتویٰ دہی، تصنیف و تالیف، اور نشر و تحقیق جیسے علمی مناصب پر ٹوٹ پڑے، اور ان کندہ کردہ مجسموں کی طرح ہو گئے جن کے ہاتھوں میں بھاری بھرکم لاٹھیاں ہوں جس سے وہ کبھی امت کی عقلوں پر ضرب لگاتے ہوں اور اُن کے ورثے کو تہس نہس کرتے ہوں، امت کے صاف ستھرے دین اور علم کو مکدر اور گدلا کرتے ہوں- اُن کا حساب اللہ کے سپرد ہے- ۔جبکہ علم اور دین دونوں جڑواں ہیں' کبھی جدا نہیں ہو سکتے' سوائے اُس کی سوچ کے مطابق جو ان دونوں سے بے دخل ہو چکا ہو!

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ

نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا''[1]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کھینچ کر علم نہیں اٹھائے گا کہ بندوں (کے دلوں) سے کھینچ لے، بلکہ علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ رکھے گا، تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، جن سے سوال کیا جائے گا، اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، چنانچہ وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[2]

''یہ متصل سند سے مروی ثابت حدیث ہے جو سنن ابوداود کے علاوہ اسلام کے بقیہ پانچ خزانوں میں موجود ہے''۔ پھر اس کے بعد بے مثال اور انوکھے انداز میں اس کی سند کے طبقے بیان فرمائے ہیں، طالب علم کو چاہئے کہ اس کا مطالعہ کرے۔

اللہ تعالیٰ امام ذہبی پر رحم فرمائے اور انہیں جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب فرمائے، آمین۔

اور ابوامیہ جمحی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْأَصَاغِرِ''۔

یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم چھوٹوں کے یہاں تلاش کیا جائے گا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ، (۴/ ۲۰۵۸، حدیث: ۲۶۷۳)۔ (مترجم)

[2] سیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی (۶/ ۳۶-۴۴)۔

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔[1]

نیز جنگوں سے متعلق احادیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے، اس میں اس بات کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ، أَنْ يَظْهَرَ الْقَلَمُ''۔

یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ قلم ظاہر (عام) ہو جائے گا۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے[2]، اسی طرح امام بزار، طحاوی، طبرانی اور دیگر لوگوں نے بھی روایت کیا ہے، مگر اس میں قلم کا ذکر نہیں ہے۔[3]

اور حقیقت میں قلم پھیل چکا اور ہر طرف عام ہو چکا ہے۔ یہ نبوت کے معجزات میں سے ہے۔

امام شافعی (۲۰۴ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''إِذَا تَصَدَّرَ الْحَدَثُ فَاتَهُ عِلْمٌ كَثِيرٌ''[4]۔

جب نوعمر سرداری کرے گا تو اس سے بہت سارا علم فوت ہو جائے گا۔

---

[1] نیز دیکھئے: ''السلسلۃ الصحیحۃ'' (حدیث:۶۹۵)۔ [دیکھئے: معجم کبیر طبرانی، (۲۲/۳۶۱، حدیث :۹۰۸)، نیز دیکھئے: شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، (۱/۹۵، حدیث:۱۰۲)، و جامع بیان العلم وفضلہ، از ابن عبد البر، (۱/۶۱۲، حدیث:۱۰۵۲) (مترجم)]۔

[2] دیکھئے: مسند احمد، الملحق المستدرک من مسند الأنصار، (۳۹/۵۱۹، حدیث ۷۸)، محققین نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس معنیٰ کی ایک دوسری حدیث بھی مروی ہے، اس میں ''ظھور القلم'' کے الفاظ ہیں، دیکھئے: (۶/۴۱۶، حدیث: ۳۸۷۰)، اسے محققین نے حسن قرار دیا ہے۔ (مترجم)

[3] نیز دیکھئے: ''السلسلۃ الصحیحۃ'' (حدیث: ۶۴۷)۔

[4] دیکھئے: صفۃ الصفوۃ، از ابن الجوزی، (۱/۴۳۵)، وفتح الباری، از ابن حجر، (۱/۱۶۶)۔ (مترجم)۔

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إِنَّ الأُمُوْرَ إِذَا الأَحْدَاثُ دَبَّرَهَا

دُوْنَ الشُّيُوْخِ تَرَى فِي بَعْضِهَا الخَلَلَا[1]

یقیناً جب معاملات کی دیکھ ریکھ سن رسیدہ بزرگوں کے بجائے نوعمر لڑکے کریں گے تو تمہیں اس میں کچھ چیزوں میں خلل دکھائی دے گا۔

اور قاضی عبدالوہاب بن نصر مالکی (وفات: ۴۲۲ھ) رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

مَتَى تَصِلُ العِطَاشُ إِلَى ارْتِوَاءٍ

إِذَا اسْتَقَتِ البِحَارُ مِن الرَّكَايَا

وَمَنْ يُثْنِي الأَصَاغِرَ عَنْ مُرَادٍ

وَقَدْ جَلَسَ الأَكَابِرُ فِي الزَّوَايَا

وَإِنَّ تَرَفُّعَ الوُضَعَاءِ يَوْمًا

عَلَى الرُّفَعَاءِ مِنْ إِحْدَى البَلَايَا

إِذَا اسْتَوَتِ الأَسَافِلُ والأَعَالِي

فَقَدْ طَابَتْ مُنَادَمَةُ المَنَايَا[2]

جب سمندر بے منڈیر کنوؤں سے سیراب ہوں گے تو پیاسے کب آسودہ ہوں گے۔

---

[1] یہ اسحاق بن حسان خریمی (۲۱۴ھ) کا شعر ہے، دیکھئے: دیوان الخریمی۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: اشعار، وفیات الأعیان، از ابن خلکان، (۲۲۱/۳)، وفوات الوفیات، از محمد بن شاکر صلاح الدین، (۴۲۰/۲)، والوافی بالوفیات، از صفدی، (۲۰۸/۱۹)، والدیباج المذہب فی معرفۃ أعیان علماء المذہب، از ابن فرحون یعمری، (۲۸/۲) (مترجم)۔

اور جب اکابر گوشہ نشین ہو جائیں گے تو بھلا کمینوں کو ان کے بُرے مقاصد سے کون باز رکھے گا۔ یقیناً اونچے لوگوں پر پست لوگوں کا ایک دن کے لئے بھی بلند ہو جانا ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔ جب پست و بلند لوگ برابر ہو جائیں تو سمجھ لو مر جانا ہی بہتر ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں ایک باب قائم کیا ہے: "بَابُ حَالِ الْعِلْمِ إِذا كَانَ عِنْدَ الْفُسَّاقِ وَالْأَرَاذِلِ" (علم کی حالت کا بیان جب وہ فاسقوں اور گھٹیا لوگوں کے پاس ہو)۔ [1]

اور اپنی سند سے انس بن مالک، ابو امیہ جمحی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے واسطے سے نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے کہ:

"إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْأَصَاغِرِ" [2]۔

یقیناً قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم چھوٹوں کے یہاں تلاش کیا جائے گا۔

پھر فرمایا ہے:

"قَالَ نُعَيْمٌ: قِيلَ لِابْنِ الْمُبَارَكِ: مَنِ الْأَصَاغِرُ؟ قَالَ: الَّذِينَ يَقُولُونَ بِرَأْيِهِمْ، فَأَمَّا صَغِيرٌ يَرْوِي عَنْ كَبِيرٍ فَلَيْسَ بِصَغِيرٍ" [3]۔

کہ نعیم نے کہا: امام ابن المبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ "اصاغر" (چھوٹوں) سے کون مراد ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: "جو اپنی عقل ورائے سے بولتے ہیں، ورنہ جو چھوٹا بڑے سے روایت کرے وہ چھوٹا نہیں ہے...۔

---

[1] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، از علامہ ابن عبد البر (۱/ ۶۱۰)۔ (مترجم)

[2] اس کی تخریج (ص: ۶۴) میں گزر چکی ہے۔

[3] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۲)۔ (مترجم)

پھر آگے فرماتے ہیں:

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ درحقیقت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث میں مذکور ''صغیر'' (چھوٹے) سے مراد وہ شخص ہے جس سے فتویٰ پوچھا جائے حالانکہ اس کے پاس علم نہ ہو، اور ''کبیر'' (بڑا) وہ ہے جو عالم ہو خواہ کسی بھی عمر میں ہو۔ اسی طرح علماء نے کہا ہے کہ جاہل شخص چھوٹا ہے اگرچہ وہ عمر رسیدہ ہو، اور عالم بڑا ہے اگرچہ وہ نوعمر ہو، اور بطور دلیل یہ شعر پیش کیا ہے[1]:

تَعَلَّمْ فَلَيْسَ الْمَرْءُ يُوْلَدُ عَالِماً

وَلَيْسَ أَخُو عِلْمٍ كَمَنْ هُوَ جَاهِلُ

وَإِنَّ كَبِيْرَ الْقَوْمِ لَا عِلْمَ عِنْدَهُ

صَغِيْرٌ إِذَا الْتَفَّتْ إِلَيْهِ الْمَحَافِلُ[2]

علم حاصل کرو کیونکہ آدمی عالم پیدا نہیں ہوتا، اور صاحب علم جاہل کی طرح نہیں ہوتا، اور قوم کا بڑا جس کے پاس علم نہ ہو جب اس کے پاس محفلیں جمتی ہیں تو وہ چھوٹا ہو جاتا ہے۔

اور اس بات سے بھی استدلال کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فتویٰ پوچھا جاتا تھا حالانکہ وہ کم عمر تھے، اور معاذ بن جبل اور عتاب بن اسید رضی اللہ عنہما کم عمری ہی میں لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے، اور ان کی کم عمری کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بڑی بڑی ذمہ داریاں تفویض فرمائی تھیں، علماء میں اس قسم کی مثالیں بکثرت ہیں۔[3] اور اس بات کا

---

[1] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، از علامہ ابن عبدالبر (۱/ ۶۱۷ نمبر: ۱۰۶۱، ۱۰۶۲)۔ (مترجم)

[2] یہ اشعار امام شافعی رحمہ اللہ کے ہیں، دیکھئے: دیوان الامام الشافعی، (ص: ۱۰۵) تحقیق محمد عبدالمنعم خفاجی۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۷ نمبر: ۱۰۶۳)۔ (مترجم)

بھی احتمال ہے کہ ابن المعتز کے قول کے مطابق حدیث کا معنیٰ یہ ہو کہ: نوجوان عالم کو حقیر سمجھا جاتا ہے اور جوان جاہل کو معذور سمجھا جاتا ہے، اللہ ہی جانتا ہے اس سے کیا مراد ہے۔ اور کچھ دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس بارے میں عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے نہ ہو، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے، نہ کتاب وسنت اور اجماع امت میں اس کی کوئی اصل ہو، تو وہ ایسا علم ہے جس سے آدمی ہلاک ہو جائے گا، اور اُسے حاصل کرنے والا شخص امام یا امین یا پسندیدہ نہیں ہو سکے گا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ ابو عبید رحمہ اللہ کا میلان اسی معنیٰ کی جانب ہے۔[1]

اور اسی جیسی بات شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''مَا حَدَّثُوكَ عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَشُدَّ عَلَيْهِ يَدَيْكَ، وَمَا حَدَّثُوكَ بِهِ مِنْ رَأْيِهِمْ فَبُلْ عَلَيْهِ''[2]۔

لوگ جو باتیں تم سے رسول ﷺ کے صحابہ کے واسطے سے بیان کریں اسے اپنے ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لو، اور جو اپنی رائے سے کہیں اُس پر پیشاب کر دو۔

نیز امام اوزاعی کا قول ہے:

''الْعِلْمُ مَا جَاءَ عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَمَا لَمْ يَجِئْ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَلَيْسَ بِعِلْمٍ''[3]۔

علم وہ ہے جو محمد ﷺ کے صحابہ کے واسطے سے آئے، اور جو ان میں سے کسی کے

---

[1] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۷، نمبر: ۱۰۶۳-۱۰۶۵)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: المدخل، از امام بیہقی (ص: ۸۱۴)، ومصنف عبد الرزاق (۱۱/ ۲۵۶)، والحلیۃ، از ابونعیم (۴/ ۳۱۹)، وجامع بیان العلم وفضلہ (۱/ ۱۹۳، ۲/ ۴۰)۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۷۶۸ نمبر: ۱۴۲۰)۔ (مترجم)

واسطے سے نہ آئے وہ علم نہیں ہے۔

ہم نے امام شعبی اور اوزاعی کے اقوال کو ان کی سندوں کے ساتھ اس کتاب (یعنی جامع بیان العلم وفضلہ) کے ''بَابُ مَعْرِفَةِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ اسْمُ الْعِلْمِ حَقِيقَةً'' (حقیقت میں علم کسے کہتے ہیں؟) میں ذکر کیا ہے، والحمدللہ۔

اور اس باب کی حدیث میں اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد لیا ہو کہ علم وتفقہ کے سب سے زیادہ حقدار بلند مقام، دیندار اور جاہ ومرتبہ والے ہیں، کیونکہ علم جب ان کے پاس ہوتا ہے تو لوگوں کے طبیعتیں ان کے پاس بیٹھنے سے گریز نہیں کرتی ہیں اور جب ان کے علاوہ دوسروں کے پاس ہوتا ہے تو شیطان کو انہیں حقیر سمجھنے کا راستہ مل جاتا ہے، اور وہ لوگوں کے دلوں میں جہالت پر راضی رہنے کا رجحان پیدا کر دیتا ہے تا کہ انہیں بے حسب ونسب غیر دینداروں کے پاس آنے جانے کی نوبت نہ آئے، اور آپ نے اسے قیامت کی نشانیوں اور علم اٹھا لئے جانے کے اسباب میں سے ایک سبب قرار دیا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے کیا مراد لیا ہے:

''فَقَدَ سَادَ بِالْعِلْمِ قَدِيمًا الصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ، وَرَفَعَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ دَرَجَاتِ مَنْ أَحَبَّ''[1]۔

علم کی بنا پر قدیم زمانے میں چھوٹا بڑا آدمی سرداری حاصل کر چکا ہے، اور اللہ عزوجل نے اس کے ذریعہ جس کے درجات چاہا بلند فرما دیا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمان باری:

﴿نَرْفَعُ دَرَجَٰتٍ مَّن نَّشَآءُ﴾ [الأنعام:۸۳، ویوسف:۷۶]۔

---

[1] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۷، نمبر: ۱۰۶۷)۔ (مترجم)

ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرمایا: ''یعنی علم کے ذریعہ''۔

ہم سے خلف بن قاسم اور علی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن رشیق نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن رزین بن جامع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حارث بن مسکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن القاسم نے بتلایا، انہوں نے کہا کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے زید بن اسلم کو آیت کریمہ:

﴿نَرۡفَعُ دَرَجَٰتٖ مَّن نَّشَآءُ﴾ [الأنعام: ۸۳، ویوسف: ۷۶]۔

ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔

کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا:

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے علم کے ذریعہ اس دنیا میں بلندی عطا فرماتا ہے۔

اور ''أصاغر'' انہیں کہتے ہیں جن کے پاس علم نہ ہو، اس پر وہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے جسے امام عبد الرزاق وغیرہ نے معمر کے واسطے سے زہری سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس جوان اور ادھیڑ عمر کے علماء سے بھری رہتی تھی، بسا اوقات آپ اُن سے مشورہ کرتے تھے اور کہتے تھے:

''لَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ حَدَاثَةُ سِنِّهِ أَنْ يُشِيرَ بِرَأْيِهِ؛ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَيْسَ عَلَى حَدَاثَةِ السِّنِّ وَقِدَمِهِ، وَلَكِنَّ اللَّهَ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ''[1]۔

تم میں سے کسی کو اس کی کم عمری اپنی رائے کے ذریعہ مشورہ دینے سے نہ روکے؛ کیونکہ علم کم عمری یا عمر رسیدہ ہونے پر موقوف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ علم جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

---

[1] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۹ نمبر: ۱۰۷۰)۔ (مترجم)

ہم سے خلف بن قاسم نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن قاسم بن شعبان نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے اسماعیل بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے احمد بن نصر بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں نصر بن رباب نے حجاج کے واسطے سے اور انہوں نے مکحول کے واسطے سے بتلایا کہ انہوں نے فرمایا:

''تَفَقُّهُ الرَّعَاعِ فَسَادُ الدِّينِ، وَتَفَقُّهُ السَّفِلَةِ فَسَادُ الدُّنْيَا''[1]۔

نادان اور کم عمر لونڈوں کے علم سیکھنے میں دین کا بگاڑ ہے اور پست لوگوں کے علم سیکھنے میں دنیا کی بربادی ہے۔

ہم سے عبدالرحمن بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے احمد بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن نعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن علی بن مروان نے بیان کیا، انہوں نے کہا: مجھ سے أعمش نے بیان کیا، انہوں نے کہا: میں نے فریابی کو فرماتے ہوئے سنا کہ: سفیان جب ان نبطیوں کو علم لکھتے ہوئے دیکھتے تھے تو ان کے چہرے کی رنگت بدل جاتی تھی، تو میں نے ان سے کہا: اے ابوعبداللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ جب آپ ان لوگوں کو علم لکھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو آپ کو بہت گراں محسوس ہوتا ہے! تو انہوں نے فرمایا:

''كَانَ الْعِلْمُ فِي الْعَرَبِ وَفِي سَادَةِ النَّاسِ، فَإِذَا خَرَجَ عَنْهُمْ وَصَارَ إِلَى هَؤُلَاءِ يَعْنِي النَّبَطَ وَالسَّفِلَةُ غُيِّرَ الدِّينُ''[2]۔

---

[1] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۹، نمبر: ۱۰۷۱)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۲۰، نمبر: ۱۰۷۲)۔ (مترجم)

علم عربوں میں اور سربرآوردہ لوگوں میں تھا، مگر جب ان سے نکل کر ان لوگوں یعنی نبطیوں [1] اور پست لوگوں میں آگیا تو دین ہی بدل دیا گیا! بات ختم ہوئی۔ [2]

اس معنیٰ کی کچھ باتیں امام شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) کے یہاں کتاب ''الاعتصام'' (۲/ ۹۵-۹۶) میں بھی موجود ہیں، فرماتے ہیں:

''رہا مسئلہ نوعمروں کو دیگر (مشائخ وتجربہ کار علماء) پر مقدم کرنے کا، تو یہ جاہلوں کی کثرت اور علم کی قلت کے قبیل سے ہے جیسا کہ گزر چکا ہے' خواہ یہ مقدم کرنا علم کے رُتبوں میں ہو یا کسی اور چیز میں، کیونکہ نوعمر ہمیشہ یا زیادہ تر نو وارد و ناتجربہ کار ہوتا ہے' اس میں علم وبصیرت کی پختگی نہیں ہوتی ہے، نیز اپنے علم وفن میں اتنی مشق وممارست نہیں ہوتی ہے جو اُسے اُس علم وفن کے منجھے ہوئے علماء راسخین کے مقام تک پہنچا دے، اسی لئے لوگوں نے مثل میں کہا ہے:

وابْنُ اللَّبونِ إذا ما لُزَّ في قَرَنٍ

لم يَسْتَطِعْ صَوْلَةَ البُزْلِ القَناعِيسِ [3]

---

[1] نبطی: ملک شام کے کاشتکاروں کا ایک طبقہ ہے جنہیں زمینوں کی آبادکاری اور کاشتکاری کا تجربہ تھا۔ یا یہ ایک قوم ہے جو عراق اور اردن کے درمیان سکونت پذیر تھی، ان کے علاقہ کی ایک تہذیب تھی، اس کی راجدھانی بتراء تھی، مگر اب ''انباط'' کا لفظ بے وقوف اور ناسمجھ عوام پر بولا جاتا ہے۔ دیکھئے: تفسیر غریب ما فی الصحیحین البخاری ومسلم، از محمد بن ابو نصر حمیدی، (ص: ۴۶۱)، ومعجم الغنی الزاہر، مادہ ''نبط''۔ (مترجم)

[2] باب سے لے کر یہاں تک مصنف رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم وفضلہ، از امام ابن عبدالبر سے قدرے اختصار کے ساتھ اقتباس کیا ہے، دیکھئے: (۱/ ۶۱۰-۶۲۰)۔ (مترجم)

[3] یہ شعر جریر بن عطیہ بن خطفی کا ہے جو اس نے عدی بن الرقاع العاملی کی ہجو میں کہا تھا، دیکھئے: دیوان جریر، (ص: ۱۲۸)۔ (مترجم)

اگر اونٹ کے دو سالہ بچے کو دوسرے اونٹ کے ساتھ رسی میں نہ باندھا جائے تو اُسے نو سالہ بھاری بھرکم ٹھوس اونٹوں پر حملہ آور ہونے کی استطاعت نہ ہوگی۔

یہ اس صورت میں جب ہم حدیث کو کم عمری کے معنیٰ پر محمول کریں، اور یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بصراحت موجود ہے۔ لیکن اگر ہم اسے کسی علم وفن سے نئی وابستگی پر محمول کریں- اور نبی کریم ﷺ کی اِن احادیث میں اس معنیٰ کا احتمال ہے، مثلاً آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ''[1]۔

اور قوم کا لیڈر سب سے گھٹیا آدمی ہو جائے۔

نیز فرمایا:

''وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ''[2]۔

اور قبیلہ کا سرداران کا بدعمل آدمی ہو۔

اسی طرح فرمایا:

---

(1) سنن ترمذی، (۴/ ۴۹۵، حدیث: ۲۲۱۱)، ومعجم کبیر، از طبرانی، (۱۸/ ۵۱، حدیث: ۹)، ومعجم اوسط، از طبرانی، (حدیث: ۴۶۹)، حدیث ضعیف ہے، علامہ البانی اور ان سے پہلے دیگر محققین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے: العلل المتناہیۃ فی الأحادیث الواہیۃ، از ابن الجوزی، (حدیث: ۱۴۲۱)، وسلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، (حدیث: ۱۱۷۰، و ۱۱۷۱، و ۱۷۲۷)، وضعیف الجامع، (حدیث: ۲۸۷، و ۶۰۸)، وضعیف الترغیب، (حدیث: ۱۴۰۷، و ۱۷۷۳، و ۱۷۷۴)۔ (مترجم)

(2) سنن ترمذی، (۴/ ۴۹۵، حدیث: ۲۲۱۱)، ومعجم کبیر، از طبرانی، (۱۸/ ۵۱، حدیث: ۹)۔ حدیث ضعیف ہے، علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، (حدیث: ۱۷۲۷)، وضعیف الجامع، (حدیث: ۲۸۷)، وتحقیق مشکاۃ المصابیح، (حدیث: ۵۴۵۰)، وضعیف الترغیب، (حدیث: ۱۷۷۴)۔ (مترجم)

’’إِذَا أُسْنِدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ‘‘[1]۔

جب معاملہ نااہل کو سونپ دیا جائے۔

کہ یہ احادیث ایک ہی معنیٰ میں ہیں-تو کسی چیز سے نئی وابستگی رکھنے والا اُس سے دیرینہ وابستگی رکھنے والے کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

اسی لئے شیخ ابو مدین کے واسطے سے بیان کیا جاتا ہے کہ اُن سے اُن نو عمر لڑکوں کے بارے میں پوچھا گیا جن سے مشائخ صوفیاء نے منع کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد وہ نو عمر ہے جو اب تک پوری طرح علم دین حاصل نہ کیا ہو، چاہے وہ اَسّی سال کا ہو۔

لہٰذا نو عمروں کو دیگر بڑے اور تجربہ کار علماء پر مقدم کرنا جاہلوں کو عالموں پر مقدم کرنے کے قبیل سے ہے، اور اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اُن کے بارے میں ’’سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ‘‘ (بے وقوف، بودی عقل والے) اور ’’يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ‘‘ (وہ قرآن پڑھیں گے وہ اُن کے نرخرے سے آگے نہ جائے گا) اِلخ فرمایا ہے، یہ خوارج کے بارے میں دوسری حدیث پر فٹ ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ’’إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْماً يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ‘‘ (یقیناً اس آدمی کی نسل سے ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے، وہ اُن کے نرخرے سے آگے نہ جائے گا) اِلی آخر الحدیث۔[2] یعنی انہوں نے قرآن کا علم حاصل نہ کیا ہوگا، لہٰذا قرآن محض ان کی زبان پر ہوگا دل میں نہیں ہوگا۔ امام شاطبی رحمہ اللہ کی بات ختم ہوئی۔[3]

---

[1] صحیح بخاری (حدیث: ٦٤٩٦)۔ (مترجم)

[2] حدیث کے مذکورہ مختلف الفاظ ملاحظہ فرمائیں: صحیح بخاری (٣١٦٦، ٦٥٣١، ٦٩٩٥)، وصحیح مسلم (١٠٦٤، ١٠٦٦، والسنۃ، ابن ابی عاصم (٩١٧)۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی رحمہ اللہ، (٢/ ٥٩٠-٥٩١، تحقیق سلیم ہلالی)۔ (مترجم)

البتہ میں اس سلسلہ میں صالح نوجوان کو نظر انداز نہیں کروں گا، کیونکہ علوم ومعارف کو بالشت سے ناپا جاسکتا ہے نہ جسموں کے حجم وساخت سے۔اور نہ ہی یہاں نوعمر سے یہ مقصود ہے، بلکہ درحقیقت علم کے باب میں نوعمر مراد ہے، کیونکہ عمر رسیدہ اور بزرگ حضرات اگرچہ عظمت ووقار کے گلستاں اور جانچ پڑتال کا سرچشمہ ہیں اور عمر رسیدہ شخص کی رائے نوعمر لڑکے کے مظہر سے بہتر ہے، مگر اس کے باوجود نوخیزی اور کم عمری فضائل ومقامات کے حصول اور پیغام رسانی کی ذمہ داریوں کے متحمل ہونے سے مانع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَءَاتَيۡنَٰهُ ٱلۡحُكۡمَ صَبِيّٗا ١٢﴾ [مریم:۱۲]۔

اور ہم نے اسے لڑکپن ہی سے دانائی عطافرمادی۔

اسی طرح اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا:

﴿إِذۡ أَوَى ٱلۡفِتۡيَةُ إِلَى ٱلۡكَهۡفِ﴾ [الکھف:۱۰]۔

ان چند نوجوانوں نے جب غار میں پناہ لی۔

﴿إِنَّهُمۡ فِتۡيَةٌ ءَامَنُواْ بِرَبِّهِمۡ﴾ [الکھف:۱۳]۔

یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے عتاب رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنایا تھا، درانحالیکہ وہ نوجوان تھے اور مکہ میں ان کے علاوہ قریش کے عمر رسیدہ بزرگان موجود تھے۔اسی طرح اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کے لشکر کی سپہ سالاری سونپی تھی، جبکہ اس لشکر میں ان سے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے، بتایا جاتا ہے کہ ان میں عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے [1]۔

---

[1] دیکھئے: "منہاج السنۃ النبویۃ" از شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۸ / ۲۹۲) خلیفہ جعفر مقتدر جب منصب خلافت پر ==

متنبی نے کیا خوب کہا ہے:

فما الحَدَاثَةُ مِنْ حِلْمٍ بِمانِعَةٍ

قَدْ يُوجَدُ الحِلْمُ فِي الشُّبَّانِ والشَّيْبِ[1]

کم عمری عقلمندی سے مانع نہیں ہے، بسا اوقات عقلمندی جوانوں اور بوڑھوں دونوں میں پائی جاتی ہے۔

فکری آوارگی اور حصول علم میں کمزوری کے اسباب:

ان مذکورہ باتوں سے ہم ایک اہم نتیجہ پر پہنچتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مفاہیم اور اخلاق میں انحرافات اور عقائد میں اضطراب و حیرانی جیسی ''فکری آوارگی'' کو امت اور اس کی نئی نسل میں اپنا مقام اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ علماء کرام تبلیغ دین کے فریضہ کی ادائیگی اور عقلوں کو علم نافع کی غذا فراہم کرنے میں پیچھے ہوتے ہیں، تاکہ انہیں کسی بھی قسم کے خارجی موثر سے محفوظ رکھا جاسکے، جبکہ اہل علم وایمان کی بنیادی ڈیوٹی[2] (ذمہ داری) یہی ہے۔

== فائز ہوئے تو ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ اسی لئے کسی عالم نے ''مناقب الشبان وتقدیمھم علی ذوی الأسنان'' کے عنوان سے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ [اس کتاب کے مولف نامعلوم ہیں، جبکہ امام سیوطی رحمہ اللہ کے بقول مولف نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب خلیفہ جعفر کے لئے تالیف کی تھی، جو سنہ ۲۹۵ھ میں منصب خلافت پر فائز ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب قدیم ہے۔ دیکھئے: خزانۃ الأدب ولب لباب لسان العرب، از عبد القادر بغدادی (۱۰۹۳ھ) (۲/۴۶، حاشیہ ۱) (مترجم)]، اسی طرح لسان الدین ابن الخطیب (وفات: ۷۷۶ھ) کا ایک رسالہ بعنوان ''إعلام الأعلام بمن بویع من ملوک الاسلام قبل الاحتلام'' ہے۔ دیکھئے: خزانۃ الأدب (۲/۴۶)۔

[1] دیکھئے: شرح دیوان المتنبی، از برقوقی، (۱/۲۰۶)۔ (مترجم)

[2] لفظ ''وظیفۃ'' (ڈیوٹی) کے بارے میں دیکھئے: شرح إحیاء علوم الدین، از زبیدی (۱/۳۰۵)۔

اور اسی وجہ سے اس ذمہ داری کی ادائیگی سے پیچھے رہنے والا اپنی کوتاہی کے بقدر گناہ کا مستحق ہوگا۔

اعراض و بے اعتنائی کا ایک مظہر یہ ہے کہ بعض اہل علم اپنی مجلسوں میں ان اضطرابات اور نقطہائے نظر کے آنے اور قبول کرنے کے سبب پر تو بحث کرتے ہیں، مگر اس سبب پر ٹھہر کر غور نہیں کرتے، بلکہ اپنی خوابگاہوں میں پڑے رہتے ہیں؟

بھلا انہیں کیسے سکون رہتا ہے، جبکہ دشمن ان کے گھروں کے دروازوں پر موجود ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات ان کے گھروں میں جا گھسا ہوتا ہے؟

اس کے اسباب کو سرسری طور پر حسب ذیل نقاط میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اہلیت ولیاقت مندوں کا فریضۂ تبلیغ اور دور حاضر کے میدان میں اترنے سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔

۲۔ صحیح اور ستھرے تعاون کی کمزوری۔

۳۔ بیماریوں کی تشخیص اور ان کے علاج کی جانب توجہ کی کمی۔

۴۔ ایمانی قوت کے فقدان کے سبب "شہرت طلبی" کے مرض کا ناسور بن جانا۔

۵۔ طالب علم اور کتب سلف کے مابین تعلق و وابستگی کے بندھن کا ٹوٹ جانا، کیونکہ اب حصول علم مذکرات (نوٹس) اور جدید مولفات پر منحصر ہوگیا ہے۔

۶۔ اصطلاحات میں "علمی زبان" کو ایسی چیزوں سے بدل دینا جو کتب سلف کے لئے مطلوب "علمی زبان" سے ہم آہنگی نہیں رکھتا۔

یہ مذکورہ بیماریوں کو جنم دینے والے چند مصائب وآلام ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی موعد ومعاد ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”علم کے پاسبانوں پر واجب ہے کہ امت کے لئے دین کے علم اور اس کی تبلیغ کی حفاظت ونگرانی کریں؛ اگر وہ انہیں دین کا علم نہیں پہنچائیں گے یا اس کی حفاظت چھوڑ دیں گے تو یہ مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہوگی، اسی لئے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى ٱلْكِتَٰبِ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾﴾

[البقرۃ:۱۵۹]۔

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

کیونکہ ان کے علم چھپانے کا نقصان چوپایوں وغیرہ تک تجاوز کر گیا، چنانچہ تمام لعنت کرنے والوں نے ان پر لعنت کی حتیٰ کہ مویشیوں نے بھی“[1]۔

ان تفصیلات کے بعد، اللہ کی قسم! جو شخص قرآنی آیات کے معانی سے ہدایتیاب ہو، نہ اُسے نبی کریم ﷺ کے سنن وآثار کا علم ہو اُس کے لئے بار بار حرام ہے کہ وہ مقام علم پر براجمان ہو، اور اس کے حرم مقدس میں داخل ہو، وہ علم کی چہار دیواری کو ڈھانے کی کلہاڑی اور بیلچہ ہے، اور اس کی حدود وحرمت کو تار تار کرنے والا ہے، یہی شخص ناکارہ محروم ہے، اس کا علم وبال ہے اور اس کی محنت رائیگاں ہے، ہم بدبختی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے یہاں جو کچھ قلمبند کیا ہے اس کی دلیل درحقیقت اس شخص

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۸/ ۱۸۷)۔

کے خلاف حجت ہے جس کے دل سے اللہ کا واعظ (حجت و دلائل کا اثر، احساس گناہ) نکل گیا ہے درانحالیکہ وہ علم شرعی میں ناحق گھس پیٹھ کئے ہوئے ہے جبکہ اس سے علم فوت ہو چکا ہے، اس نے عمل میں کوتاہی کی ہے، اور وقت بھی جا چکا ہے' ماضی، حال، مستقبل کچھ باقی نہیں ہے، علماء کی شاگردی میں رہ کر کسب فیض، صحیح رہنمائی، کثرت جستجو، طویل بحث وتحقیق، سمجھدار دل اور خوب پوچھنے والی زبان کے ذریعہ حصول علم ناپید ہو چکا ہے۔

ابو بکر احمد بن محمد بن احمد دینوری (۵۳۲ھ) رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

تَمَنَّيْتَ أَنْ تُمْسِيَ فَقِيهًا مُنَاظِرًا
بِغَيْرِ عَنَاءٍ وَالْجُنُونُ فُنُونُ
وَلَيْسَ اكْتِسَابُ الْمَالِ دُونَ مَشَقَّةٍ
تَلَقَّيْتَهَا، فَالْعِلْمُ كَيْفَ يَكُونُ[1]

تمہاری تمنا ہے کہ بلا محنت ومشقت فقیہ ومناظر بن جاؤ، واقعی جنون کی کئی قسمیں ہیں، جب محنت وجانفشانی کئے بغیر مال کمانا ممکن نہیں تو حصول علم کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

چنانچہ یہ متعالم بے پناہ غلطیاں کرتا ہے، اُسے عربی زبان کی کوئی شدبد نہیں ہوتی۔ نہ ہی وہ فقہ جانتا ہے چہ جائیکہ وہ فقیہ ہو، پہلے فقیہ النفس ہو کر تو دکھائے، یعنی: وہ شخص جو احکام کو ان کے شرعی دلائل سے جوڑتا ہے، یہ علماء شریعت کی سب سے عمدہ خوبی ہے۔

رہا مسئلہ حدیث کا، تو اُسے حدیث سے کیا سروکار۔ محدث ابوسعد سمان معتزلی (۴۴۵ھ) نے کہا تھا:

---

[1] دیکھئے: ذیل طبقات الحنابلۃ، از ابن رجب حنبلی، (۴۲۹/۱)، و الکامل فی التاریخ، از ابن الأثیر جزری، (۹۹/۹)۔ (مترجم)

"مَنْ لَمْ يَكْتُبِ الحَدِيْثَ لَمْ يَتَغَرْغَرْ بِحَلاَوَةِ الإِسْلاَمِ"[1]۔

جس نے حدیث نہیں لکھا اُس نے اسلام کی مٹھاس کا کوئی مزا نہیں چکھا۔

رہی بات کتاب اللہ کے فہم کی، تو وہ تو عقاب کے انڈوں سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ اور میری اس بات سے تعجب نہ کریں کیونکہ یہ ائمۂ سابقین کے شکوہ کا امتداد ہے۔ اسی قبیل سے امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی ہے، فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا اليَوْمَ، فَقَدْ اتَّسَعَ الخَرْقُ، وَقَلَّ تَحْصِيْلُ العِلْمِ مِنْ أَفْوَاهِ الرِّجَالِ، بَلْ وَمِنَ الكُتُبِ غَيْرِ المَغْلُوْطَةِ، وَبَعْضُ النَّقَلَةِ لِلْمَسَائِلِ قَدْ لاَ يُحْسِنُ أَنْ يَتَهَجَّى"[2]۔

رہا معاملہ آج کا تو شگاف بہت بڑا ہو چکا ہے، اور براہ راست لوگوں کی زبانوں سے علم حاصل کرنا کم ہو گیا ہے بلکہ ایسی کتابوں سے بھی جن میں غلطیاں نہ ہوں، اور مسائل نقل کرنے والے بعض لوگ ایسے ہیں جو اچھی طرح ہجے کرنا بھی نہیں جانتے۔

نیز ہدبہ بن خالد رحمہ اللہ (۲۳۵ھ) کی سیرت میں لکھتے ہیں[3]:

عبدان کہتے ہیں: میں نے عباس بن عبدالعظیم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ امیہ بن خالد کی کتابیں ہیں، یعنی جن سے ہدبہ بن خالد بیان کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ہدبہ نے اپنے بھائی خالد کے ساتھ علم حاصل کیا ہے اور کتابوں کے لکھنے اور اعراب وحرکات درست کرنے میں دونوں شریک رہے ہیں، اس لئے ان کے لئے جائز

---

[1] سیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی، (۱۸/ ۵۷)، وتاریخ دمشق، از ابن عساکر، (۹/ ۲۲)۔ (مترجم)

[2] سیر أعلام النبلاء، (۱۱/ ۳۷۷)۔

[3] سیر أعلام النبلاء، (۱۱/ ۹۹)۔

و درست ہے کہ اپنے بھائی کی کتابوں سے روایت کریں۔آج اگر گزرے ہوئے لوگ ہمیں دیکھتے کہ ہم کسی بھی لکھے ہوئے صحیفہ سے جو جاہل ترین شیخ کا اجازہ ہوتا ہے، سنتے ہیں اور اس کے دوسرے نسخے سے روایت کرتے ہیں جن دونوں کے درمیان بے شمار اختلاف اور طرح طرح کی غلطیاں ہوتی ہیں، تو کیا کہتے! چنانچہ ہمارا فاضل شخص حسب استطاعت اپنے حافظہ سے اس کی تصحیح کرتا ہے۔ہمارا طالب علم بچوں کے نام لکھنے میں مشغول ہوتا ہے، ہمارا عالم لکھتا ہے اور ہمارا شیخ سوتا رہتا ہے۔اور نوجوانوں کا ایک طبقہ مشابہت ونقالی اور گپ شپ کی دوسری وادی میں کھویا رہتا ہے، ہر بدعتی ہم سے اپنی بھڑاس نکال رہا ہے اور ہر مومن ہم پر تھوک رہا ہے، کیا یہ خس وخاشاک امت کے دین کا تحفظ کریں گے؟ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ ہدبہ پر رحم فرمائے، آج ہدبہ جیسے لوگ کہاں ہیں؟ البتہ وہ حافظہ میں شعبہ جیسے نہیں ہیں"، بات ختم ہوئی۔

اور اللہ تعالیٰ امام ابن رشد پر رحم فرمائے، وہ فرماتے ہیں:

"كَانَ الْعِلْمُ فِي الصُّدُورِ فَصَارَ الْآنَ فِي الثِّيَابِ"[1]۔

علم سینوں میں تھا مگر اب کپڑوں میں جا چکا ہے۔

رہی بات عملی کوتاہی کی: تو بہت سے دیکھنے والوں نے ایسے چہرے دیکھے ہیں جن پر معصیت کی ذلت ورسوائی اور نیک اخلاق اور اچھے طور طریقہ کی محتاجگی چھائی ہوئی ہے۔ چنانچہ علم کے کسی بھی میدان میں آگے آنے والے بہتیرے ایسے ہیں جو داڑھیاں مونڈنے والے[2]، سونے کی انگوٹھی پہننے والے، تمباکو کھانے والے، سر کا کچھ حصہ مونڈ کر

---

[1] خلاصۃ الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر، از محبی، (۱/ ۲۷۵)۔

[2] مصریوں کے لہجے میں "قرندل" داڑھی مونڈنے والے کو کہتے ہیں، جیسا کہ "الضوء اللامع" (۱۰/ ۱۰۱) میں ہے۔

(قزع) بنانے والے ہیں، بلکہ نماز باجماعت میں بھی حاضر نہیں ہوتے، سوائے کبھی کبھار کے۔

اور اللہ تعالیٰ قاضی فارقی شافعی (۵۲۸ھ) پر رحم فرمائے، وہ تو میت کے قزع (باقیماندہ بال) کو بھی مونڈنے کے قائل تھے، کہتے تھے: جس طرح زندہ کے قزع (باقیماندہ بالوں) کو چھوڑنا مکروہ ہے اُسی طرح مردہ کے باقیماندہ بالوں کو چھوڑنا بھی ناپسندیدہ ہے[1]۔

اور جب یہ صورتحال ان چیزوں میں ہے جن کے ذریعہ مخلوق کا بالمشافہہ سامنا کیا جاتا ہے، تو اس کے علاوہ ان چیزوں میں کیا حال ہوگا جن میں اعتقادی افکار ونظریات پوشیدہ ہوتے ہیں، جن کی گندگی اور فساد عقیدۂ سلف میں شامل ہونے سے مانع ہے۔ پہلے اور بعد میں ہمیشہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سے راضی ہو جن سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''هَتَفَ الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ''[2]۔

علم عمل کو آواز دیتا ہے اگر وہ جواب دیدے (عمل کرلے) تو ٹھیک ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔

اور کسی نے کہا ہے[3]:

---

[1] طبقات الشافعیۃ، از امام سبکی (۷/ ۵۹)۔

[2] دیکھئے: اقتضاء العلم العمل، از خطیب بغدادی، (ص: ۳۵، فقرہ: ۴۰)، وبغیۃ الطلب فی تاریخ حلب، از احمد بن عمر العدیم، (۸/ ۳۶۳۷)، وتدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، از سیوطی، (۲/ ۷۳۵)۔ (مترجم)۔

[3] یہ احمد بن علوان یمنی ہیں جو ایک بڑے صوفی تھے، ان کی وفات سنہ (۶۶۵ھ) میں ہوئی۔ (مترجم)

''علم ایک دعویٰ ہے، عالم دعویدار ہے اور عمل اس کا گواہ ہے، لہٰذا جو اپنے دعویٰ پر گواہی پیش کرے گا مسلمانوں کے حق میں اسی کا فتویٰ درست ہوگا''[1]۔

امام فراء نحوی (یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ) (۲۰۷ھ) نے فرمایا تھا:

''أَدَبُ النَّفْسِ ثُمَّ أَدَبُ الدَّرْسِ''[2]

پہلے نفس کا ادب مطلوب ہے پھر درس کا ادب۔

اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الْعَابِدِ الْجَاهِلِ، وَفِتْنَةِ الْعَالِمِ الْفَاجِرِ، فَإِنَّ فِتنَتَهُمَا فِتْنَةٌ لِكُلِّ مَفْتُونٍ''[3]

جاہل عبادت گزار کے فتنہ سے اور بدعمل عالم کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ ان دونوں کا فتنہ ہر شخص کے لئے فتنہ ہے۔

خلاصۂ کلام اینکہ دین پر استقامت دنیوی مفادات اور ناپائیدار مقاصد کے حصول سے کنارہ کش رہنے کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔

چنانچہ امام (احمد بن محمد بن فضل ابن الخازن) دینوری رحمہ اللہ (۵۱۸ھ) کے یہ اشعار اس قسم کے بعض لوگوں کی حالت زار کی خوب عکاسی کرتے ہیں:

---

[1] دیکھئے: الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ، از علامہ مناوی، (۱/ ۱۴۰ نمبر: ۴۸۲)۔ (مترجم)

[2] المنتظم، از ابن الجوزی (۶/ ۲۸۲)، والعلل، از امام احمد (۲/ ۱۶۸)۔ [نیز دیکھئے: الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۳۰۳، فقرہ: ۶۵۲)، نیز دیکھئے: تاریخ بغداد، (۶/ ۳۵۳)۔ (مترجم)]۔

[3] الزہد والرقائق لابن المبارک، (۲/ ۱۸)، والمدخل إلی السنن الکبری، از بیہقی، (ص: ۳۳۵، فقرہ: ۵۴۴)، وحلیۃ الأولیاء، از ابو نعیم اصفہانی، (۷/ ۳۶)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال، از مزی، (۱۱/ ۱۶۸)، والجرح والتعدیل، از امام ابن ابو حاتم، (۱/ ۹۲)۔ (مترجم)

من يستقمْ يُحرمْ مناهُ ومن يزغْ
يختصُّ بالإسعافِ والتَّمكينِ
انظرْ إلى الألفِ استقامَ ففاتهُ
عجمٌ وفازَ به اعوجاج النُّونِ [1]

جو سیدھا رہے گا اپنی تمناؤں سے محروم کر دیا جائے گا، اور جو ٹیڑھا ہوگا اُسے خصوصی مدد اور مضبوطی سے نوازا جائے گا، الف کو دیکھ لو کہ سیدھا ہونے کے سبب اُسے نقطہ نہیں ملا اور ٹیڑھا ہونے کے سبب نون اُس سے کامیاب ہوگیا۔

یہ چند نمونے ہیں جن میں علمی دعویداروں کی اوچھی حرکتوں کی مصیبتیں ہیں، اور ان شاء اللہ پڑھنے والا اس تحریر کو نمایاں اور بے نقاب کرنے والا دیکھے گا جو ان کی اوچھی حرکتوں کو بے نقاب کرے گا اور ان کے عیوب ونقائص کی قلعی کھولے گا، تاکہ ان تباہ کن آفتوں سے بچانے کا ذریعہ اور ہر علم کے جھوٹے دعویدار کی حقیقت آشکارا کرنے والا ہو، اور یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے دین وشریعت کی غیرت اور اس کی حمایت ونصرت کی راہ میں حصول اجروثواب کے لئے۔

ہر حیران و پریشان شخص جو عرصۂ دراز سے تعالم (علمی ودعوتی خیانت) کے مرض میں مبتلا ہو اُس میں ٹھڈیوں تک ڈوب چکا ہو اور جو اُس کی راہ پر ابھی آغاز عشق میں ہو اُس سے اپیل ہے کہ وقت نکال کر اس رسالہ کو پڑھنے کی زحمت کرے اِسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہے؛ کیونکہ یہ رسالہ اور وہ دو مخالف سمتوں میں ہیں، اگر چہ کہ یہ رسالہ اُسے آگ بگولا اور چراغ پا کر دے گا، اور اُسے ذلت وخواری کی کھائیوں میں پھینک دے گا، چنانچہ ذلت اُسے اپنے

---

[1] دیکھئے: وفیات الأعیان، از ابن خلکان، ۱/ ۱۴۹، والوافی بالوفیات، ازصفدی، (۸/ ۵۲)۔(مترجم)

پیروں تلے روندے گی، اپنے دانتوں سے چبائے گی اور وہ اپنی مجرمانہ کرتوت کی بیڑیوں میں بندھا ہوگا، کیونکہ وہ محض خیالی وجود میں زندہ ہے اپنے دین، قیمت، اور ادب واخلاق میں مردہ ہے، اور وہ اپنی آدمیت کی طرف ہرگز نہیں لوٹ سکتا جب تک کہ اپنی علمی خیانت سے براءت نہ کرلے اور اُس کی آفتوں سے بچ نہ جائے' ساتھ ہی اُس کے پاس ایک خاصی مقدار میں ایمان، تقویٰ اور حق وخیر میں ہمت وشجاعت بھی ہو۔ اور یہ رسالہ سب سے پہلے اُس کی ''علمی دعویداری'' کے وہمی وخیالی مسئلہ کو پکڑ کر اُسے مریض بنادے گا اور ہلاک کردے گا یہاں تک کہ وہ اپنی بڑی موت مرجائے گا۔

نتیجہ میں ہر شہر ودیہات میں علم وفضائل کے پرستاروں کے لئے مجد وشرافت کا بلند مقام باقی رہے گا۔

اوران شاء اللہ ''ایک شخص میں کئی شخصیات'' کے نظریہ یعنی: علمی ودعوتی خیانت کی شخصیت، تقیہ کی شخصیت اور حق کے نام پر نرم جوئی کی شخصیت' کے حاملین کے پہلوؤں میں بیٹھے ہوئے تبریری نظریہ کو نیست ونابود کردے گا۔

ایک شخص میں ''کئی شخصیات'' کا نظریہ بڑا عجیب وغریب اور سطحی نظریہ ہے جو امت کو الحاد وبے دینی کی طرف لے جاتا ہے، اس کے فضائل ومناقب چوس کر اور اُسے بے وقعت بنا کر حد درجہ ذلت وخواری اور گراوٹ وپستی میں دھکیل دیتا ہے، نیز اُسے تفرق وتشتت کی گہرائیوں میں پھینک کر دوسروں کے ساتھ ضم اور تحلیل ہوجانے پر آمادہ کرتا ہے۔ درانحالیکہ یہ نظریہ جانوروں کے دائرے اور مویشیوں کے باڑے میں رہتا ہے، اس کے نتیجہ میں گھٹیا حاجت والے کا مقصد محفوظ ہوجاتا ہے اور وہ اس شکاری کرگس (گِدھ) کی طرح زندگی گزارتا ہے جسے صرف اپنے جانوروں اور لذیذ خوراک سے غرض ہوتی ہے۔

البتہ یہ نظریہ جس کا ایک حصہ علمی و دعوتی خیانت ہے ایک تثلیثی پیداوار ہے جو امت کو اعراف کے میدان میں لاکھڑا کرتا ہے، کیونکہ یہ طاق کا شیطان [1] اور دینداروں کو دین سے بے دخل کرنے اور ایمان کی کڑیوں کو تارتار کرنے میں طلاق بتہ (حتمی نتیجہ) ہے۔

دراصل مارنے، دھوکہ دینے، مٹی میں لت پت کرنے اور لمبی لمبی جھوٹی امیدیں دلانے کا راستہ وہ کانٹا ہے جو نا قابل برداشت ہے اور وہ غضبناک جھٹکا ہے جس سے پہلے عارفین اور بصیر تمندوں کا صبر بکھر جاتا ہے، رہا مسئلہ عوام الناس کا تو وہ علانیہ دشمنی سے ہی حرکت میں آتے ہیں۔ رہیں خفیہ آوازیں تو وہ اپنا کام کرتی ہیں مگر اُسی وقت بیدار کر پاتی ہیں جب خسارہ کا وقت آن پڑتا ہے؟

کوئی مردہ عالم اور بہکے ہوئے جاہل کی بابت ہماری مدد فرمائے؟

[1] یہ محمد بن لقمان کا لقب ہے جس کی پارٹی کا لقب ''شیطانی'' ہے، کیونکہ وہ اور اس کی پارٹی - اللہ کی ان پر لعنت ہو- کہتی ہے: ''اللہ تعالیٰ ابومسلم خراسانی میں حلول کر گیا ہے''۔ التعلیم والارشاد (ص:۱۷۸)۔

علمی ودعوتی خیانت کے مظاہر

① فتویٰ میں علمی خیانت:

فتویٰ تپتا ہوا انگارا ہے، اس کے باوجود آپ جو چاہیں منحرف، بے دلیل، بے سروپا، آزاد، تحقیق وجستجو سے عاری، محض جرأت وجسارت پر مبنی فتوے سنتے جائیں، جو مخلوق کو مشقت میں ڈالتے ہیں، حلق سے نیچے نہیں اترتے، حق کی بنیادوں پر قائم نہیں ہوتے، بلکہ حق وباطل کی بنیادوں پر بھی مبنی ہوتے ہیں، چنانچہ یہ مفتیان انتظار میں ہوتے ہیں کہ ذمہ دار اُسے شریعت مطہرہ کی روشنی میں وجہ جواز فراہم کرنے کے لئے تصرف کرے، حتیٰ کہ بعض بڑے مزدوروں نے اُن کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: ''ایک چوزہ کے عوض فتویٰ''۔

اس کی سب سے بڑی دلیل نظام فتویٰ کا اضطراب اور مفتیوں کا مسلسل اختلاف وانتشار میں پڑے رہنا ہے۔

اسی قبیل سے وہ رویہ بھی ہے جو آپ بعض علم سے نسبت رکھنے والوں کے حالات دیکھتے ہیں، چنانچہ آپ اُسے دیکھیں گے وہ اپنے دونوں پیروں کو علمی ودعوتی خیانت کے میدان میں گھسیٹر دیتا ہے، اپنے بالمقابل کسی کو عشر عشیر نہیں سمجھتا، اُس چیز سے خوش ہوتا ہے جس سے عقلمند کو تکلیف پہنچتی ہے، مستفتی کو بلا جواب لوٹانے کی جسارت کرنے سے احتراز کرتا ہے، نتیجۃً بلا علم اللہ تعالیٰ پر بولنے کی جرأت وجسارت کرتا ہے۔ اوران گھسی پٹی معلومات کی بنیاد پر فتوے دیتا ہے جس پر زمانہ گزر چکا ہے، اُسے اتنا پتہ نہیں ہوتا کہ کتابوں کے اندر سے

معلومات کیسے نکالے، محض ظن وگمان پر تکیہ کرتا ہے جبکہ گمان سب سے بڑا جھوٹ ہے، بلکہ آپ دیکھیں گے کہ وہ سوال مکمل ہونے سے پہلے جواب دینا شروع کر دیتا ہے- اللہ فتاح علیم کی ذات پاک ہے- دائیں بائیں جانب مڑتا ہے، ٹیپ ٹاپ اور تراش خراش کا مظاہرہ کرتا ہے [1]، اپنے شکستہ بناوٹی جواب پر اتراتے ہوئے حاضرین کو میم کی درمیانی سفیدی سے کم یا کمینہ کے سینہ سے تنگ وقت میں ان مسائل کا جواب دیتا ہے جن کا اسلام کے بڑے بڑے علماء اور چوٹی کے ائمہ جواب دینے سے توقف کرتے ہیں۔

فقیہ منصور بن اسماعیل تمیمی شافعی (۳۰۶ھ) نے کیا خوب کہا ہے [2]:

وَقَالَ الطَّانزُونَ له فقيه

فصَعَّدَ حاجِبَيْهِ به وَتَاهَا

وَأطَرَقَ للمُسَائِل أَيْ بَأَنِّي

وَلَا يَدري لعمرك مَا طَحَاهَا [3]

طنز ومذاق کرنے والوں نے اُسے فقیہ کہا تو اُس نے اپنے نگاہیں اٹھائی اور اترانے لگا، اور سائل کے سامنے سر جھکا کر غور کرنے لگا کہ میں (ابھی جواب دیتا ہوں)، حالانکہ درحقیقت وہ "ماطحاھا" بھی نہیں جانتا۔

---

[1] یعنی تم اُس کی آواز سنوگے اور ٹیپ ٹاپ دیکھوگے۔ یہ عربوں کے امثال میں سے ہے جیسا کہ "سمط اللآلی، از امام عبداللہ بکری اندلسی (۴۸۷ھ) (۱/۴۲۶) میں ہے۔

[2] ان کے کچھ رواں دواں متداول اشعار ہیں، ان میں سے یہ شعر بھی ہے: "لي حيلة فيمن ينم" (دونوں مصرعے)۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء (۱۴/۲۳۸)۔

[3] الدر الفرید وبیت القصید، از محمد مستعصمی، (۱۱/۹۱، نمبر: ۱۴۹۲۱)۔ (مترجم)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا[1]:

بعض علماء نے کہا ہے:

''فتویٰ دہی کا حریص، اس کی طرف سبقت کرنے والا اور ہمیشہ اُسی میں لگے رہنے والا زیادہ تر قلت توفیق اور اپنے معاملہ میں اضطراب و حیرانی کا شکار ہوتا ہے۔ اور اگر اُسے ناپسند کرنے والا ہو، خود اس کی چاہت نہ کرے، بلکہ اس سے بچنے کی گنجائش نہ ہو، اور اُسے دوسرے کے حوالہ کرنے کی قدرت ہو، تو اللہ کی جانب سے اس کی مدد زیادہ ہوتی ہے اور اس کے فتوؤں اور جوابات میں درستی غالب ہوتی ہے''[2]۔

بشر بن حارث حافی بغدادی رحمہ اللہ (۱۵۰-۲۲۷ھ) نے فرمایا:

''مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْأَلَ، فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسْأَلَ''[3]۔

جو چاہے کہ اس سے سوال کیا جائے، وہ سوال کئے جانے کا اہل نہیں!

اور امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''أَخْبَرَنِي رَجُلٌ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَوَجَدَهُ يَبْكِي، فَقَالَ لَهُ: مَا يُبْكِيكَ؟ وَارْتَاعَ لِبُكَائِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَمُصِيبَةٌ دَخَلَتْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: لَا، وَلَكِنِ اسْتُفْتِيَ مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ، وَظَهَرَ فِي الْإِسْلَامِ أَمْرٌ عَظِيمٌ. قَالَ رَبِيعَةُ: وَلَبَعْضُ مَنْ يُفْتِي هَا هُنَا أَحَقُّ بِالسَّجْنِ مِنَ السُّرَّاقِ''[4]۔

---

[1] بدائع الفوائد، (۳/ ۷۷۲)، نیز دیکھئے: إعلام الموقعین، (۴/ ۲۰۷)۔

[2] یہ قول شیخ الشافعیہ عبدالواحد بن الحسین صیمری (۴۰۵ھ) اور امام خطیب بغدادی کا ہے، دیکھئے: صفۃ المفتی والمستفتی، (ص: ۱۴۱)، والفقیہ والمتفقہ از خطیب بغدادی، (۲/ ۳۵۰)۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ (۲/ ۱۰۶۶/ ۲۰۶۰)، والفقیہ والمتفقہ، از خطیب بغدادی، (۲/ ۳۵۳) (مترجم)۔

[4] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۲/ ۱۲۲۵، فقرہ: ۲۴۱۰)۔ (مترجم)

مجھے ایک شخص نے بتلایا کہ وہ امام ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن الرائ (۱۳۶ھ) کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اور انہیں روتا دیکھ کر گھبرا گیا، کہا: کیا آپ پر کوئی مصیبت آگئی ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ ایسے شخص سے فتویٰ پوچھا گیا ہے جسے اس کا علم نہیں ہے! اور اسلام میں ایک بہت بڑی بات ظاہر ہوگئی ہے۔ امام ربیعہ نے مزید فرمایا: یہاں فتویٰ دینے والے کچھ لوگ چوروں سے زیادہ قید کئے جانے کے مستحق ہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے [1]:

''اگر امام ربیعہ ہمارے دور، بلا علم کے فتویٰ دہی کے منصب پر فائز وقابض ہونے، زبردستی اس کی طرف ہاتھ بڑھانے، اور ناتجربہ کاری، بدکرداری اور باطن کی نہوست کے باوجود جہالت وجرأت کے ساتھ اُس پر چڑھ دوڑنے کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ جبکہ وہ اہل علم کے درمیان پھوہڑ یا اجنبی ہوتا ہے' چنانچہ اُسے کتاب وسنت اور آثار سلف کا سرے سے کوئی علم ہوتا ہے' نہ وہ اچھی طرح جواب دے سکتا ہے، اور اگر کبھی تقدیر شامل حال ہو جائے تو آپ دیکھیں گے اس کا فتویٰ یہ ہوگا کہ: فلاں بن فلاں ایسے ہی کہتے ہیں۔

يَمُدُّون للإفتاء باعًا قصيرةً

وأكثرهم عند الفتاوى يُكَذْلِكُ [2]

---

[1] دیکھئے: صفة المفتي والمستفتي، از نجم الدین احمد بن حمدان حنبلی (۶۹۵ھ)، (ص: ۱۴۲)، نیز دیکھئے: تعظیم الفتیا، از امام ابن الجوزی، (ص: ۱۱۳، نمبر: ۴۶)، وآداب المفتي والمستفتي، ابن الصلاح، (ص: ۸۵)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: إعلام الموقعين عن رب العالمين، از ابن القیم (۶/ ۱۱۸)، والفکر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی، از محمد بن حسن الحجوی الفاسی (۲/ ۴۸۹)۔ (مترجم)

لوگ فتویٰ دہی کے لئے چھوٹے ہاتھ بڑھاتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر لوگ فتوؤں کے وقت کہتے ہیں: فلاں نے ایسا ہی کہا ہے۔

اور ان میں سے بیشتر کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے علامہ ابو محمد ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں [1]:

”ہمارے یہاں اندلس میں ایک کم علم مفتی تھا، وہ اس وقت تک فتویٰ نہیں دیتا تھا جب تک کہ کوئی اس سے پہلے جواب نہ لکھ دے، چنانچہ وہ اس جواب کے نیچے لکھ دیتا تھا: میرا جواب شیخ کے جواب کی طرح ہے، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کسی جواب میں دو مفتیوں کا تعارض ہوگیا، تو اس نے ان دونوں کے نیچے لکھ دیا: میرا جواب دونوں مفتیوں کے جواب کی طرح ہے! تو اس سے کہا گیا: ان دونوں علماء کا تعارض ہے۔ تو اس نے کہا: جیسے ان دونوں کا تعارض ہے ویسے ہی میں بھی متعارض ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر عالم، سردار و ذمہ دار اور فاضل شخصیت کے مقابل ایسے شخص کو کھڑا کیا ہے جو اس کی مشابہت ظاہر کرتا ہے، اور جہلاء- اور انہی کی اکثریت ہے- اُسے اُس کا مد مقابل اور ہم پلہ سمجھتے ہیں، نیز یہ کہ وہ میدان میں اُس کے شانہ بشانہ چل رہا ہے، اور مقابلہ آرائی میں دونوں کی مثال ہم پلہ گھوڑوں جیسی ہے؛ بالخصوص جب وہ آستین (دامن) لمبی کرلے، گدھی کی دُم کی طرح اپنے پیچھے لمبے گیسو لٹکالے، چرب زبانی کرے اور اس کے لئے لمبا چوڑا میدان گھوڑسواروں سے خالی ہو جائے۔

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

---

[1] دیکھئے: الاحکام فی أصول الأحکام، از امام ابن حزم، (۶/ ۷۵-۷۷)۔ (مترجم)

وَلَوْ لَبِسَ الْحِمَارُ ثِيَابَ خَزٍّ
لَقَالَ النَّاسُ: يَا لَكَ مِنْ حِمَارِ [1]

اگر گدھا ریشم کے کپڑے پہن لے تو لوگ اسے بھی کہیں گے: واہ تو کیا گدھا ہے!

اس قسم کے لوگوں سے علم وفضل کی بنا پر نہیں بلکہ شکل وصورت کی بنا پر اور اہلیت ولیاقت کی بنا پر نہیں عہدہ ومناصب کی بنا پر فتوے پوچھے جاتے ہیں، اور ان کے پاس جاہلوں نادانوں کے جمگھٹے اور ان کی طرف اُن سے بھی بڑے جاہلوں کی سبقت نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، حقوق اُن کے بارے میں اللہ سے آہ وبکا کر رہے ہیں اور احکام اُن کی بابت اپنے نازل کرنے والے (اللہ) سے نالہ وفریاد کر رہے ہیں۔

لہذا جو شخص جرأت وجسارت کے ساتھ کسی فتوی، یا قضاء وفیصلہ یا تعلیم وتدریس کے منصب پر فائز ہونے کا اقدام کرے گا جس کا وہ اہل نہیں ہے وہ مذمت کا مستحق ہوگا اور اس کا فتوی یا فیصلہ قبول کرنا حلال نہ ہوگا، یہ دین اسلام کا فیصلہ ہے:

وإنْ رَغِمَتْ أنوفٌ من أناسٍ
فَقُلْ يا رب! لا ترغم سواها

اگرچہ کچھ لوگوں کی ناکیں خاک آلود ہوں، تو دعاء کرو: اے پروردگار! اس کے علاوہ کو خاک آلود نہ کرنا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ کی بات ختم ہوئی [2]۔

---

[1] دیکھئے: الدر الفرید وبیت القصید، از محمد المستعصمی، (۱۰/۳۰۶، نمبر: ۱۵۶۱۶)، والتمثیل والمحاضرۃ، از ابو منصور الثعالبی، (ص: ۳۴۵)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: إعلام الموقعین عن رب العالمین، (۶/۱۱۹)۔ (مترجم)

اسی طرح امام شاطبی رحمہ اللہ ''الاعتصام'' (۲/ ۱۷۲-۱۷۵) میں ''مبحث : اہل قبلہ کے مابین اختلاف'' کے تحت فرمان باری تعالی:

﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝١١٨ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ [ھود:۱۱۸،۱۱۹]۔

وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے ۔ بجز ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے۔

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آیت کریمہ میں ''**اختلاف کرنے والوں**'' سے مراد اہل بدعت ہیں اور ''**جن پر آپ کے رب کی رحمت ہوتی ہے**'' ان سے مراد اہل سنت ہیں، لیکن اس کتاب کی ایک اصل و بنیاد ہے جو سابق نوشتہ تقدیر کی طرف لوٹتی ہے مطلق طور پر نہیں، بلکہ قرآن کریم کے اتارے جانے کے ساتھ ساتھ عبارت تفسیر کی محتمل ہے، اور اس کی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔

اس لئے جان لیں کہ بعض کلی قواعد میں اختلاف علمِ شریعت کے متبحرین، اس کی اتھاہ گہرائی میں غوطہ زنی کرنے والوں اور اُس کے مراجع ومصادر جاننے والوں کے درمیان جاری ہونے والے عادی امور میں واقع نہیں ہوتا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس پر پہلے دور اور دوسرے دور کے زیادہ تر حصہ کا اتفاق رہا ہے، درحقیقت ان کا اختلاف اُس قسم میں واقع ہوا ہے جس سے ابھی فراغت ہوئی ہے، بلکہ مذکورہ صفت کا ہر اختلاف جو اس کے بعد واقع ہوا ہے اس کے (درج ذیل) تین اسباب ہیں، جو کبھی سب اکٹھا ہوجاتے ہیں اور کبھی جدا ہوجاتے ہیں:

پہلا سبب: یہ کہ انسان خود سوچے یا اس کے بارے میں عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اہل علم اور

دین میں اجتہاد کرنے والوں میں سے ہے- جبکہ وہ اس درجہ تک نہ پہنچا ہو- لہٰذا اس پر عمل کرے، اور اپنی رائے کو حتمی رائے اور اپنے اختلاف کو اختلاف شمار کرے، لیکن کبھی یہ کسی جزئی یا فرعی مسائل میں ہوتا ہے؛ اور کبھی دین کے اصولوں میں سے کسی اصول میں سے ہوتا ہے- خواہ وہ اعتقادی اصولوں میں سے ہو یا علمی اصولوں میں سے- چنانچہ آپ اُسے کبھی دیکھیں گے وہ شریعت کے کلی اصولوں کو تباہ کر کے اس کے بعض جزئیات کو اپناتا ہے، یہاں تک اُس کے معانی کا احاطہ اور اس کے مقاصد کی گہری فہم کے بغیر بظاہر جو کچھ اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے' اُسے اُسی کا حصہ بنا دیتا ہے، اور یہی نو ایجاد بدعت ہے، اور نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث نے اسی بات کی تنبیہ کی ہے، ارشاد ہے:

''لاَ يَقْبِضُ اللَّهُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤَسَاءَ جُهَّالًا، فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا''[1]۔

اللہ تعالیٰ کھینچ کر علم نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں (کے دلوں) سے کھینچ لے، بلکہ علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ رکھے گا، تو لوگ جاہل سردار مقرر کرلیں گے، جن سے سوال کیا جائے گا، اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، چنانچہ وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ: اس حدیث کا انداز بتلاتا ہے کہ لوگ کبھی بھی اپنے علماء کی جانب سے فساد وگمرہی کا شکار نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے درمیان بگاڑ وگمرہی تب آئے گی

[1] صحیح ابن حبان، حدیث: (٦٧١٩)، وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضہ، (٢٠٥٨/٤)، حدیث: ٢٦٧٣)۔(مترجم)

جب اُن کے علماء کی موت ہو جائے گی تو وہ لوگ فتویٰ دیں گے جو علماء نہیں ہوں گے، لہٰذا لوگ اس کے سبب گمراہ ہوں گے۔

اور اس معنیٰ کی تعبیر کچھ اس طرح کی گئی ہے، چنانچہ کسی نے کہا ہے:

''مَا خَانَ أَمِينٌ قَطُّ وَلَكِنَّهُ ائْتَمَنَ غَيْرَ أَمِينٍ فَخَانَ''[1]۔

کسی امانتدار نے کبھی خیانت نہیں کی، بلکہ غیر امین کو امانت دیدیا تو وہ خیانت کر بیٹھا۔

کہا: اور ہم کہتے ہیں:

''مَا ابْتَدَعَ عَالِمٌ قَطُّ، وَلَكِنَّهُ اسْتُفْتِيَ مَنْ لَيْسَ بِعَالِمٍ''۔

کسی عالم نے کبھی بدعت ایجاد نہیں کی، بلکہ اس شخص سے فتویٰ پوچھ لیا گیا جو عالم نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ایک دن امام ربیعہ بن ابوعبدالرحمن رحمہ اللہ زاروقطار رو رہے تھے، تو ان سے پوچھا گیا: کیا آپ پر کوئی مصیبت آگئی ہے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ اس شخص سے فتویٰ پوچھا گیا ہے جو عالم نہیں ہے''[2]۔

اور صحیح بخاری میں(*) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قَبْلَ السَّاعَةِ سِنُونَ خِدَاعًا، يُصَدَّقُ فِيهِنَّ الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهِنَّ الصَّادِقُ، وَيَخُوَّنُ فِيهِنَّ الْأَمِينُ، وَيُؤْتَمَنُ الْخَائِنُ، وَيَنْطِقُ فِيهِنَّ

---

[1] یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے، دیکھئے: الحوادث والبدع، از ابوبکر طرطوشی، (ص:۷۷)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: البیان والتحصیل، از ابن رشد قرطبی، (۱۷/۱۱)۔ (مترجم)

الرُّوَيْبِضَةُ‘‘[1]۔

قیامت سے پہلے دھوکے والے سال آئیں گے، اُن میں جھوٹے کو سچا مانا جائے گا، سچے کو جھٹلایا جائے گا، امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور خائن کو امانتدار مانا جائے گا، اوران میں رویبضہ بولے گا۔

علماء نے کہا کہ: رویبضہ وہ پست وحقیر آدمی ہے جو عوام الناس کے مسائل میں گفتگو کرے، یعنی گویا وہ عوام الناس کے مسائل میں بولنے کا اہل نہ ہوگا پھر بھی بات کرے گا۔

اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

’’قَدْ عَلِمْتُ مَتَى يَهْلِكُ النَّاسُ، إِذَا جَاءَ الْفِقْهُ مِنْ قَبِلَ الصَّغِيرِ اسْتَعْصَى عَلَيْهِ الْكَبِيرُ، وَإِذَا جَاءَ الْفِقْهُ مِنْ قِبَلِ الْكَبِيرِ تَابَعَهُ الصَّغِيرُ فَاهْتَدَيَا‘‘[2]۔

مجھے خوب معلوم ہے کہ لوگ کب ہلاک ہوتے ہیں! جب علم چھوٹے کی طرف سے آئے اور بڑے کے لئے گرانی اور مشقت کا باعث ہو (تو بگاڑ پیدا ہوتا ہے)، اور جب علم بڑے کی طرف سے آئے اور چھوٹا اس کی پیروی کرلے تو دونوں ہدایت یاب ہوجاتے ہیں۔

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] (*) نوٹ: یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے، البتہ کتب سنن وغیرہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے، دیکھئے: مسند أحمد، (حدیث: ۷۹۱۲، ۸۴۵۹، ۱۳۲۹۸)، وسنن ابن ماجہ، (حدیث: ۴۰۳۶)، ومستدرک حاکم، (حدیث: ۸۴۳۹، ۸۶۴، ۷۵۶۴)، ومعجم کبیر، از طبرانی، (حدیث: ۱۲۳، ۱۲۵)، ومعجم اوسط، (حدیث: ۳۲۵۸)، ومسند بزار، (حدیث: ۳۲۴۰)، ومسند ابو یعلیٰ الموصلی، (حدیث: ۳۷۱۵)، علامہ البانی رحمہ اللہ اور مسند احمد کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ، (حدیث: ۱۸۸۷، ۲۲۵۳)، وصحیح الجامع، (حدیث: ۳۶۵۰)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۵، نمبر: ۱۰۵۵، ۱۰۵۶)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: (۱۳/ ۳۰۱، ۳۰۱)۔ (مترجم)

’’لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَخَذُوا الْعِلْمَ مِنْ أَكَابِرِهِمْ، فَإِذَا أَخَذُوهُ عَنْ أَصَاغِرِهِمْ وَشِرَارِهِمْ هَلَكُوا‘‘[1]۔

لوگ ہمیشہ خیر وبھلائی میں رہیں گے جب تک علم اپنے اکابر (بڑوں) سے لیں گے، اور جب اُسے اپنے چھوٹوں سے اور برے لوگوں سے لیں گے تو ہلاک ہوجائیں گے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا ’’صغار‘‘ (چھوٹوں) سے کیا مراد ہے؛ چنانچہ عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے مراد اہل بدعت ہیں، یہ بات حقیقت کے مطابق ہے کیونکہ اہل بدعت علم میں بہت چھوٹے ہیں اور اسی لئے وہ بدعتی بن گئے۔

اور علامہ باجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اصاغر سے مراد وہ لوگ ہوں جن کے پاس علم نہیں ہے۔ کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ چھوٹوں سے مشورہ کیا کرتے تھے حالانکہ ان کی مجلس مشاورت میں ادھیڑ عمر والے اور جوان سال ہر عمر کے علماء صحابہ شریک رہتے تھے۔ نیز فرماتے ہیں: اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اصاغر سے مراد وہ لوگ ہوں جن کی کوئی قدر وحیثیت نہ ہو، اور ایسا تب ہی ہوسکتا ہے جب دین واخلاق اور ادب ومروت کو پس پشت ڈال دیا جائے، ورنہ دین واخلاق کی پابندی کرنے والے کا معاملہ اونچا اور ان کی قدر ومنزلت بلند ہونا ضروری ہے۔

اس تفسیر کی وضاحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن وہب نے مقطوع سند کے ساتھ حسن سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:

حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/ ۶۱۵-۶۱۶ نمبر: ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹)۔ (مترجم)

’’العاملُ على غير علمٍ كالسالك على غير طريق، والعاملُ على غير علمٍ يُفْسِدُ أكثرَ مما يُصْلِح، فاطلبوا العلمَ طلبًا لا تُضِرُّوا بالعبادة، واطلبوا العبادةَ طلبًا لا تُضِرُّوا بالعلم؛ فإنَّ قومًا طلبوا العبادة وتركوا العلم حتى خرجوا بأسيافهم على أمَّة محمَّد ﷺ، ولو طلبوا العلمَ لم يدلَّهم على ما فعلوا‘‘[1]۔

علم کے بغیر عمل کرنے والا غلط راستے پر چلنے والے کی طرح ہے، اور علم کے بغیر عمل کرنے والا جتنی اصلاح کرتا ہے اُس سے زیادہ بگاڑ پیدا کرتا ہے، لہٰذا علم ایسے حاصل کرو کہ عبادت کو نقصان نہ پہنچاؤ اور عبادت ایسے کرو کہ علم کو نقصان نہ پہنچاؤ، کیونکہ کچھ لوگوں نے عبادت کی جستجو کی اور علم چھوڑ دیا، اس کا انجام یہ ہوا کہ امت محمد ﷺ کے خلاف اپنی تلواروں سے بغاوت کر بیٹھے، جبکہ اگر علم حاصل کرتے تو علم انہیں اس کام کی رہنمائی نہ کرتا۔

یعنی خوارج، واللہ أعلم۔ کیونکہ انہوں نے قرآن پڑھا مگر اس میں تفقہ حاصل نہ کیا جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ’’يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ‘‘ (وہ قرآن پڑھیں گے جو اُن کے نرخرے سے آگے نہ جائے گا) نے اشارہ کیا ہے۔

اور مکحول سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

’’تَفَقُّهُ الرِّعَاعِ فَسَادُ الدِّينِ، وَتَفَقُّهُ السَّفِلَةِ فَسَادُ الدُّنْيَا‘‘[2]۔

نادان اور کم عمر لونڈوں کے علم سیکھنے میں دین کا بگاڑ ہے اور پست لوگوں کے علم سیکھنے میں دنیا کی بربادی ہے۔

اور فریابی نے فرمایا: سفیان ثوری رحمہ اللہ جب ان نبطیوں کو علم لکھتے ہوئے دیکھتے تو ان

---

[1] مفتاح دار السعادۃ، از ابن القیم (۱/ ۸۳)، مختصر نصیحۃ أهل الحدیث، (۱۵۵)۔ (مترجم)

[2] اس قول کا حوالہ (ص: ۷۱) میں گزر چکا ہے۔

کے چہرے کی رنگت بدل جاتی، میں نے ان سے کہا: اے ابو عبد اللہ! میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ جب آپ ان لوگوں کو علم لکھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو آپ کو بہت گراں محسوس ہوتا ہے! تو انہوں نے فرمایا:

”كَانَ الْعِلْمُ فِي الْعَرَبِ وَفِي سَادَاتِ النَّاسِ، وَإِذَا خَرَجَ عَنْهُمْ وَصَارَ إِلَى هَؤُلَاءِ النَّبَطِ وَالسَّفِلَةِ غُيِّرَ الدِّينُ“[1]۔

علم عربوں میں اور سرداروں میں تھا، مگر جب ان سے نکل کر ان نبطیوں اور پست لوگوں میں آگیا تو دین ہی بدل دیا گیا!

ان آثار کو بھی جب مذکورہ تفسیر پر محمول کیا جائے گا تو وہ درست اور صحیح ہوں گے، کیونکہ بظاہر سب ایک دوسرے کے مشابہ اور باہم ملتے جلتے ہیں، اور شاید اگر آپ اہل کلام (عقل پرست) بدعتیوں کا یا ان میں سے اکثریت کا جائزہ لیں گے تو انہیں مختلف قوموں کے قیدیوں اور غلاموں میں سے پائیں گے، نیز ان لوگوں میں سے پائیں گے جن کی اصل زبان عربی نہیں ہے، چنانچہ اسی کے نتیجہ میں اللہ کی کتاب کو غلط سمجھا جاتا ہے، جیسے مقاصد شریعت کا علم نہ رکھنے والا اُسے حقیقت کے خلاف سمجھتا ہے۔ (علامہ شاطبی کی بات ختم ہوئی)۔

واقعی متعالم خود اپنی ذات کے ساتھ وہ سلوک کرتا ہے جو ایک دشمن اپنے دشمن کے ساتھ نہیں کرتا، بس مجھے اپنے دور کے لوگوں کے اضطراب وحیرانی کی بابت اللہ ہی سے شکوہ ہے۔

اور اس قسم کے لوگوں کی بابت تجربہ کیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی مسئلہ میں لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے ”لا أدري“ (میں نہیں جانتا) کہنے سے اکڑتے اور کتراتے ہیں، بھلا میرے پاس

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ، از ابن عبد البر، ۱/ ۶۲۰، فقرہ: ۱۰۷۲، نیز دیکھئے: الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، از خطیب بغدادی، (۱/ ۲۰۶، فقرہ: ۳۷۱)۔

کوفیوں کے امام (احمد بن یحییٰ شیبانی) ثعلب رحمہ اللہ (۲۹۱ھ) جیسا کون ہے، جب ان سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا: ''لا أدري''، میں نہیں جانتا! اس شخص نے کہا: ''أَتَقول: لَا أَدْرِي، وَإِلَيْك تضرب أكباد الْإِبِل، وَإِلَيْك الرحلة من كل بلد؟'' کیا آپ بھی کہتے ہیں: میں نہیں جانتا، حالانکہ آپ کے پاس لوگ دور دراز سے اونٹوں کا سفر کرتے ہیں، اور ہر ملک وشہر سے آ کر آپ سے علم حاصل کرتے ہیں؟ تو ثعلب نے کہا: ''لَو كَانَ لأمك بِعَدَد مَا لَا أَدْرِي بعرٌ لاستغنت'' اگر تیری ماں کے پاس ''میں نہیں جانتا'' کی تعداد کے برابر مینگنی ہوتی تو اُسے کسی اور چیز کی ضرورت نہ ہوتی![1]

اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (۱۱۵ھ) کی سیرت میں ہے کہ وہ فرماتے تھے:

''لَا أَدْرِي: نِصْفُ العِلْمِ، وَيُقَالُ: نِصْفُ الجَهْلِ''[2]۔

''میں نہیں جانتا'' آدھا علم ہے اور ''کہا جاتا ہے'' آدھی جہالت ہے۔

اور امام شعبی رحمہ اللہ جیسا کون ہے، جن کے بارے میں مروی ہے:

''قيل للشَّعبي: إنا لنستحيي من كثرة ما تُسأل فتقول لا أدري، فقال: لكنْ ملائكةُ الله المقربون لم يستحيوا حين سئلوا عما لا يعلمون أن قالوا: ﴿لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٣٢﴾﴾ [البقرة:۳۲]''[3]۔

کہ امام شعبی رحمہ اللہ سے کسی نے کہا: ہمیں شرم آتی ہے کہ آپ سے بکثرت سوال کیے

---

[1] تاریخ بغداد، از خطیب بغدادی، (۶/۴۴۸)، وتهذیب الأسماء واللغات، از امام نووی، (۲/۲۷۵)، ووفیات الأعیان، از ابن خلکان (۱/۱۰۳)، والوافی بالوفیات، از خلیل صفدی، (۸/۱۵۹)، وبغیۃ الوعاۃ، از سیوطی (۱/۳۹۷)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: سیر أعلام النبلاء، از ذہبی، (۵/۸۵)۔ (مترجم)

[3] دیکھئے: تاریخ دمشق، از ابن عساکر، (۲۵/۳۶۶)، والمزہر فی علوم اللغۃ وأنواعہا، از سیوطی، (۲/۲۷۰)۔ (مترجم)

جاتے ہیں جن کے جواب میں آپ کہہ دیتے ہیں: میں نہیں جانتا! تو انہوں نے فرمایا: لیکن اللہ کے مقرب فرشتوں سے جب ایسا سوال کیا گیا جو وہ نہیں جانتے تھے تو وہ یہ کہنے سے نہیں شرمائے کہ: ہمیں اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے، یقیناً تو بڑا علم والا نہایت حکمت والا ہے!!

اور اللہ تعالیٰ حفص بن غیاث (۱۹۴ھ) پر رحم فرمائے، ابن عمار رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا:

"كان عسرًا في الحديث جدًّا، لقد استفهمه إنسان حرفًا في الحديث، فقال: واللہ لا سمعته مني، وأنا أعرفك"[1]۔

کہ وہ حدیث کے معاملہ میں بہت ہی سخت تھے، کسی نے حدیث میں ایک حرف سمجھانے کی درخواست کی، تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! تم نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہی نہیں ہے، میں تمہیں جانتا ہوں۔

اور عبداللہ بن داود ہمدانی رحمہ اللہ (۲۱۳ھ) نے فرمایا:

"إِنَّمَا يَرْجِعُ الفَقِيهُ عَنِ الْقَوْلِ إِذَا اِتَّسَعَ عِلْمُهُ"[2]۔

درحقیقت فقیہ اپنے قول سے تب ہی رجوع کرتا ہے جب اس کا علم کشادہ ہوتا ہے۔

اسی طرح سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رحمہ اللہ (۱۰۶ھ) جو مدینہ کے سات فقہاء

---

[1] تذہیب تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، از حافظ ذہبی، (۲/ ۴۰۲)، ومیزان الاعتدال، از ذہبی، (۱/ ۵۶۷، نمبر: ۲۱۶۰)۔ (مترجم)

[2] تذکرۃ الحفاظ، از ذہبی، (۱/ ۲۴۷)، وتاریخ الاسلام، از ذہبی، (۵/ ۳۴۱)، والتاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والأول، از صدیق حسن قنوجی، (ص: ۲۶۵)۔ (مترجم)

میں سے ہیں' کی سیرت میں ہے کہ عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا:

''وَكَانُوا إِذَا جَاءَتْهُم مَسْأَلَةٌ، دَخَلُوا فِيْهَا جَمِيْعاً، فَنَظَرُوا فِيْهَا، وَلاَ يَقْضِي الْقَاضِي حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْهِم، فَيَنْظُرُوْنَ فِيْهَا، فَيَصْدُرُوْنَ'' [1]۔

جب ان کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو سب کے سب اس میں لگ جاتے اور اس میں غور کرتے اور قاضی اسی وقت فیصلہ کرتا جب مسئلہ اُن سب کی خدمت میں پیش کر دیتا اور وہ غور وفکر کرکے اس بارے میں اپنی رائے صادر کر دیتے۔

اور امام سراج بلقینی (عمر بن رسلان) شافعی رحمہ اللہ (۸۰۵ھ) کو اگر فتویٰ میں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اُسے موخر کرنے میں تامل نہ کرتے، تا آنکہ کتابوں کا مراجعہ کرکے اس کی پوری تحقیق کر لیتے [2]۔

بلکہ فتویٰ میں اہل علم کے یہاں تعریض وتوریے مشہور ہیں [3]۔

چنانچہ جب اصمعی سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تو کہتے: ''صَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ''۔ (اپنے نبی پر درود پڑھو)۔

اسی طرح اس سلسلہ میں کسائی کہتے: ''سُبْحَانَ عَلَّامِ الْغُيُوبِ جَبَّارِ الْقُلُوبِ''۔

غیبوں کے جاننے والے دلوں پر اختیار رکھنے والے اللہ کی ذات پاک ہے۔

اور ابوعبیدہ کہتے تھے:

---

(1) المعرفۃ والتاریخ، از فسوی، ۱/ ۱۷۴، وسیر أعلام النبلاء، ۴/ ۴۶۱، وتاریخ دمشق، از ابن عساکر، ۲۰/ ۵۷، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال، از مزی، ۱۰/ ۱۵۰، وتہذیب التہذیب، از ابن حجر، ۳/ ۴۳۷)۔ (مترجم)

(2) ذیل تذکرۃ الحفاظ، (ص: ۲۱۱)۔ [نیز دیکھئے: الضوء اللامع، از امام سخاوی، (۶/ ۸۷)۔ (مترجم)]۔

(3) دیکھئے: ''کتاب المعاریض'' از ابن فارس رحمہ اللہ۔ یہ ''مجلۃ المورد'' (جلد ۱۳، شمارہ ۳، سنہ ۱۴۰۵ھ۔ اور اسی معنیٰ میں ''کتب الملاحن'' ہے، اُن میں ایک کتاب ''کتاب الملاحن'' ابن درید کی ہے۔

يَا رَبِّ لَا أَدْرِي وَأَنْتَ الدَّارِي

كُلُّ امْرِئٍ مِنْك عَلَى مِقْدارِ [1]

اے پروردگار! میں نہیں جانتا تو ہی جاننے والا ہے، ہر شخص کو تیری جانب سے بہت معمولی علم دیا گیا ہے۔

اور مفضل کہتے تھے:

”دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ“ [2]۔

شک وشبہ میں ڈالنے والی چیز چھوڑ کر اُس چیز کو اپناؤ جو تمہیں شبہ میں نہ ڈالے۔

چنانچہ یہ ائمہ کرام اور دیگر لوگ اپنی اعلیٰ قدر ومنزلت، بے پایاں احترام اور ان میں سے بعض کی عظیم ذمہ داریاں ہونے کے باوجود یہ ظاہری چیزیں ان کے عظیم تقوی میں پگھل کر تحلیل ہوگئیں، ان میں کسی طرح کے نقص وعیب کا سبب نہ بنیں، بلکہ وہ اس امت کے لئے فخر واعزاز کی علامت کے طور پر آج بھی باقی ہیں، کیونکہ ان کے یہاں موجود تقویٰ کے جوہر نے ان ظاہری ومادی رکاوٹوں اور عارضی عہدہ ومناصب کی ہوس کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں [3]:

”وَالْمَنْصِبُ وَالْوِلَايَةُ لَا يَجْعَلُ مَنْ لَيْسَ عَالِمًا مُجْتَهِدًا عَالِمًا مُجْتَهِدًا وَلَوْ كَانَ الْكَلَامُ فِي الْعِلْمِ وَالدِّينِ بِالْوِلَايَةِ وَالْمَنْصِبِ لَكَانَ الْخَلِيفَةُ وَالسُّلْطَانُ أَحَقَّ

---

[1] یہ شعر عبداللہ بن رؤبہ عجاج کا ہے، دیکھئے: دیوان العجاج بروایت اصمعی، (ص:۱۲۱)۔(مترجم)

[2] یہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کا معروف ٹکڑا ہے، دیکھئے: مسند احمد، (حدیث: ۱۷۲۳)، وسنن ترمذی، (حدیث: ۲۵۱۸)، دیکھئے: صحیح الجامع، از علامہ البانی، (حدیث: ۳۳۷۸)، وصحیح الترغیب، (حدیث: ۲۹۳۰)۔(مترجم)

[3] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۷/۲۹۶-۲۹۷)۔

بِالْكَلَامِ فِي الْعِلْمِ وَالدِّينِ. وَبِأَنْ يَسْتَفْتِيَهُ النَّاسُ وَيَرْجِعُوا إِلَيْهِ فِيمَا أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ فِي الْعِلْمِ وَالدِّينِ. فَإِذَا كَانَ الْخَلِيفَةُ وَالسُّلْطَانُ لَا يَدَّعِي ذَلِكَ لِنَفْسِهِ وَلَا يُلْزِمُ الرَّعِيَّةَ حُكْمَهُ فِي ذَلِكَ بِقَوْلٍ دُونَ قَوْلٍ إِلَّا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ: فَمَنْ هُوَ دُونَ السُّلْطَانِ فِي الْوِلَايَةِ أَوْلَى بِأَنْ لَا يَتَعَدَّى طَوْرَهُ ...''۔

عہدومنصب اور حکمرانی کسی شخص کو جو مجتہد عالم نہ ہو، مجتہد عالم نہیں بنا سکتی، کیونکہ اگر علم اور دین کی بابت گفتگو کرنا عہدومنصب اور ذمہ داری کی بنیاد پر ہوتا تو خلیفہ اور حاکم وقت اس بات کا زیادہ حقدار ہوتا کہ وہ علم اور دین کے معاملہ میں گفتگو کرے، لوگ اُس سے فتویٰ پوچھیں، نیز علم اور دین کی بابت مشکل مسائل میں اُس کی طرف رجوع کریں، مگر جب خلیفہ اور حاکم اپنی ذات کی بابت اس چیز کا دعویٰ نہیں کرسکتا، اور اس بارے میں رعایا پر اپنا کوئی حکم وفیصلہ لازم نہیں کرسکتا کہ فلاں بات مانے اور فلاں نہیں، سوائے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ذریعہ، تو حاکم وقت سے کمتر ذمہ دار بدرجہ اولیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ اپنی حد اور دائرہ سے تجاوز نہ کرے...۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات ختم ہوئی۔

اور امام شاطبی رحمہ اللہ ''الاعتصام'' (۲/ ۸۱) میں رقمطراز ہیں:

''اسی طرح جہلاء کو علماء پر مقدم کرنا اور نااہلوں کو موروثی طور پر اعلیٰ مناصب پر فائز کرنا، بھی سابقہ بات کے قبیل سے ہے، کیونکہ جاہل کو عالم کا مقام دینا یہاں تک کہ وہ دین کا مفتی بن جائے اور جان ومال اور شرمگاہوں وغیرہ کے مسائل میں اس کی بات پر عمل ہونے لگے، دین اسلام میں حرام ہے، اور اس چیز کو عادت اور طریقہ بنا لینا یہاں تک کہ بیٹا بطور وراثت یا کسی اور طریقہ سے باپ کے مرتبہ کا مستحق بن جائے- گرچہ اس منصب میں باپ کے مرتبہ تک نہ بھی پہنچتا ہو- بایں طور کہ یہ عمل عام ہوجائے اور لوگ اُسے اس طرح اپنالیں

جیسے اللہ کی شریعت ہو جس کی مخالفت نہ کی جائے' بلا چوں چرا بدعت ہے، مزید یہ قول بالرائے ہے جو علم پر مبنی نہیں، نیز یہ بدعت یا بدعت کا سبب ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ اس کی وضاحت آگے آئے گی، اور یہی وہ چیز ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں بیان فرمایا ہے:

''...حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤَسَاءَ جُهَّالًا، فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا''[1]۔

یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ رکھے گا، تو لوگ جاہل سردار مقرر کرلیں گے، جن سے سوال کیا جائے گا اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، چنانچہ وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

یہ لوگ اسی لئے خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا کہ انہوں نے رائے کی بنیاد پر فتویٰ دیا کیونکہ ان کے پاس علم ہے ہی نہیں۔ بات ختم ہوئی۔

نیز (۲/ ۸۳) میں مزید فرمایا:

''رہا مسئلہ علم کی قلت اور جہالت کے پھیلاؤ کا تو اس کا سبب دنیا کے لئے علم حاصل کرنا ہے، یہ دراصل اس مقدمہ کی پیش گوئی ہے جسے بلا علم فتویٰ دہی نے پیدا کیا ہے- جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے: ''إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ'' (بیشک اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں (کے دلوں) سے کھینچ کر نہیں اٹھائے گا۔ الخ- کیونکہ عوام الناس کے لئے کوئی قائد ہونا ضروری ہے جو دین کے معاملہ میں ان کے جرائم کی بابت رہنمائی

---

[1] دیکھئے: صحیح ابن حبان، (حدیث:۶۷۱۹)، وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضہ، (۴/۲۰۵۸، حدیث:۲۶۷۳)۔(مترجم)

کرے، بصورت دیگر قتل وخونریزی رونما ہوگی اور نظام زندگی درہم برہم ہوجائے گا، جس کے نتیجہ میں لوگ اُس کے پاس جانے پر مجبور ہوں گے جو ان کے لئے ہدایت ورہنمائی کے منصب پر فائز ہے، یعنی جسے وہ "عالم" کہتے ہیں، اور وہ لازماً انہیں دین کے معاملہ میں اپنی رائے پر آمادہ کرے گا، کیونکہ طے ہے کہ وہ جاہل ہے، لہٰذا جیسے وہ خود گمراہ ہے اُنہیں بھی صراط مستقیم سے گمراہ کرے گا۔ اور یہ سراسر بدعت گری ہے؛ کیونکہ یہ کتاب وسنت کی اصل و بنیاد کے بغیر من مانی شریعت سازی ہے۔ نیز یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ لوگ کبھی بھی سچے علماء کی جانب سے فساد وگمرہی کا شکار نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے درمیان بگاڑ وگمرہی تب آئے گی جب اُن کے علماء کی موت ہوجائے گی تو وہ شخص فتویٰ دے گا جو عالم نہیں ہوگا، لہٰذا لوگ اس کے سبب گمراہ ہوں گے؛ آگے ان شاء اللہ اس معنیٰ کی اس سے زیادہ تفصیلی وضاحت آئے گی"۔ بات ختم ہوئی۔

میرے بھائی! - اللہ تعالیٰ آپ میں اور آپ کے علم میں برکت عطا فرمائے، اور ہم سب کو ان باتوں کا علم دے جو ہم نہیں جانتے ہیں- جان لیں کہ جلیل القدر علماء کرام کا طریقہ تھا کہ وہ فتویٰ دہی، بحث وتحقیق، تصنیف وتالیف، مناظرہ اور اس طرح کے دیگر کاموں میں نیز علم اور اس کے فنون میں فوراً کچھ بولنے سے شدید احتیاط برتتے تھے، آپ دیکھیں گے کہ عالم جلیل القدر اور بلند مرتبہ ہونے کے باوجود تقویٰ وخوف الٰہی کے سبب بہت سارے مقامات پر اپنے علم کی نفی کرتا تھا' کچھ جگہوں پر توقف سے کام لیتا تھا اور ایک قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کرتا تھا، اور یہ چیز اس کی قدر ومنزلت کی بلندی اور عظمت شان کی دلیل ہوتی تھی' اس کے علم میں کوئی کمی نہیں کرتی تھی۔

میں اس کی کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں جو دیکھنے والوں کو اچھی لگیں گی اور علماء کو سمجھ میں

آئیں گی:

① امام مالک رحمہ اللہ (وفات: ۱۷۹ھ) کا واقعہ مشہور ہے: کہ ان سے دسیوں مسائل پوچھے گئے، مگر انہوں نے ان میں سے بہت تھوڑے کا جواب دیا۔ اس کے باوجود جب علماء کا تذکرہ ہوتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ آسمان علم کا ستارہ ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات دیگر علماء کی جانب سے بھی پیش آئے ہیں[1]۔

② امام شافعی رحمہ اللہ (وفات: ۲۰۴ھ) نے کئی مقامات پر مسئلہ کے حکم کو حدیث کی صحت پر معلق کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان مقامات کو مستقل کتاب میں جمع کیا ہے اور اس پر گفتگو فرمائی ہے[2]۔

③ امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) نے جو ابن حبان سے مشہور ہیں جب اپنی کتاب ''الثقات'' تصنیف فرمائی تو کچھ ایسے نام ذکر کئے جن کے بارے میں توقف کیا، اور کچھ لوگوں کے بارے میں فرمایا: میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے نہ اس کا باپ کون ہے! میں (مولف) نے ان کی کتاب سے ان مقامات کو اکٹھا کیا ہے

---

[1] امام مالک رحمہ اللہ سے اڑتالیس مسائل پوچھے گئے اُن میں سے چھتیس کے بارے میں انہوں نے کہا: ''لا أدري'' (میں نہیں جانتا)، اسی طرح امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ بلکہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم نے بھی مسائل کے جواب میں توقف اختیار کیا اور لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''میں نہیں جانتا''۔ ملاحظہ فرمائیں: شرح مختصر الروضۃ از سلیمان بن عبدالقوی الصرصری (۳/ ۵۸۵-۵۸۶)۔ (مترجم)

[2] اس کتاب کا نام ''المنحۃ فیما علق الشافعی القول بہ علی الصحۃ'' ہے جیسا کہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۵/ ۹۰) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ مگر غالباً اب تک یہ کتاب مطبوع نہیں ہے یا مفقود کے حکم میں ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں ایک کتاب معاصر عالم شیخ سعید بن عبدالقادر بن سالم باشنفر کی بعنوان ''النظر فیما علی الشافعی القول بہ علی صحۃ الخبر'' ہے، جو نہایت مفید اور جامع ہے۔ (مترجم)

جو حسب ذیل ہیں:

جلد چہارم:

(ص: ۳۳، ۳۷، ۳۹، ۱۲۶، ۱۴۶، ۱۸۰، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۶۵، ۳۸۴)۔

جلد پنجم:

(ص: ۱۴۲، ۱۴۳، ۲۰۷، ۴۸۱، ۴۹۴، ۴۹۷، ۵۵۴)۔

جلد ششم:

(ص: ۱۷، ۱۰۶، ۱۴۶، ۱۶۶، ۱۶۸، ۲۲۲، ۲۲۶، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۹، ۳۳۰، ۳۴۴

- اس کے بارے میں کہا ہے کہ: یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں میں اللہ سے استخارہ کروں گا- ۳۷۲، ۴۱۵، ۴۱۸، ۴۴۵، ۴۴۷، ۴۸۲، اور صفحہ نمبر ۴۰۰ میں سفیان بن حسین سلمی کے بارے میں فرمایا: اِسے کتاب المجروحین سے حذف کرنا (مٹانا) ضروری ہے)۔

جلد ہفتم:

(ص: ۳۸، ۴۴، ۵۵، ۱۸۸، ۲۳۳، ۲۹۴، ۳۱۶، ۳۲۲، ۳۲۶، ۴۰۶، ۵۱۴، ۵۳۵، ۵۴۱، ۶۲۶)۔

جلد ہشتم:

(ص: ۳۱، ۴۱، ۶۸، ۱۶۹)۔

جلد اول، دوم اور سوم میں مجھے کوئی چیز نہیں ملی، واللہ أعلم۔

④ امام حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی کئی مقامات پر کئی مسائل میں توقف کیا ہے،

نیز کئی احکام کو نص کے ثبوت پر معلق رکھا ہے، وغیرہ۔ میں نے اس سلسلہ کی کچھ باتیں ان کی سیرت میں 'اسی طرح'' التقریب'' (۱/ ۹۶-۹۷) میں اور حدیث العجن (ص: ۸۴) میں ذکر کی ہیں۔

⑤ امام حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی کئی مسائل میں توقف کیا ہے، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

الف: ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین فضیلت کے مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

ب: عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حالت کے بارے میں توقف کیا ہے۔

ج: حارث الأعور ہمدانی کی حالت کے بارے میں توقف کیا ہے۔

د: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سیرت میں: ان کے بارے میں ''التاریخ الکبیر'' میں خود اپنی ذکر کردہ بات کہ وہ (۲۵۰) سال زندہ رہے' سے رجوع ثابت کیا ہے۔

ھ: ایک اثر بیان کیا ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ ''یہ اثر میری سمجھ میں نہیں آیا'' بات ختم ہوئی۔

⑥ یہ ساری باتیں ''سیر أعلام النبلاء'' میں ہیں [1]۔

جبکہ ''میزان الاعتدال'' میں کئی لوگوں کی سیرت میں 'جن کے بارے میں انہیں معلومات نہیں تھی' فرمایا: میں اس کی حالت اچھی طرح نہیں جانتا، یا اس جیسی کوئی اور تعبیر استعمال فرمائی، ان میں سے چند نمبرات یہ ہیں: ۵۹، ۳۰۳، ۱۹۶۴، ۲۲۹۰، ۲۴۲۰، ۳۲۸۸، ۳۹۶۶، ۴۱۶۵، ۵۰۹۸، ۵۱۱۱، ۵۱۲۷، ۵۸۳۶، ۸۰۷۸، ۸۲۵۴، ۹۲۲۵۔

[1] یہ باتیں سیر أعلام النبلاء میں بالترتیب ہیں: (۲/ ۱۴۰)، (۱/ ۵۵۶)، (۵/ ۳۴)، (۳/ ۲۸۶)۔

⑦ اسی طرح اپنے زمانہ میں پوری دنیا کے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نے اپنی کتابوں میں اس قسم کی کافی باتیں لکھی ہیں۔

ا۔ فتح الباری (۱/۱۴۹) میں: امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب ماجاء فی فضل العلم" (علم کی فضیلت کا بیان) میں فرمایا: "بعض لوگوں نے عالم کو پڑھ کر سنانے کی بابت ضمام کی حدیث سے استدلال کیا ہے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں فرمایا:

"ضمام کی حدیث سے استدلال کرنے والے امام بخاری کے استاذ حمیدی رحمہ اللہ ہیں، یہ بات انہوں نے اپنی کتاب "النوادر" میں کہی ہے، ایسا بعض لوگوں نے کہا ہے جسے میں نے پایا، اور اس بارے میں، میں نے مقدمہ میں اُسی کی پیروی بھی کی، پھر بعد میں مجھ پر اس کے خلاف ظاہر ہوا، وہ یہ کہ اس کے قائل ابوسعید حداد ہیں۔ اور پھر اس کی دلیل بیان فرمائی۔ بات ختم ہوئی۔

۲۔ نیز فتح الباری (۱/ ۱۵۳) میں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے نسخے بنوائے اور انہیں مختلف ممالک میں بھیج دیا، اور عبداللہ بن عمر، یحییٰ بن سعید اور امام مالک رحمہم اللہ نے اسے جائز سمجھا ہے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۱/ ۱۵۴) میں فرماتے ہیں:

"میں انہیں عمری مدنی سمجھتا تھا، اور انہی کی سند سے اس اثر کی تخریج میں نے "تغلیق التعلیق" میں کی ہے، اور یہی بات کرمانی نے یقین سے کہی ہے، مگر پھر عبداللہ بن عمر کو یحییٰ بن سعید سے پہلے ذکر کرنے کے قرینہ سے مجھ پر ظاہر ہوا کہ وہ عمری مدنی کے علاوہ کوئی اور

ہے، کیونکہ یحیٰ اُن سے عمر اور مقام و مرتبہ میں بڑے ہیں۔ چنانچہ میں تلاش کیا مگر یہ اثر مجھے بصراحت عبداللہ بن عمر بن خطاب کی سند سے نہیں ملا، البتہ مجھے ابو القاسم بن مندہ کی کتاب ''الوصیۃ'' میں ملا کہ...'' بات ختم ہوئی۔

۳۔ نیز (۲/ ۱۰۲-۱۰۳) کتاب الأذان میں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (نمبر: ٦۲۰) ہے:

''إِنَّ بِلاَلًا يُنَادِي بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ''۔

بیشک بلال رضی اللہ عنہ رات میں اذان دیتے ہیں، لہٰذا کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیں۔

پھر اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (ص: ۱۰۲) میں اس حدیث کی کئی روایتیں ذکر کی ہیں جو اس کے برعکس ہیں، پھر فرماتے ہیں:

''امام ابن عبد البر اور دیگر ائمہ کی ایک جماعت نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مقلوب ہے صحیح باب کی حدیث ہی ہے۔ میرا بھی میلان اسی بات کی طرف تھا یہاں تک کہ میں نے اس حدیث کو دوسری دوسندوں کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ''صحیح ابن خزیمہ'' میں دیکھا، اور اس کے بعض الفاظ میں ایسے قرائن موجود ہیں جو اس میں وہم واقع ہونے کو بعید قرار دیتے ہیں- پھر ان قرائن کا ذکر کیا-''۔ بات ختم ہوئی۔

۴۔ اسی طرح (۴/ ۱۸۲) میں کتاب الصوم میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے.... الحدیث.''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میرا خیال تھا کہ یہ سفر: فتح مکہ کا سفر ہے... پھر فرماتے ہیں: لیکن میں نے اس سے

رجوع کر لیا اور جان لیا کہ یہ صحیح نہیں ہے...الخ"۔ بات ختم ہوئی۔

۵۔ اور (۴/۲۱۶) امام بخاری کے قول: "سلیمان نے حمید کے بارے میں کہا کہ اُنہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روزے کے بارے میں سوال کیا"۔

کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں سمجھتا تھا کہ یہ سلیمان، سلیمان بن بلال ہیں، لیکن ان کی حدیثوں کی تلاش بسیار کے باوجود مجھے یہ چیز نہیں ملی، تو مجھے سمجھ میں آیا کہ: یہ سلیمان بن حیان ابو خالد الاحمر ہیں..."۔ بات ختم ہوئی۔

۶۔ اور (۶/۲۸۸) میں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل یمن آئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم کے اشعری لوگ تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عمران کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے، اس سے اس بارے میں استئناس کیا جا سکتا ہے"۔

مگر پھر مجھے سمجھ میں آیا کہ یہاں اہل یمن سے مراد نافع بن زید حمیری اور ان کے ساتھ حمیر سے آئے ہوئے لوگ ہیں..."۔ بات ختم ہوئی۔

۷۔ اور (۶/۵۱۹) میں تحکیم کے سلسلہ میں ایک مسئلہ ذکر کیا ہے اور اُسے ثبوت پر معلق رکھا ہے۔

۸۔ اور (۶/۶۲۱) میں ثابت بن قیس بن شماس کے واقعہ میں بھی توقف سے کام لیا ہے۔

۹۔ اور (۶/۱۲۷) میں بعض شارحین کا ذکر کیا ہے۔ پھر فرمایا: غور کر لیں کہ مذکورہ شارح سے کون مراد ہے کیونکہ مجھے ان کی معلومات نہ ہو سکی۔

۱۰۔ اور (۷/ ۹۸، ۵۰۷) میں ان لوگوں کے بارے میں توقف کیا ہے جو نبی کریم ﷺ کے مشابہ سمجھے جاتے تھے۔

۱۱۔ اور (۷/ ۱۱۸) میں کچھ بات ذکر کی، پھر فرماتے ہیں: اس وقت مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کہاں سے نقل کیا ہے۔

۱۲۔ اسی طرح (۷/ ۴۹۵) میں بھی توقف کیا ہے۔

۱۳۔ اور (۷/ ۵۰۱) میں "تغلیق التعلیق" میں کہی ہوئی ایک بات سے رجوع کیا ہے۔

۱۴۔ اور (۷/ ۵۱۴) میں ایک حدیث میں ادراج ہے۔

۱۵۔ اور (۱۳/ ۱۸۷) میں بھی توقف کیا ہے۔

۱۶۔ اور لسان المیزان (۵/ ۴) میں مالک بن سلیمان ہروی کے بارے میں ابن حبان کا قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔ یہ ایک اضافی فائدہ ہے۔

۱۷۔ اور تھذیب التھذیب (۱۲/ ۲۴۲) میں ابو معقل اسدی کی سیرت میں فرمایا:

"میں کہتا ہوں: اس سیرت اور معقل بن ابو معقل کی سیرت میں جس کا ذکر اسماء کے ضمن میں گزر چکا ہے تحقیق کی جانی چاہئے کہ کیا دونوں ایک ہی ہیں یا الگ الگ" بات ختم ہوئی۔

۱۸۔ اور الاصابۃ (۲/ ۱۲۴) میں حمزہ بن عمر کی سیرت بیان کی۔ مگر ان کی صحبت کا خلاصہ نہ ہو سکا، تو فرمایا: "یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں میں اللہ سے استخارہ کروں گا"۔

یہ علمی طریقہ ہمیشہ سے ایک جاری سنت رہا ہے، علماء کرام ہر ہر زمانہ میں بطور دین اس

کے وارث ہوتے رہے ہیں، مگر ہم آج اپنے زمانہ میں علماء اور طلبۂ علم کی ایک خاصی تعداد کو دیکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص اپنی کتاب کے اگلے ایڈیشن میں، واقع ہونے والے وہم، یا غلطی یا بے جا موافقت کی تصحیح کرتا ہے۔ اور اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں، قارئین میں سے کوئی کسی کتاب میں غلطی پائے تو اس کا بس اتنا تقاضہ ہے کہ اُس پر تنبیہ کر دے، بس اس کے سوا کچھ نہیں، پروپیگنڈہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رافضی (ابن المطہر) پر رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”وَكَذَلِكَ بَيَانُ أَهْلِ الْعِلْمِ لِمَنْ غَلِطَ فِي رِوَايَةٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ تَعَمَّدَ الْكَذِبَ عَلَيْهِ، أَوْ عَلَى مَنْ يَنْقِلُ عَنْهُ الْعِلْمَ. وَكَذَلِكَ بَيَانُ مَنْ غَلِطَ فِي رَأْيٍ رَآهُ فِي أَمْرِ الدِّينِ مِنَ الْمَسَائِلِ الْعِلْمِيَّةِ وَالْعَمَلِيَّةِ ؛ فَهَذَا إِذَا تَكَلَّمَ فِيهِ الْإِنْسَانُ بِعِلْمٍ وَعَدْلٍ، وَقَصَدَ النَّصِيحَةَ، فَاللَّهُ تَعَالَى يُثِيبُهُ عَلَى ذَلِكَ، لَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ الْمُتَكَلِّمُ فِيهِ دَاعِيًا إِلَى بِدْعَةٍ، فَهَذَا يَجِبُ بَيَانُ أَمْرِهِ لِلنَّاسِ، فَإِنَّ دَفْعَ شَرِّهِ عَنْهُمْ أَعْظَمُ مِنْ دَفْعِ شَرِّ قَاطِعِ الطَّرِيقِ“[1]۔

اسی طرح اہل علم کو اس شخص کی غلطی واضح کرنا چاہیئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنے میں غلطی کرے، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم منتقل کرنے والے پر جھوٹ بولے، اسی طرح اس شخص کی غلطی بیان کرنا جو دین کے علمی وعملی مسائل کی بابت اپنی کسی رائے میں غلطی کرے، کہ اگر اس مسئلہ میں انسان علم وتحقیق اور عدل وانصاف کی بنیاد پر نیز خیر خواہی کے ارادے سے گفتگو کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے اس پر ثواب دے گا، بالخصوص جب دین کے معاملہ میں گفتگو کرنے والا بدعت کا پرچارک ہو تو لوگوں کے سامنے

[1] دیکھئے: منہاج السنۃ النبویۃ، (۵/ ۱۴۶)۔ (مترجم)

اُس کا معاملہ واضح کرنا واجب ہے، کیونکہ لوگوں سے اس کا شر وفساد ٹالنا ایک رہزن اور ڈاکو کا شر وفساد دور کرنے سے بڑھ کر ہے۔

اہم تنبیہ:

بعض تاریخی واقعات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ دہی اُسی پر موقوف ومنحصر ہے جسے اجازت دی گئی ہو، کسی اور کے لئے نہیں، اور دیگر لوگوں کو چھوڑ کر صرف کچھ ہی لوگوں تک محدود ہے۔

ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جسے ابن سیرین رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا:

''نُبِّئْتُ أَنَّكَ تُفْتِي النَّاسَ، وَلَسْتَ بِأَمِيْرٍ! فَوَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا''[1]۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو، حالانکہ تم امیر نہیں ہو! لہٰذا تم اس کے مشکل کی ذمہ داری اُسے ہی سونپ دو جو اس کے آسان کا ذمہ دار ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے بعد فرماتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ امام وقت بلا اجازت فتویٰ دینے والوں کو منع کرے''۔

اور امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''سیر أعلام النبلاء'' میں عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (۱۱۴ھ) کی سیرت میں رقمطراز ہیں[2]:

''ابراہیم بن عمر بن کیسان نے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ بنو امیہ کے

---

[1] سیر أعلام النبلاء (۲/ ۴۹۵)۔

[2] دیکھئے: سیر أعلام النبلاء (۵/ ۸۲)۔ (مترجم)

دور میں ایام حج میں کچھ لوگ ایک منادی کو حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں میں آواز لگائے: لوگوں کو صرف عطاء بن ابی رباح فتویٰ دیں گے، اگر عطاء نہ ہوں تو عبداللہ بن ابو نجیح فتویٰ دیں گے، رحمہما اللہ'' بات ختم ہوئی۔

اور امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) کی سیرت میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے حماد بن زید سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مدینہ میں ایک منادی کو آواز لگاتے ہوئے سنا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں امام مالک کے علاوہ کوئی فتویٰ نہیں دے سکتا...''[1]۔

لہٰذا: اللہ تعالیٰ نے جس کے ہاتھ میں اختیار واقتدار دیا ہے اُس پر واجب ہے کہ فتویٰ دہی کے باب میں علم کے جھوٹے دعویداروں پر پابندی عائد کرے، کیونکہ ادیان کی بھلائی کے لئے پابندی عائد کرنا جسم و مال کی بھلائی کے لئے پابندی عائد کرنے سے زیادہ ضروری ہے، اور اگر حاکم و ذمہ دار فتویٰ دہی پر بیڑیاں نہیں لگائے گا تو عنقریب اس کے ڈھول تماشے سنے گا، نیز اس کی ذمہ داری ہے کہ صرف انہی کو تبلیغ علم کا اختیار دے جو اس کے اہل ہوں۔

علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ (۸۱۷ھ) اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ومن الأُمور الموجِبة للغلط أَن يُمتَهَن العلم بابتذاله إِلى غير أَهله؛ كما اتّفق فى علم الطبّ؛ فإِنه كان فى الزّمن القديم حكمة موروثة عن النبوّة، فهُزِل حتّى تعاطاه بعضُ سَفلة اليهود، فلم يتشرفوا به بل رَذِل بهم''[2]۔

---

[1] دیکھئے: تاریخ بغداد، (۱۲/ ۱۹۴)، وسیر أعلام النبلاء، (۷/ ۳۱۱، و۸/ ۱۰۸)، والتعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح، (۲/ ۶۹۹)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، (۱/ ۴۶)۔ (مترجم)

غلطی کے موجب امور میں سے ایک امر یہ ہے کہ نااہلوں پر علم خرچ کر کے اُسے رسوا کیا جائے؛ جیسا کہ علم طب کا معاملہ ہوا، کیونکہ پرانے دور میں علم طب نبوت سے منتقل ہونے والی ایک موروثی حکمت تھی، مگر اسے کھلواڑ بنا لیا گیا یہاں تک کہ اُسے بعض گھٹیا یہودیوں نے حاصل کیا، لہٰذا وہ اُس سے شرفیاب نہ ہوئے بلکہ ان کے سبب وہی پست ہو گیا۔

اسی طرح تفسیر القرطبی (۵ / ۲۵۹) ملاحظہ فرمائیں، کیونکہ اس میں بڑی اہم بات ہے۔

نیز مبحث: ''موجودہ دور کی سرسری صورتحال'' میں جامع بیان العلم از ابن عبدالبر (۱ / ۲۱۳ - ۲۱۴) اور الاعتصام (۲ / ۹۶) از امام شاطبی رحمہما اللہ سے دو اقتباسات گزر چکے ہیں۔

② قضا اور فیصلے میں علمی خیانت:

رہا معاملہ قضا اور فیصلے کا تو وہ ایک ایسی مصیبت سے جس سے رستگاری نہیں [1] اور ایسا فتنہ ہے جس کے شر سے اللہ بچائے؛ کیونکہ قضاء وفیصلہ حکومت کا سربستہ راز اور اس کی قوت وپسپائی کے مابین امتیاز کی علامت ہے، اس لئے کہ وہ فیصلہ بندگان الٰہی کی حرمتوں پر نافذ ہوتا ہے بالخصوص ان کی زندگی کی بنیادی ضرورتوں پر، اور جب اس میں کوئی علم کا دعویدار اپنے کمزور وناتواں تصرفات، سطحی معلومات اور ناقص سوجھ بوجھ کے ذریعہ گھس پیٹھ کرے گا تو زمین وآسمان کے رب کریم کی شریعت کو فیصل بنانے کے خلاف عداوت ودشمنی طلب کرنے کا مہرہ بن جائے گا، اور حالات کس طرح پیچیدہ ہو جائیں گے اور کس قدر خوف وبے چینی کا دور دورہ ہو جائے گا کہ نہ پوچھو، تاریخ کے صفحات پر درج کردہ حقائق میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت اور نصیحت چاہنے والوں کے لئے پندونصیحت ہے۔

---

[1] ''**لا لعاً لها**'' یعنی اس سے رہائی، چھٹکارا اور نجات نہیں ہے۔ لغت کی کتابوں میں مادہ ''**لعا**'' ملاحظہ فرمائیں۔

③ کتاب اللہ کی تفسیر میں علمی خیانت:

اسی طرح: احمق اور گئے گزرے لوگوں کی کتاب اللہ کی تفسیر کی بابت علمی خیانت ہے، جو تحقیق تو درکنار حصول علم میں بھی ناکام ہیں، یہ سالہا سال گزرنے کے باوجود نمایاں نہ ہوسکے تو اس خطرناک راستے پر چل پڑے تا کہ نمایاں ہوسکیں۔

کسی نے مثل کہا ہے:

''إِذَا كُنْتَ خَامِلاً فَتَعَلَّقْ بِعَظِيمٍ''۔

جب تم گمنام ہو تو کسی عظیم شخصیت سے وابستہ ہو جاؤ۔

اور کسی نے کہا ہے:

''مَا أَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ بَارَاهَا''[1]۔

جس نے قبیلہ قارہ سے نیزہ بازی میں مقابلہ کیا، اُس کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

---

[1] امثال اور حکم کی کتابوں میں یہ مثل ''قَدْ أَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا'' کے الفاظ میں ہے یعنی (جس نے قبیلہ قارہ سے تیراندازی میں مقابلہ کیا، اُس کے ساتھ انصاف کیا)۔

اس مثل کی اصل یہ بتائی جاتی ہے کہ قریش اور بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے درمیان ایک جنگ ہوئی، جس میں قبیلہ قارہ قریش کے ساتھ تھا، جب دونوں فریقوں میں مڈبھیڑ ہوئی تو بکر بن عبد مناۃ والوں نے ان پر تیز اندازی کی، اس پر کہا گیا کہ انہوں نے قارہ کے ساتھ انصاف کیا ہے بایں طور کہ قارہ کے لوگ تیز اندازی کے ماہر ہیں اسی سے مقابلہ کرنا پسند کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ لوگوں نے اس کی اصل یہ بتائی ہے کہ دو لوگوں کی ملاقات ہوئی جن میں سے ایک قبیلہ قارہ کا تھا، قاری نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تم سے کشتی لڑوں، چاہو تو دوڑ میں مقابلہ کروں اور چاہو تو تیر اندازی میں مقابلہ کروں، تو دوسرے نے کہا: میں تیراندازی کا انتخاب کرتا ہوں، یہ سن کر قاری نے کہا: تم نے میرے ساتھ انصاف کیا، اور کہا: مثل ''قَدْ أَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا''۔ (دیکھئے: مجمع الأمثال، از میدانی، ۲/ ۱۰۰، نمبر: ۱۸۶۷، وأمثال العرب، ص: ۸۵، نمبر: ۸۹، والأمثال، از ابن سلام، ص: ۱۳۷، وجمہرۃ الأمثال، ۱/ ۵۵، نمبر: ۳۰)۔ (مترجم)

بھلا کیا آپ نے کسی ایسے مفسر قرآن کے بارے میں سنا ہے جو متعالم (نام نہاد عالم) اور جھوٹا ہو؟

کیا آپ نے کسی ایسے مفسر قرآن کے بارے میں سنا ہے جو جاہل ہو اُسے سنت کا علم ہو نہ قرآن حفظ ہو؟

کیا آپ نے کسی ایسے مفسر قرآن کے بارے میں سنا ہے جو قرآنی آیات کو ایسی ایسی باتوں پر محمول کرتا ہو جو وہم وگمان میں بھی نہ آتا ہو؟

نہیں! مگر ہدایت واستقامت کی قلت اور فساد وانحراف کی کثرت کے اس دور میں یہ ساری چیزیں اکٹھا ہوگئی ہیں، اس دور کا متعالم (علمی دعویدار) عاروشار اور بے حیائی سے بھی نہیں کتراتا۔

اس نازک صورتحال کی بابت جلیل القدر ائمہ ومشائخ کا شکوہ سماعت فرمائیں۔

اور اس کی اصل: اصول تفسیر اور مفسرین کی کتابوں کے آغاز مثلاً تفسیر ابن جریر طبری اور تفسیر ابن کثیر رحمہما اللہ میں پڑھیں۔ اور کتاب ''عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر'' میں علامہ احمد بن محمد شاکر رحمہ اللہ کی تعلیق ملاحظہ فرمائیں [1] چنانچہ حدیث رسول ﷺ:

''مَنْ قَالَ فِي كِتَابِ اللهِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ'' [2]۔

جس نے اللہ کی کتاب میں اپنی رائے سے کچھ کہا وہ درست نکلا، تو بھی وہ خطا کار ہے۔

---

[1] دیکھئے: عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر، از علامہ احمد شاکر، (۱/ ۴۵، حاشیہ ۱)، ایڈیشن دار الوفاء ۲۰۰۵ء۔ (مترجم)

[2] سنن ابو داود، (حدیث: ۳۶۵۲) وجامع ترمذی، : حدیث: ۲۹۵۲)، ومسند ابویعلیٰ، (حدیث: ۱۵۲۰)، وغیرہ، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف ابو داود، ضعیف ترمذی اور ضعیف الجامع الصغیر میں ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے: ضعیف الجامع، حدیث (۵۷۳۶)۔ (مترجم)

کے بعد فرماتے ہیں:

''لیکن ہمارے اس دور میں کچھ ایسی مصیبتیں رونما ہوگئی ہیں اور ایسے نو واردین پیدا ہوگئے ہیں جو عیسائی مشینریوں کی آراء اور ان کی خواہشات نفسانی کے غلام ہیں، عربی زبان سے نا آشنا ہیں سوائے عوامی بات چیت کے، قرآن سے لاعلم ہیں، اسے پڑھا ہے نہ اُسے سنتے ہیں سوائے نادر کے، اسی طرح سنت رسول سے بھی جاہل ہیں، بلکہ اُس کے دشمنوں میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو علماء اسلام کے علم کا مذاق اڑاتے ہیں، انہیں نادان وبے عقل قرار دیتے ہیں، اور ان کی زبانیں ہمیشہ ہمارے سلف صالحین صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم اور ان کے بعد کے لوگوں کی بدگوئی میں رواں رہتی ہیں، بلکہ وہ غیب پر کم ہی ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اور ان جیسے لوگوں نے قرآن کریم کے ساتھ کھلواڑ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تلاعب کی جرأت وجسارت کی ہے، چنانچہ انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر کا بیڑا اٹھالیا، اور اپنی ذات پر جاہل اجتہاد کو لازم کرلیا، یہ لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں، انہیں کتاب وسنت کے ساتھ کھلواڑ کرنا سکھاتے ہیں اور ان کے دلوں سے ایمان ختم کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لوگ اور وہ لوگ قرآن کی تفسیر اپنی خواہشات نفسانی سے کرتے ہیں، کیونکہ یہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہیں کہ ان کی اپنی خواہشات ہوں اور بے انتہا جاہل ہیں، بلکہ یہ لوگ راہبوں پادریوں اور استعماریوں وغیرہ دشمنان اسلام جیسے اپنے آقاؤں اور اتالیقوں کی خواہشات نفسانی سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں....[1]۔

مسلمان پہلے اور اب بھی ایک دوسرے انداز کی گھناؤنی کوششوں کو جھیل رہے ہیں' جو موجودہ دور کی بدترین مثال ہے، جسے علم وبصیرت رکھنے والا ''صفوۃ التفاسیر'' اور ''مختصر تفسیر

---

[1] اسی سے قریب قریب بات کلمۃ الحق (ص:۵) میں بھی فرمائی ہے۔

ابن کثیر“ نامی کتابوں میں دیکھ سکتا ہے، یہ دونوں کتابیں ایک منہج سلف کے کٹر مخالف کی تالیف ہیں [1]۔

اور اگر عقیدہ میں منہج سلف سے منحرف شخص تفسیر کے باب میں علماء سلف کے اساسی مرجع مثلاً تفسیر ابن جریر طبری اور تفسیر ابن کثیر پر قابض ہو جائے، تو وہ راویٔ اسلام جلیل القدر صحابی ”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ“ پر دشمنان سنت کے غلبہ وتسلط کا نمائندہ بن جاتا ہے، کیونکہ جس طرح -پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دشمنان سنت کی گلے کا کانٹا ہیں اسی طرح سلف صالحین کی مسند تفاسیر جیسے تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ عقیدہ کے باب میں مخالفین سلف خلفیوں کے گلوں کے کانٹے ہیں۔ کیونکہ فاسد مقصد یکساں ہے۔

اور علماء وطلبہ علم وتقویٰ میں اپنے نصیبہ کی بابت دیوالیہ پن کا شکار اس شخص کی زیادتی اور تجاوز سے حیران وسرگرداں ہیں؛ کیونکہ اس نے تفاسیر کی شفافیت کو گدلا اور مکدر کر دیا ہے اور اس میں اور تفسیر ابن کثیر کے اختصار میں' بے انتہا کھلواڑ کیا ہے، ان دونوں کتابوں کی حقیقت کی نقاب کشائی کے لئے حسب ذیل کتب ومراجع ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ”المفسرون بین التاویل والاثبات فی آیات الصفات“ از شیخ محمد بن عبد الرحمٰن مغراوی۔

---

[1] یہ محمد بن علی صابونی سوری ہے جو عقیدہ میں اشعری اور علمی طور پر خائن ہے (۱۴۴۲ھ) میں ترکیا میں وفات پائی۔ اس نے تفسیر طبری اور تفسیر ابن کثیر جیسی سلفی تفسیروں کے ساتھ زمخشری جیسے معتزلی، رضی وطبرسی جیسے رافضی، رازی جیسے اشعری، صاوی جیسے متعصب قبر پرست اشعری اور ان کے علاوہ دیگر گمراہوں اور منحرف لوگوں کی تفاسیر کو خلط ملط کر دیا ہے۔ اس کی کتابوں پر دیگر علماء کرام کے علاوہ خود شیخ بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ نے ”التحذیر من مختصرات الصابونی فی التفسیر“ کے عنوان سے رد لکھا ہے جو اُن کی جامع کتاب ”الردود“ (ص: ۳۰۳-۳۶۹) میں شامل ہے۔ (مترجم)

۲۔ ''الرد علی أخطاء محمد بن علی الصابونی'' از شیخ محمد بن جمیل زینو۔

۳۔ ''شیخ سعد ظلام کا مقالہ'' جو مجلہ منار الاسلام میں شائع ہوا۔

۴۔ رسالہ ''منہج الأشاعرۃ فی العقیدۃ'' از شیخ سفر الحوالی۔

۵۔ ''سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ'' جلد چہارم کا مقدمہ، از علامہ البانی رحمہ اللہ، شیخ نے اس میں کافی وشافی گفتگو فرمائی ہے۔

۶۔ اسی طرح علامہ البانی نے ''سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ'' کی تیسری جلد میں کئی مقامات پر اس مبتلائے آزمائش، ریاکار، علم کے بغیر علمی آسودگی کے دعویدار کا پردہ فاش کیا ہے۔

اس شخص نے ان کتابوں میں کئی طرح سے کھلواڑ کیا ہے، جو حسب ذیل ہیں:

الف: نقل واقتباس میں بددیانتی۔

ب: ''اسماء وصفات کے باب میں'' سلف صالحین کی عبارتوں میں کتر بیونت، تاکہ وہ مذہب خلف کے موافق ہوں۔

ج: صحیح حدیثوں کو حذف کرنا۔

د: بکثرت ضعیف حدیثیں ذکر کرنا، جن کی سندیں حذف کی ہوئی ہوں۔

ھ: خلفی (غیر سلفی) آراء گھسیٹرنا جن سے اللہ نے تفسیر ابن جریر وتفسیر ابن کثیر جیسی ''عمدۃ التفاسیر'' (تفاسیر کی اساسی کتابوں) کو بری رکھا ہے۔

و: شاذ قراءات ذکر کرنا اور ان پر خاموشی اختیار کرنا۔

اور ان کے علاوہ بے جا تصرف، جھوٹ، دروغ گوئی اور نری جہالت وغیرہ۔ جو شخص ان کتابوں کو بے نقاب کرنے والے مذکورہ مراجع کا مطالعہ کرے گا، اس کے سامنے اس کے عملی دلائل قائم ہو جائیں گے۔

بنابریں:

میں ہر مسلمان کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان دونوں کتابوں "صفوة التفاسیر" اور "مختصر تفسیر ابن کثیر" کو اپنے پاس نہ رکھے نہ ان کا حوالہ دے، کیونکہ ان کا لکھنے والا غیر معتبر ہے جیسا کہ آپ سن چکے ہیں (حقیقت سے واقف ہو کر دیکھو، اُس سے بغض ونفرت کرنے لگو گے)۔ واللہ أعلم۔

④ سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نام نہاد خدمتگاروں کی علمی خیانت:

اسی طرح سنت رسول ﷺ کی خدمت سے نسبت رکھنے والے بعض لوگوں کی علمی خیانت ہے، اس کی کئی قسمیں ہیں، چند قسمیں حسب ذیل ہیں:

ا- **لمبا چوڑا دعویٰ:** چنانچہ لوگوں نے اس کے لئے ہر مشکل وآسان جتن کیا ہے، اس میں بڑی عجیب وغریب چیزیں پیش کی ہیں، کچھ ایسے لوگ بھی آگے بڑھ گئے ہیں جو نہ عربی زبان کا ایک حرف جانتے ہیں نہ فقہ کی کسی فرع کا علم رکھتے ہیں، نہ ہی مصطلح کی کسی قسم سے واقفیت ہے، بلکہ محض شاطر چور کی طرح جرأت رندانہ، چالاکی، بلند بانگ دعویٰ اور اکڑفوں کے ساتھ گھاٹی میں کود پڑے ہیں، اور زمین پر ناک بھوں چڑھائے اور مضطرب وبے ہنگم افکار لئے چلتے ہیں، اور بحث وگفتگو کے وقت بیزار وبے بس ہو جاتے ہیں، اور آپ کو خوب ملامت اور عیب جوئی کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے روایت میں بے علم وبصیرت اٹکل کیا یعنی اس کی من مانی تصحیح وتضعیف، بری فہم وتفسیر، بلا تحقیق حکم میں جلد بازی اور علم وادراک کے بغیر نفی اور اس کے علاوہ بے حساب طرح طرح کے کھلواڑ اور قسم قسم کی الجھنیں، دیوانگی اور باولہ پن۔

اور اُس شخص کا یہی حال ہوتا ہے جو اس میدان میں کود پڑتا ہے جس کا وہ اہل نہیں ہوتا،

اور بڑوں کا لباس پہننے کے سبب اُس کا پاؤں اس کے دامن میں الجھنے لگتا ہے۔ مجھے اپنے دور کے لوگوں کی بے بسی کے باوجود اسلام کے چشمہ پر دست درازی کرنے کی بابت اللہ ہی سے شکوہ ہے۔ اور ان متعالمین نے علماء کرام کو اپنے تعاقب، گندگی کے ازالہ اور غلطی کی تردید کے کام میں مشغول کر دیا ہے۔

ان علمی دعویداروں کی پستی اور سطحیت کا عالم یہ ہے کہ یہ آغاز طلب ہی میں کتابیں تالیف کرنا شروع کر دیتے ہیں پھر اس کے سرورق پر لکھتے ہیں: تصنیف ابوفلاں بن فلاں... اللہ تعالیٰ اسے درگزر فرمائے اور اُس کی، اس کے والدین اور اس کے اساتذہ کی مغفرت فرمائے!! حالانکہ میں ان میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جس نے کسی استاذ سے علم حاصل ہی نہیں کیا ہے! لیکن بس یہ حد درجہ سرگردانی، آزادروی وآوارگی اور شیخیت ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”كَانَ هَذَا الْعِلْمُ كَرِيمًا بِمُلاقَاةِ الرِّجَالِ فَلَمَّا صَارَ فِي الْكُتُبِ، صِرْتَ تجده عند العبد والأعرابي“[1]۔

یہ علم لوگوں سے براہ راست ملاقات کر کے حاصل کئے جانے کے سبب بڑا معزز تھا لیکن جب کتابوں میں آ گیا، تو آپ اُسے غلام اور دیہاتی کے پاس پانے لگے۔

اور ان لوگوں کا بدترین تناقض یہ ہے- اور اللہ کا شکر ہے اس زمانے پر جس میں تناقض کا کا توشہ ختم ہو جائے- کہ ایک شخص سنت اور علوم سنت سے وابستہ ہوتا ہے، حالانکہ وہ پوری طرح اس کے نواقض پر کاربند ہوتا ہے: یعنی عقیدہ میں سلفیت کے بجائے خلفیت، مسلکی عصبیت،

---

[1] سیر أعلام النبلاء، از ذہبی (۷/ ۱۱۴)، نیز دیکھئے: مقدمہ الکامل، (ص: ۱۴۵)، ودراسات فی الحدیث النبوی، (ص: ۳۰۰)۔

سلفیوں کے لئے دشمنی کھڑی کرنا اور سلفیت کے خلاف ناختم ہونے والی جنگ چھیڑنا وغیرہ۔ اسی طرح ان کی رنگ برنگی کنیتیں جو غلاموں اور صوفیوں کی کنیتیں ہیں، یہ ایسی ذلت و پستی ہیں جن سے خود دار طبیعتیں گھن محسوس کرتی ہیں۔

چنانچہ ''ابو السعادات'' اور اس جیسی دیگر عجمی کنیتیں رکھنے والوں پر سلفی عالم علامہ محمد بن بشیر ابراہیمی جزائری رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۸۵ھ) کا نقد ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

''عربوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نام کو بچپن کی علامت اور کنیت کو مردانگی کی علامت سمجھتے ہیں۔ اسی لئے وہ مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں سے پیدا ہونے والے بیٹوں اور بیٹیوں کے نام پر ہی کنیت رکھتے تھے، کیونکہ یہ ان کی زندگی کی تاریخ کا فطری تسلسل ہے، اور اس قسم کی سطحی کنیتوں اور القاب (یعنی ابو السعادات وغیرہ) کو اپنے غلاموں ہی کے لئے پسند کرتے تھے؛ اور یہ ہلکی کنیتیں اور القاب مسلمانوں کے درمیان تب ہی رواج پائے جب ان کے سماج میں شذوذ اور آوارگی در آئی، جس کے نتیجے میں حلیہ اور وضع قطع میں زنخہ پن، طبیعت و مزاج میں نسوانیت، عزائم میں پستی اور دین میں نفاق پھیل گیا اور جس دن سے مسلمانوں نے اپنے آپ کو فراموش کیا تو ان کارناموں کو ضائع کر دیا جن سے مرد حضرات عظمت و بڑائی سے ہمکنار ہوتے ہیں نیز ان گھٹیا اور رکو اس کاموں کو اپنا لیا جن سے بچے دل لگی کرتے ہیں اور ان سے حقیقی عظمت و بلندی کھوگئی لہٰذا انہوں نے اُسے نام، القاب اور کنیتوں میں تلاش کرنا شروع کر دیا؛ جب عربوں کے نام صخر (چٹان)، جندلہ (بھاری بھرکم پتھر) تھے تو وہ ناقابل تسخیر چٹان اور بڑے پتھروں کی طرح ٹھوس تھے، اور ان میں مُرَّۃ (کڑوا کسیلا) اور حنظلہ (ایلوا) نام والے تھے تو وہ اٹکنے والے اور زہر کی مانند تھے اور جب ان میں قتادہ (کانٹا) اور عوسجۃ (ایک آنکڑے دار پودا) نام والے تھے تو وہ کانٹے اور

آنکڑے تھے۔ مگر آج دیکھیں کہ وہ کیا ہیں؟ نیز غور کریں کہ اسماء شخصیتوں میں کیسا اثر چھوڑتے ہیں؟ لفظ سیدی (میرے آقا، سردار) میں اس کا اثر تلاش کریں، نیز یہ کہ یہ لفظ ہمارے درمیان اس وقت رائج ہوا جب ہم نے سرداری ضائع کردی اور ہمارے ہاتھوں سے قیادت وسیادت نکل گئی، ورنہ آخر یہ لفظ مسلمانوں میں اس وقت رواج کیوں نہ پایا جب وہ حقیقی معنوں میں دنیا کے سردار تھے؛ اگر کوئی کہنے والا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ لفظ استعمال کردیتا تو عمر کے جذبات بھڑک اٹھتے اور فوراً جواب میں ان کا دُرہ اٹھ جاتا''[1]۔

میری اس بات کو زیادہ نہ سمجھیں، کیونکہ یہ علامہ ابن فارس، علامہ ذہبی، علامہ سخاوی اور ان جیسے دیگر بڑے بڑے اماماں سلف کے شکوے کا امتداد ہے، جن کے ہم رکاب ہونا ہمارے لئے کہاں ممکن ہے:

لَا تَأْتِيَنَّ بِذِكْرِنا مَعَ ذِكْرِهِمْ

لَيسَ الصَحيحُ إِذا مَشى كَالْمُقعَدِ[2]

اُن کے ساتھ ہمارا ذکر نہ کیا کرو، کیونکہ صحت مند جب چلے تو اَپاہج کی طرح نہیں ہوتا۔

جب ہم اپنے اسلاف کے یہاں پائی جانے والی بلندیاں، اعلیٰ کارنامے، طلب علم کا سچا جذبہ اور حد درجہ انہماک دیکھتے ہیں تو اپنے حالات پر اللہ سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں، یقیناً بجاطور پر اُنہیں حق تھا کہ وہ بلند پایہ ائمہ بن گئے جن کے نور سے روشنی حاصل کی جائے، ورنہ اَب اُن کے اور ان کے گام پر چلنے والوں کے بعد آنکھ صرف مٹی سے یا قبروں میں مدفون لوگوں سے ہی بھر سکتی ہے۔

---

[1] دیکھئے: آثار الامام محمد البشیر الابراہیمی الجزائری، (۳/ ۵۴۱)۔ (مترجم)

[2] اسے ابونعیم الاصبھانی نے حلیۃ الأولیاء میں مخلد بن حسین کی طرف منسوب کیا ہے، دیکھئے: (۸/ ۲۶۶)۔ (مترجم)

امام ذہبی رحمہ اللہ مسعر بن کدام رحمہ اللہ (وفات: ۱۵۵ھ) کی سیرت میں لکھتے ہیں:

"... آج کل طلب حدیث کی جو معروف صورتحال رائج ہے وہ درحقیقت طلب علم کے دائرہ میں نہیں آتی، بلکہ وہ ایک اصطلاح، عالی سندوں کا حصول، بے شعور استاذ سے سیکھنا اور کسی کھیلنے والے نا سمجھ بچے، یا شیر خوار رونے والے نو زائیدہ، یا نو عمر لڑکے سے محو گفتگو یا لکھنے میں مشغول فقیہ کو سنانا ہے، اور ان کا فاضل شخص حدیث چھوڑ کر نام لکھنے یا اونگھنے میں مشغول ہوتا ہے، اور پڑھنے والے کی اگر کوئی مشارکت بھی ہوتی ہے تو اس کے پاس اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں ہوتی کہ بس وہ کسی طرح جزء حدیث میں لکھی ہوئی چیز پڑھ لیتا ہے خواہ نام میں تصحیف ہو، یا متن میں خلل ہو، یا وہ موضوعات میں سے ہو! تو ایسے لوگوں سے علم کا کوئی رشتہ نہیں، اور عمل تو مجھے سرے سے نظر ہی نہیں آتا، بلکہ بہت ساری بڑی چیزیں دیکھتا ہوں، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہیں"[1]۔

محمد بن یوسف فریابی امام ابن عیینہ رحمہ اللہ کے ساتھ چل رہے تھے، بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے مجھ سے کہا: اے محمد! مجھے تم میں عدم دلچسپی کی وجہ صرف طلب حدیث کی مشغولیت ہے، میں نے عرض کیا: اے ابو محمد! آپ بھی تو طلب حدیث کے سوا کوئی کام نہیں کرتے تھے؟ فرمایا: میں اس وقت نا سمجھ بچہ تھا[2]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے بعد فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں: اگر اس جیسا بلند پایہ امام تابعین یا ان کے کچھ بعد کے دور میں اس طرح کی بات کہتا تھا جبکہ طلب حدیث بالاتفاق منضبط تھا اور حدیثیں ٹھوس ومعتبر ائمہ سے لی

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۷/ ۱۶۷)۔ (مترجم)

[2] سیر أعلام النبلاء، (۸/ ۴۶۳)۔ (مترجم)

جاتی تھیں، اگر سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہمارے اس دور کے طلبۂ حدیث، اور ان کے شروفساد، اضطراب و حیرانی، بنی آدم کے جاہلوں سے حدیث لینے اور یک ماہی بچہ [1] کو سنانے کا منظر دیکھتے تو بھلا کیا کہتے [2]:

أَمَّا الخِيَامُ فَإِنَّهَا كَخِيَامِهِمْ

وَأَرَى نِسَاءَ الحَيِّ غَيْرَ نِسَائِهَا [3]

یقیناً خیمے تو انہی کے خیموں جیسے ہیں مگر میں قبیلہ کی عورتوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ دیگر ہیں۔

اور اسحاق بن راہویہ کی سیرت میں امام ابوعبداللہ الحاکم فرماتے ہیں:

''اسحاق، ابن المبارک اور محمد بن یحییٰ، انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں''۔

امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے بعد فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں: ایسا کئی ائمہ نے کیا ہے، یہ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ وہ بطریق وجادہ علم منتقل کرنے کے قائل نہ تھے کیونکہ بسا اوقات نقل کرنے والے پر خط میں تصحیف ہو جاتی ہے، اور ایسا بھی ممکن ہے کہ خط میں کسی حرف کا اضافہ کر دیا جائے جو معنیٰ ہی بدل دے، وغیرہ۔ مگر آج معاملہ ناقابل تلافی حد تک پھیل چکا ہے لوگوں کے منہ سے علم حاصل کرنا کم

---

[1] ابن شہر: محمد بن علی بن شہر اشوب السروی المازندرانی نام کا ایک شیعہ امامی اثنا عشری فقیہ بھی مشہور ہے جس کی وفات (۵۸۸ھ) میں ہوئی۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: ''یہ شیعہ مشائخ میں سے ہے اللہ ان میں برکت نہ دے''[(تاریخ الاسلام، از ذہبی (۴۱/۳۰۹، نمبر ۳۱۵)، والموسوعة الميسرة في تراجم أئمة التفسير والاقراء والنحو واللغة، (۳/۲۲۴۹، نمبر ۳۱۵۲)۔(مترجم)]۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۸/۴۶۴)۔(مترجم)

[3] یہ ابوالفضل بن عبدالصمد کا شعر ہے، بعض لوگوں نے شبلی کی طرف منسوب کیا ہے، دیکھئے: الدر الفرید و بیت القصید (۴/۲۴۶، نمبر: ۴۱۴۴)، ونفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب (۵/۴۸۷)۔(مترجم)

ہو گیا ہے بلکہ ایسی کتابوں سے بھی جن میں خلل اور غلطیاں نہ ہوں، مسائل نقل کرنے والے بعض لوگ بسا اوقات صحیح طرح سے ہجے کرنا بھی نہیں جانتے‘‘[1]۔

اسی طرح عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (وفات: ۲۸۰ھ) رقمطراز ہیں:

’’جو شعبہ، سفیان ثوری، مالک، حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ کی حدیثیں جمع نہ کرے وہ حدیث میں مفلس ہے۔یعنی حفاظ کے درجہ تک نہیں پہنچا۔‘‘[2]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے بعد فرماتے ہیں:

’’اس میں شک نہیں کہ جس شخص نے ان پانچ لوگوں کا علم جمع کر لیا، ان کی ساری حدیثوں کا احاطہ کر لیا، عالی و نازل تمام سندوں سمیت لکھ لیا اور اس کی علتوں کو سمجھ لیا اُس نے سنت رسول ﷺ کے نصف حصے بلکہ اس سے بھی زیادہ کا احاطہ کر لیا، مگر ہمارے اس دور میں اتنی بلکہ اس میں سے کچھ حصہ کی ہمت کرنے والے عنقا ہو چکے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔

نیز اگر کوئی شخص صرف امام ثوری کی حدیثیں تلاش کر کے انہیں اُنہی کی طویل سندوں سمیت لکھنا چاہے اور اس میں صحیح ضعیف کی وضاحت کرنا چاہے تو اُس کی مسند دس جلدوں میں آئے گی۔

آج محدث کا کام کتب ستہ، مسند احمد بن حنبل اور سنن بیہقی کا اہتمام اور ان کے متون واسانید از بر کرنا رہ گیا ہے، پھر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تا آنکہ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرے اور حدیث رسول ﷺ کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرے، لہٰذا علم حدیث اور اس کے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۱/ ۳۷۷)۔(مترجم)

[2] سیر أعلام النبلاء، (۱۳/ ۳۲۳)۔(مترجم)

علماء پر رونے والے کو رونا چاہیئے، کیونکہ خالص اسلام ویسے ہی اجنبی ہو چکا ہے جیسے آغاز میں اجنبی تھا، لہٰذا آدمی کو چاہیئے کہ اپنی گردن کو جہنم سے آزاد کرنے کے لئے کوشاں رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی قوت وتصرف نہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے، بلکہ ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں ودیعت فرماتا ہے، اس کی شرط رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور خواہش نفس اور بدعت سے فرار اختیار کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی اطاعت کی توفیق بخشے''[1]۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الجامع لأخلاق الراوی'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''میں نے اس دور کے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جو حدیث رسول ﷺ سے نسبت رکھتے ہیں، اپنے آپ کو محدثین میں شمار کرتے ہیں جو اسے سننے اور دوسروں تک پہنچانے کے متخصصین ہیں، حالانکہ وہ اپنے دعوے کی بابت لوگوں میں سب سے زیادہ دور اور جس چیز کی نسبت رکھتے ہیں اس کا بہت معمولی علم رکھنے والے ہیں، ان کا کوئی شخص اگر چند اجزاء لکھ لیتا ہے اور تھوڑی دیر سماع حدیث میں مشغول ہو جاتا ہے تو اپنے بارے میں سمجھتا ہے کہ محدث مطلق ہو چکا ہے، جبکہ ابھی اس کی جستجو میں اپنے آپ کو تکان ومشقت سے آشنا کیا ہوتا ہے نہ اُسے اس کے اقسام وابواب کے حفظ کی گرانی لاحق ہوتی ہے۔

حالانکہ وہ – حدیث کی قلت کتابت اور اس کی عدم معرفت کے باوجود – سب سے بڑے متکبر اور سب سے زیادہ عُجب وبڑکپن کا اظہار کرنے والے ہوتے ہیں، کسی شیخ کا کوئی احترام کرتے ہیں نہ کسی طالب حدیث کی کوئی قدردانی واجب سمجھتے ہیں، راویوں کی بے عزتی کرتے ہیں اور طالب علموں کو جلی کٹی سناتے ہیں، جبکہ یہ اس علم کے تقاضہ کے منافی ہے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۳/ ۳۲۳)۔ (مترجم)

جو وہ سنتے ہیں اور اس ذمہ داری کے خلاف ہے جسے ادا کرنا اُن پر لازم ہے...‘‘[1]۔

اسی طرح اپنی کتاب ’’الکفایۃ فی علم الروایۃ‘‘ کے مقدمہ فرماتے ہیں:

’’حمد وصلاۃ کے بعد: بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سرورِ عالم ہمارے نبی محمد ﷺ پر نازل کردہ زندہ جاوید کتاب اور سچی وحی کے ذریعہ جہالت کی عداوت اور ضلالت کی رنگینیوں سے نجات اور چھٹکارا عطا فرمایا، پھر آپ ﷺ کے اوامر کی بجا آوری کرنے والوں اور آپ کی منع کردہ باتوں سے باز رہنے والوں کے لئے جہنم سے نجات واجب فرمائی اور انہیں ذلت وخواری اور خسارہ سے دور فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ﴿٥٢﴾﴾

[النور: ۵۲]۔

جو بھی اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں۔

اللہ کی اطاعت ’’اُس کے رسول کی اطاعت میں ہے‘‘ اور اس کے رسول کی اطاعت اُس کی سنتوں کی پیروی میں ہے، کیونکہ سنت رسول ﷺ ہی چمکتا نور، دمکتا حکم، نمایاں حجت وبرہان اور روشن شاہراہ ہے، جو اس پر مضبوطی سے کاربند ہوا راہ یاب ہوا اور جس نے اُس سے عدول واعراض کیا گم کردہ راہ ہو گیا۔

اور جب ثابت سنن وآثار اور صحیح احادیث واخبار تمام احوال میں مسلمانوں کا مرجع اور تمام اعمال میں مومنوں کا مرکز وسرچشمہ ہیں کیونکہ احادیث وسنن پر عمل آوری کے بغیر اسلام کے وجود وبقا کا تصور ہے نہ اُسے حرزِ جاں بنائے بغیر ایمان کا ثبات واستقامت؛ تو اس کے

---

[1] دیکھئے: الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، (۱/۷۵، و۱/۷۷)۔ (مترجم)

اصولوں کے علم کی بابت جدو جہد کرنا واجب اور اس کی راہ بنانے والے امور کی ترغیب دینا لازم ہے۔ ہمارے دور کے ایک طبقہ نے متقدمین کا منہج وراستہ اپنائے بغیر کتب احادیث اور اسے پیہم جمع کرنے میں پوری کوشش انڈیل دی، راوی و روایت کی حالت، حقیر و پسندیدہ راہ کی تمیز، سنتوں میں موجود احکام کے استنباط اور ان میں پنہاں حلال وحرام کی فقہ کے استخراج وغیرہ کی بابت پیشرو اسلاف کی ژرف نگاہی سے نہیں دیکھا، بلکہ حدیث کا نام دیکھ کر اُس سے مطمئن ہو گئے اور کتابوں میں اُسے لکھنے اور نوٹ کر لینے پر اکتفا کر لیا! ایسے لوگ محض ناتجربہ کار اور کتابوں کے گٹھر اٹھانے والے ہیں، انہوں نے بڑی مشقتیں اٹھائیں، دور دراز ملکوں کا سفر کیا، ان کے لئے پیہم سفر اور جاں سوزی معمولی چیز بن گئی، انہوں نے سفر وحضر کی سواریوں کو اپنے لئے مسخر کر لیا، جان و مال کی قربانیاں پیش کیں، خوفناک اور دشوار گزار حالات کی پروانہ کی، ان کے بال پراگندہ، چہرہ فق، پیٹ خالی اور جسم کمزور ولاغر ہیں، وہ عالی سند کی تلاش میں کئی کئی ملکوں کا سفر کر کے اپنے اوقات کاٹتے ہیں، اس کے سوا ان کی کوئی اور خواہش و چاہت نہیں ہوتی ہے، وہ ایسے لوگوں سے روایتیں لیتے ہیں جن کی عدالت ثابت نہیں، ایسے لوگوں سے سنتے ہیں جو قابل امانت نہیں، ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن کی حدیث کی صحت جانتے ہیں نہ ان کی مسموعات کا ثبوت یقینی ہوتا ہے، ایسے کو قابل حجت سمجھتے ہیں جو اچھی طرح اپنا صحیفہ نہیں پڑھ سکتا، نہ اُس کے پاس روایت کی کوئی شرط پائی جاتی ہے، نہ وہ سماع و اجازہ میں فرق کر سکتا ہے، نہ مسند و مرسل اور مقطوع و متصل میں تمیز کر سکتا ہے، نہ اُسے اپنے شیخ کا نام یاد ہوتا ہے جس نے اُس سے حدیث بیان کی ہے، تاکہ وہ دوسرے سے اُس کی تحقیق کر سکے، نیز وہ ایسے شخص سے حدیثیں لکھتے ہیں جو اپنے عمل میں فاسق و بدعمل، مذہب میں قابل مذمت، دین میں بدعتی ہوتا

ہے، اس کا عقیدہ قطعی طور پر فاسد ہوتا ہے، اور وہ اسے جائز اور اس کی روایت پر عمل کرنا واجب سمجھتے ہیں بشرطیکہ سماع ثابت ہو اور سند عالی ہو!!

ان کا یہ عمل اور رویہ علماء سلف کی غیبت اور ان کی بابت بدکلامی کا سبب بن گیا اور بدعتیوں نفس پرستوں کے لئے اُن پر طعنہ جوئی کا راستہ آسان کر دیا، حتیٰ کہ بعض ایسے لوگوں نے بھی حدیث اور اہل حدیث کی مذمت کی جو دین کے نام نہاد مفتی بنے ہوئے ہیں اور عُجب وبڑکپن کے نشے میں اپنے آپ کو ائمۂ مجتہدین میں شمار کرتے ہیں، بایں طور کہ انہوں نے احادیث وآثار سے اعراض کر کے گھٹیا رائے اختیار کی اور اپنی بیمار اجتہاد ورائے کے ذریعہ دین میں بے جا تصرف کیا۔ یہ اُس کی جانب سے ''فضل و برتری'' کے مقام ومرتبہ سے حد درجہ جہالت اور بے انتہاء کوتاہی ہے، کہ ایسے لوگوں سے نسبت رکھتا ہے جو طلب حدیث کی محنت اور اس کی راہ میں پیش آنے والی مشقت اور تکان برداشت کرنے سے ہیبت زدہ ہیں اور حدیثیں یاد کرنے سے عاجز ہیں، ان پر سندیں گڈمڈ ہوگئیں انہیں ازبر نہ کر سکے، لہٰذا محنت وگرانی کے کاموں سے کنارہ کشی اختیار کرلی، اور جن چیزوں سے لاعلم تھے اُنہیں دشمن بنالیا، آرام پسندی اور تن آسانی کو ترجیح دیا اور راحت وسکون سے لطف اندوز ہوئے، پھر قبل از وقت مجلسوں میں براجمان ہوگئے، اور جس علم کی صحیح معلومات نہیں اُس کا دعویٰ کیا، اگر ان میں سے کسی نے کوئی حدیث روایت کی تو ایسے صحیفوں سے جنہیں اُس نے خریدا ہے، اُسے لکھنے جمع کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں اٹھائی، نہ اُسے سنا ہے نہ اُس کے نقل کرنے والے کی حالت کا کوئی علم ہے، اور اگر ان میں سے کچھ حدیثیں یاد بھی کیا تو رطب ویابس کو خلط ملط کر دیا، صحیح ضعیف کو گڈمڈ کر دیا، اگر اُس پر کسی حدیث کی سند میں قلب ہوگیا یا کسی حدیث سے متعلق کسی علت کے بارے میں اس سے پوچھا گیا تو حیران وششدر ہوگیا، بوکھلا گیا، اور اپنی

جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنی داڑھی سے کھیلنے لگا اور ناک سُڑ کنے لگا، چنانچہ وہ چکّی کے گدھے کی طرح ہے، پھر حدیث حفظ کرنے اور اس کی مشقت اٹھانے والوں کی ایسی جانفشانی دیکھی جو اُس کے بس میں نہیں تو اُس کے شہ سواروں کی تحقیر کرنے کا سہارا لیا اور اُس کے میدان کے سپہ سالاروں پر طعن و تشنیع کا راستہ اختیار کرلیا۔

جیسا کہ ہمیں ابو بکر محمد بن عمر بن جعفر الخرقی نے بتلایا وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں احمد بن جعفر بن محمد بن سلم الختلی نے بتلایا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو العباس احمد بن علی الآبار نے بیان کیا، فرمایا کہ:

میں نے اہواز میں ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنی مونچھ مونڈ رکھی تھی، اور میرا خیال ہے کہ اس نے کچھ کتابیں خرید رکھا تھا اور ''فتویٰ دینے کی'' تیاری کر رہا تھا، چنانچہ لوگوں نے محدثین کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا: یہ کچھ بھی نہیں ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو میں نے اس سے کہا: ہاں تجھے صحیح طور سے نماز پڑھنی بھی نہیں آتی! اُس نے کہا: مجھے؟! میں نے کہا: ہاں۔ پھر میں نے پوچھا: اچھا یہ بتا جب تو نماز شروع کرے گا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے گا تو اُس وقت تجھے رسول اللہ ﷺ کی کونسی دعاء معلوم ہے؟ تو وہ خاموش ہوگیا، پھر میں نے پوچھا: اچھا یہ بتا کہ جب تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے گا تو اُس وقت تجھے رسول اللہ ﷺ کی کونسی دعاء معلوم ہے؟ وہ خاموش رہا، پھر میں نے: اچھا یہ بتا کہ جب تو سجدہ کرے گا تو اُس وقت تجھے رسول اللہ ﷺ کی کونسی دعاء معلوم ہے؟ وہ خاموش رہا۔ تو میں نے کہا: کیا بات ہے کچھ بولتا کیوں نہیں؟ کیا میں نے نہیں کہا کہ تجھے صحیح سے نماز پڑھنی بھی نہیں آتی! اگر تجھے بتا دیا جائے کہ تو فجر کی نماز دو رکعت پڑھے گا اور ظہر کی نماز چار رکعت پڑھے گا، تو تُو اسے اپنے پلے باندھ لے، یہ تیرے لئے اس سے کہیں بہتر ہے

کہ تو محدثین کرام کا تذکرہ کرے، کیونکہ تیری کوئی حیثیت نہیں ہے، اور تجھے کچھ بھی نہیں آتا۔

اس مذکورہ شخص کی مثال فقہاء میں اسی جیسی ہے جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا جو حدیث سے نسبت رکھتا ہے، حالانکہ حدیث سننے اور لکھنے کے علاوہ اُسے علم حدیث کے اقسام میں غور وفکر وغیرہ سے ادنیٰ تعلق نہیں ہوتا۔

رہے علماء محققین اور علم حدیث کا تخصص رکھنے والے تو وہ گہرے علم والے ائمہ، دین کی بے مثال فقہ وفہم رکھنے والے اساطین، اہل فضل وفضیلت اور بلند مقام ومرتبہ سے سرفراز مند ہستیاں ہیں جنہوں نے امت کے لئے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی حفاظت کی، قرآن کریم کے پیغامات کی خبریں دیں، اس کا ناسخ ومنسوخ ثابت کیا اور اس کے محکم ومتشابہ کو علیٰحدہ کیا، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کی تدوین فرمائی، آپ کی سیرت کے مختلف گوشوں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند وبیداری، قیام وقعود، لباس وسواری اور کھانا پینا وغیرہ ازبر کیا، حتیٰ کہ آپ کے ناخون کا تراشہ کہ آپ اُسے کیا کرتے تھے اور منہ کا بلغم کہ آپ اُسے کیسے تھوکتے تھے، اور ہر کام کے وقت اور اسی طرح ہر جگہ جہاں آپ حاضر ہوتے تھے' کیا کہتے تھے (سب کچھ جوں کا توں ازبر کیا)، یہ تمام چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بجالانے اور آپ کی بابت ذکر کردہ اور آپ سے منسوب امور کے شرف کی معرفت کے جذبہ سے تھیں، اسی طرح انہوں نے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب اور آپ کے کنبہ وخانوادے کے کارناموں کو بھی محفوظ کیا، نیز انبیاء کی سیرت، اولیاء کے مقامات اور فقہاء کے اختلافات کو بھی منتقل کیا۔ اگر سنتوں کے حفظ وضبط، ان کی جمع وتدوین، ان کے سرچشموں سے ان کا استنباط واستخراج اور ان کی سندوں میں غور وفکر کی بابت محدثین کرام کی خاص عنایت وتوجہ نہ ہوتی تو شریعت ضائع ہوجاتی اور اس کے احکام ناپید ہوجاتے، کیونکہ شریعت کے

احکام ومسائل محفوظ واز بر کردہ احادیث وآثار ہی سے مستنبط اور منتقل کردہ سنتوں ہی سے ماخوذ ہیں۔لہٰذا جو اسلام کا حق شناس ہوگا اور دین کی حرمت و پاسداری واجب سمجھے گا اُس کے نزدیک یہ سنگین گناہ ہوگا کہ اُن چیدہ ہستیوں کی تحقیر وتنقیص کرے جنہیں اللہ نے عظیم شان والا بنایا ہے، بلند مرتبے سے نوازا ہے، ان کی حجت نمایاں کی ہے اور ان کی فضیلت آشکارا فرمائی ہے، نیز ان پر طعنہ زنی کرکے اس کی رسائی جماعت رسول ﷺ، پیروکاران وحی، حاملین دین اور گنجینہائے علم کے مقام تک نہیں ہوسکتی جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

[التوبۃ:۱۰۰]۔

اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

محدث کے شرف کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اُس کا نام رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ لگا ہوا اور اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہے۔

﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٤﴾﴾

[الجمعۃ:۴]۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے اور اللہ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنہیں اس رتبہ سے نوازا ہے اور اِس مقام پر پہنچایا ہے اُن پر واجب ہے کہ اپنی کوششیں رسول اللہ ﷺ کے آثار وسنن کی تلاش کرنے، انہیں ان کی جگہوں سے طلب کرنے، حاملین سنت سے اخذ کرنے، ان کے ذریعہ تفقہ حاصل کرنے، ان کے

احکام میں غور فکر کرنے، ان کے معانی کی جستجو کرنے اور ان کے آداب سے آراستہ ہونے میں صرف کریں، اور جن چیزوں میں نفع کم اور فائدہ بعید از امکان ہو اُن سے اعراض کریں، مثلاً شاذ و منکر احادیث کی طلب اور منکر و من گھڑت کی جستجو سے احتراز کریں، اور کما حقہ حدیث پڑھیں، اُسے یاد کریں، رطب و یابس کی تہذیب اور ضبط کریں، نیز اس کی حالت کے تقاضہ کے مطابق اور حسن و جمال سے بہرہ ور کرنے والی چیزوں کے ذریعہ اُسے ممتاز کریں'' بات ختم ہوئی [1]۔

امام سخاوی رحمہ اللہ- مدارس حدیث کے وقف کاروں کی شرط پوری کرتے ہوئے اُن کی ذمہ داریاں اُٹھانے کے حقدار محدث کی مطلوبہ صفات بیان کرنے کے بعد- بعض محدثین سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں [2]:

''البتہ اگر اس کے سر پر سیاہ ٹوپی اور اس کے پیروں میں جوتے ہوں، اور وہ وقت کے امراء میں سے کسی امیر کے ساتھ رہے، یا جو موتی اور مونگے سے آراستہ ہو، یا رنگ برنگے کپڑے زیب تن کرلے، اور جھوٹ و بہتان کے ذریعہ حدیث کی تدریس حاصل کرلے، اور اپنے آپ کو بازیچۂ اطفال بنالے، اُسے جو بھی حدیث کی چھوٹی کتاب یا بڑا دیوان پڑھ کر سنایا جائے اُسے کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے! ایسے شخص کو محدث کیا انسان بھی نہیں کہا جاسکتا، یقیناً ایسا آدمی جاہل ہونے کے ساتھ حرام خور بھی ہے اور اگر اسے حلال سمجھے تو دین اسلام سے خارج ہے'' بات ختم ہوئی۔

بظاہر یہ کسی دل کی بھڑاس اور کسی معذور کی کڑھن ہے، اس سے اس دور کا آدمی

---

[1] دیکھئے: الکفایۃ فی علم الروایۃ، (ص: ۲-۶)۔ (مترجم)

[2] فتح المغیث بشرح ألفیۃ الحدیث، از حافظ سخاوی، (۱/ ۴۵)۔

مددگاروں کی قلت اور حسد و بے اعتنائی کی کثرت کے باوجود حدیث کا مقام ثابت کر کے تسلی حاصل کرتا ہے، اللہ ہی سے مدد کی درخواست اور اُسی پر بھروسہ ہے“ بات ختم ہوئی۔

۲- کچھ نوعمر لونڈوں کی کارستانیاں: جو لوگوں کی بنائی ہوئی یا از سرے نو اپنی ایجاد کردہ عجیب وغریب باتوں کے ذریعہ تعلیم کے مسندوں پر قہقہے لگانے لگے ہیں، چنانچہ انہوں نے اہل علم کو اس کی روک تھام اور حقیقت بے نقاب کرنے میں مشغول کر دیا ہے۔

یہ جھوٹ کے صحراء میں پھیلے ہوئے ہیں جو ایک ایسا چٹیل میدان ہے جس کے کنارے لامتناہی ہیں، جس کا راہی اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھتا، مسکین (نادان) کا خیال ہے کہ وہ اپنے نفس پر سوار ہو چکا ہے جس نے اُسے علم کے میدان اور اس کے گلستانوں تک پہنچا دیا ہے، مگر اس کی واقعی حالت یہ ہے کہ خود اس کا نفس اُس پر حاوی ہو چکا ہے اور اُس سے برسرِ پیکار ہے، چنانچہ وہ جب بھی ایک قدم آگے بڑھانا چاہتا ہے اُسے کئی قدم پیچھے کی طرف کھینچ لیتا ہے، صورتحال یہ ہے کہ وہ روز روشن میں بھی فضائل اور خوبیوں سے عاری ہو چکا ہے اور شرف مندوں کے درمیان ایسے پژمردہ اور بے وقعت ہو گیا ہے جیسے لق و دق صحراء میں قافلے کی گوزہو!!

کیونکہ پستیوں میں گرے ہوئے اس قسم کے لوگوں کو بے نقاب کرنے کے لئے سات آسمانوں کی بلندی سے اُترنے والی کرنوں کے حاملین موجود ہیں، چنانچہ جو بھی جھوٹ کوئی ”علمی دعویدار“ گھڑتا ہے فوراً کوئی صاحب علم اُس کا پردہ چاک کر دیتا ہے، چنانچہ اُن کے نام حقیقت کی دنیا میں اہل سنت کے سامنے زخمیوں یا مُردوں کا ڈھیر بن کر رہ جاتے ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیک کام انجام پاتے ہیں۔

ہم نے اس سلسلہ میں کئی عجیب وغریب باتیں سن رکھی ہیں جن کا تذکرہ باعث شرم وعار

ہے، ان میں سے چند باتیں یہ ہیں:

۱۔ راویانِ حدیث اور اس کے مخرجین کے بارے میں ایک عمامہ پوش کے حیرت انگیز استحضار سے طلبہ دہشت زدہ تھے، چنانچہ وہ کہتا تھا: اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فلاں فلاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، اور ان کا ذکر کرتا تھا، اور فلاں فلاں محدث نے اس کی تخریج کی ہے۔

مگر طلبہ یہ سوچ کر کہ یہ دستار پوش کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے اُس کی بات کی تحقیق نہیں کرتے تھے، انہوں نے از راہ استعجاب مجھ سے اس بات کا ذکر کیا تو میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ اس کی بات کی تحقیق کریں، انہوں نے ایسا ہی کیا، چنانچہ اس کے جھوٹ کا پردہ فاش ہوگیا بالآخر اس کا درس ناپید ہوگیا، حتیٰ کہ علمی گہوارہ اس سے تنگ ہوگیا اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

کہاں یہ جھوٹے فریبی جس بات کا انہیں علم نہیں اُس کا اظہار کرنے والے اور کہاں سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی امانت اور احتیاط کی بابت ان کا طور طریقہ؟

امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں [1] اور ابونصر مروزی نے ''تعظیم قدر الصلاۃ'' میں [2] اپنی سند سے میمون بن ابوشبیب (وفات: ۱۸۳ھ) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے ایک مرتبہ کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو مجھے ایک بات یاد آئی جسے اگر میں اپنی کتاب میں لکھ دیتا تو میری کتاب سنور جاتی مگر میں جھوٹ بولنے والا ٹھہرتا اور اگر اُسے چھوڑ دیتا تو میری کتاب بدنما ہو جاتی مگر میں سچ بولنے والا ہوتا، لہٰذا میں نے اُسے چھوڑ دینے کا تہیہ کر لیا، تو مجھے خانہ کعبہ کی جانب سے آواز آئی:

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۱۳۶)۔

[2] تعظیم قدر الصلاۃ (۲/۹۷۴، نمبر: ۱۰۵۸)۔

﴿يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ﴾ [ابراہیم:۲۷]۔

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے۔" بات ختم ہوئی۔

۲۔ اسی طرح تحقیق کے باب میں ان کی گندی دخل اندازی کی ایک قسم یہ ہے: اور یہ ایک عمدہ موضوع ہے جسے متاخرین میں سے کم ہی لوگوں نے محسوس کیا، اسی لئے دوسروں کو وہم میں ڈالنے کا سبب بن گئے حالانکہ وہ خود وہم کا شکار ہیں:

وہ اس طرح کہ سنت مطہرہ کی کتابوں کے الگ الگ راویوں کے سبب ان کے بعض نسخوں میں اختلاف ہے، کبھی کبھی مکمل باب میں اختلاف ہوتا ہے، یا کسی حدیث میں، یا حدیث کے کسی لفظ میں اختلاف ہوتا ہے، وغیرہ۔

جیسا کہ موطا کی روایات میں اختلاف ہے، اس کی مجموعی روایتوں کے بارے میں جن کی تعداد تقریباً بیس ہے، کے بارے میں آپ کو تفصیلی گفتگو "أوجز المسالک" کے مقدمہ (ص:۴۹-۵۹) میں مل جائے گی۔

اسی طرح بخاری کی روایات کے اختلاف کا بے مثال خلاصہ فن حدیث کے کہنہ مشق شہسوار اور کاروان محدثین کے امام وپیشوا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" اور اس کے مقدمہ "ہدی الساری" میں کیا ہے۔ اگر چہ ابن سعادہ کی روایت اپنے خسر صدفی سے اُن سے چھوٹ گئی ہے۔

اسی لئے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اپنی شرح "اِرشاد الساری" میں اس اعتبار سے امتیازی حیثیت کے حامل ہیں کہ اُنہوں نے اپنی شرح "یونینی" (وفات:۷۰۱ھ) رحمہ اللہ کے نسخہ پر کی ہے، جس کا انہوں نے کئی نسخوں سے موازنہ کیا ہے اور ان کے درمیان موجود فروق کو واضح کیا ہے۔

اسی طرح امام جمال الدین یوسف بن عبد الهادی (وفات: ۹۰۹ھ) رحمہ اللہ نے ''اختلاف روایات البخاری...'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔

یہی معاملہ بقیہ سنن کی کتابوں کا بھی ہے، ان کے راویان کو امام ابن نقطہ (وفات: ۶۲۹ھ) رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، اور کسی معاصر طالب علم نے ''الأصول الستۃ روا تھا ونسخھا'' کے عنوان سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔

نیز کسی مغربی عالم نے ''مدرسۃ الامام البخاری فی المغرب'' نامی رسالہ تحریر کیا ہے۔

جس کا خلاصہ میں نے ''التاصیل لأصول التخریج وقواعد الجرح والتعدیل'' میں قلمبند کیا ہے۔

بہت سارے لوگ ان باتوں سے غفلت کے سبب سنگین غلطیوں کا شکار ہو گئے۔

مثال کے طور پر: ایک وسیع علم امام کسی حدیث کو سنن ابو داود (روایت ابن داسہ) کی طرف منسوب کرتا ہے، پھر معاصر محقق آ کر اُس حدیث کے لئے سنن ابو داود کے مطبوعہ نسخے کی طرف رجوع کرتا ہے (جو لؤلؤی کی روایت ہے) اور جب اُسے اُس میں وہ حدیث نہیں ملتی ہے تو حوالہ کی بابت وہم ہو جانے کی بات لکھتا ہے، حالانکہ وہ خود وہم کا شکار ہے!!

اسی طرح اس کی ایک مثال امام نسائی رحمہ اللہ کی کتاب ''السنن الکبریٰ'' ہے پھر اس کا مختصر اُن کے شاگرد امام ابن السنی رحمہ اللہ کا ہے، جس کا صحیح نام ''المجتبیٰ'' یا ''المجتنیٰ'' ہے، جبکہ وہ ''سنن النسائی الصغریٰ'' کے نام سے مشہور ہے۔

حافظ منذری پھر حافظ مزی رحمہما اللہ جب کسی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسے امام نسائی نے روایت کیا ہے تو اُن کی مراد ''سنن کبریٰ'' ہوتی ہے ''سنن صغریٰ'' نہیں۔

پھر ایک نااہل علمی ودعوتی خیانت کرنے والا آتا ہے اور کسی حدیث کے بارے میں کہتا ہے:

''یہ حدیث سنن نسائی'' میں نہیں ہے، اس کی مراد سنن صغریٰ ہوتی ہے جسے اُن کے شاگرد امام ابن السنی نے مختصر کیا ہے، اور امام منذری وغیرہ کو وہم کرنے والا قرار دیتا ہے، حالانکہ وہ خود وہم کا شکار ہے۔

کتاب ''تحفۃ الأشراف'' پر عبادت گزار عالم دین شیخ عبدالصمد شرف الدین الکتبی رحمہ اللہ کا مقدمہ (۱/۱۸) ملاحظہ فرمائیں، توفیق دہندہ اللہ کی ذات ہے۔

۳۔ اسی طرح اس کی ایک قسم یہ ہے کہ کبھی کوئی حدیث صحیح بخاری یا صحیح مسلم یا کسی اور کتاب میں کسی گوشے یا غیر متعلق جگہ میں ہوتی ہے، اور کوئی عالم اپنی کتاب میں اُسے نقل کر کے حوالہ دے دیتا ہے، پھر ایک تحقیق کا دعویدار آتا ہے اور اُس حدیث کے لئے صحیح بخاری یا اور کسی کتاب میں اس کی معروف جگہ کا مراجعہ کرتا ہے مگر اُسے نہیں پاتا ہے، تو مولف پر تعاقب کرتے ہوئے اُسے وہم کا شکار بنا دیتا ہے، بلکہ بسا اوقات وہ حدیث اسی جگہ پر ہوتی ہے مگر وہ اپنی جہالت کے سبب اور مولف کی بابت اپنی گندی ذہنیت سے لبریز بھڑاس نکالنے کے لئے اُس پر وہم کا شکار ہونے کا عیب لگا دیتا ہے اور اُس کا جھوٹا تعاقب کرتا ہے۔

موجودہ دور میں اس کی ایک بدترین مثال جس نے اہل علم کو بڑی تکلیف دی ہے وہ کچھ ناتجربہ کار فریب خوردہ لوگوں کا شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی چند تالیفات کی تحقیق کا کام انجام دینا ہے، جو شیخ رحمہ اللہ کو وہم کا شکار قرار دینے لگے! حالانکہ حوالہ وتخریج میں وہ خود وہم کا شکار ہیں۔ ان کی جانب سے کئی بدعائیہ عبارتیں بھی صادر ہوئیں ہیں مگر اُنہیں مٹا دیا گیا۔

۴۔ ان کتابوں کی تحقیق میں ان کی بے جا گھس پیٹھ کی ایک مثال یہ ہے [1]:

---

[1] شیخ عبداللہ بن محمد الدویش کا ایک رسالہ بنام: ''التنبیہات النقیات علی ماجاء فی أمانۃ مؤتمر الشیخ محمد بن عبدالوھاب'' ہے، جس میں انہوں نے تقریباً تیس تنبیہات ذکر کی ہیں، ان میں وہ دونوں حدیثیں (۱۸، ۲۲) بھی ہیں جنہیں میں نے آگے ذکر کیا ہے۔

کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیع کے ایک لونڈی کا دانت توڑنے کی بابت اُن کی حدیث پر صحیحین کا حوالہ دیتے ہوئے "متفق علیہ" کہا ہے۔

تعلیق نگار کہتا ہے:

"میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام مسلم نے روایت نہیں کیا ہے، اس لئے شیخ کا "متفق علیہ" کہنا وہم ہے" بات ختم ہوئی۔

حالانکہ حدیث صحیح مسلم میں کتاب القسامۃ میں موجود ہے [1]۔

اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث:

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَبَّقَ بِالْخَيْلِ وَرَاهَنَ"۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے [2]۔

کے بارے میں تعلیق نگار کہتا ہے: "مجھے یہ حدیث مسند میں نہیں ملی"۔

آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے ہمیں اپنے سستے علم میں مشغول کر دیا ہے: یقیناً ہماری سرزمین کا ناکارہ پرندہ بھی گِدھ ہوتا ہے؟ (یعنی ایک نااہل بھی باکمال ہونے کا دعویٰ کرتا ہے)۔

اس موقع پر میں بصراحت کہتا ہوں کہ یقیناً یہ لوگ اور ان جیسے اور لوگ بہت ہیں، جو کچھ ایسی راہوں اور رجحانات کے حامل ہیں اسلام جن کا انکاری ہے، اور یقیناً ان کے پہلو میں کچھ تیر انداز بھی ہیں جو اُن کے لئے نیزوں کے نشانے درست کرتے ہیں اور اُن کا ہدف ہم ہیں۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب إثبات القصاص فی الأسنان وما فی معناہا، (حدیث: ۱۶۷۶)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: مسند احمد (حدیث: ۵۳۴۸)۔ (مترجم)

تو کیا بھلا ہے کوئی نفسانی خواہشات سے آزاد بیدار مغز شخص جو علمی مراکز ومیادین کو ان گھس پیٹھیوں سے پاک کرے، قبل ازیں کہ اُن میں بیماری پوری طرح سرایت کر جائے؟

⑤ فقہی امور میں علمی خیانت:

اسی طرح فقہی امور؛ یعنی دونوں آفرینش میں بندگان الٰہی کے افعال کے احکام اور دنیا وآخرت کی سعادت کی اساس کا علم، یہ ایک ایسا باب ہے جس میں کئی قسم کے لوگوں نے بے جا دخل اندازی کی ہے:

ایک رخصت پسند فقیہ ہے، دوسرا شاذ اور غیر معتبر قول اختیار کرنے والا ہے، تیسرا فقیہ کی عبارت میں اس کی اصطلاح سے ناواقف شخص ہے، اور چوتھا جس کی فقاہت اپنی رغبت وخواہش کی بنیاد پر ہے، اور ان تمام چیزوں کا خلاصہ دو باتوں میں ہے:

۱۔ ''علم فقہ کا دعویدار جسے اس کا علم نہیں'' اس کا انجام جہالت ونادانی ہے۔

۲۔ ''عصری تقاضوں کے نام پر دینی احکام کے ساتھ سمجھوتہ کرنے والے فقہی مدرسہ کی شاگردی'' جو پیشانی پر شکن کے بغیر انحراف وکجروی کا سرچشمہ ہے، یہ اللہ کی قسم دونوں سے زیادہ کڑوا ہے؛ کیونکہ اس مدرسہ میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوئے جنہیں سستی شہرت مل گئی، پھر ان کے نرسنگھے میں کافروں نے بھی پھونک ماری، یہاں تک کہ ان کے راستے اندر گھس کر انہوں نے اللہ کی نازل کردہ پاکیزہ شریعت کی جگہ دیگر کئی چور راستوں سے تبدیل کردہ شریعت اور تاویل کردہ شریعت اتارنے کا کام کیا، جن راستوں کو راہ حق سے منحرف لوگوں نے مرتب کیا ہے۔

ابو العلاء المعری (وفات: ۴۴۹ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

وکم من فَقیهٍ خابطٍ في ضلالَةٍ

وحُجّتُهُ فیها الکتابُ المنزَّل[1]

بہت سے فقیہ گمرہی میں خبطی پڑے رہتے ہیں جبکہ اس میں اُن کی دلیل اللہ کی نازل کردہ کتاب ہوتی ہے۔

ذیل میں ان میں سے بعض چیزوں کی وضاحت (تبیان)[2] ملاحظہ فرمائیں:

الف: ''زمانہ بدلنے سے فتویٰ بدلنے کا دعویٰ''۔

میں نے ''فائت الفقیہ'' میں ''بساط الحال وأثرہ فی الأحکام'' کے عنوان سے اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

یہ ایک ظاہری قاعدہ ہے حقیقی نہیں؛ کیونکہ تمام فقہاء، ماتنین اور شارحین جو اس کا ذکر کرتے ہیں اسے خصوصیت کے ساتھ عرفوں کی تبدیلی کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کی بہت ساری مثالیں بیان کی ہیں[3] مگر انہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ وہ یا تو اِسی باب سے ہیں، یا عام کو اُسی جیسی نص سے خاص کرنے کے قبیل سے ہیں، یا نیتوں کی تبدیلی وغیرہ کے باب سے ہیں۔

اِسی لئے انہوں نے ایک دوسری جگہ[4] وہ بات بیان کی ہے جس سے اس اطلاق کی

---

[1] دیکھئے: دیوان ابو العلاء المعری، قافیہ ''لام''۔ (مترجم)]۔

[2] فائدہ: ''تبیان، اور تلقاء'' دونوں میں ''تِفعال'' کے وزن پر تاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور بعض لوگوں کے یہاں تاء کے کسرہ کے ساتھ آنے والے الفاظ یہی دو ہیں، ان دونوں کے علاوہ دیگر الفاظ تاء کے فتحہ کے ساتھ ہیں، جیسے: تَذکار۔ ''مرویات دعاء ختم قرآن'' نامی رسالہ میں اس لفظ کے وزن کی بابت مجھ سے قلمی لغزش ہوئی ہے، لہٰذا اُس کی تصحیح کر لی جائے۔ نیز دیکھئے: ''لامیۃ الأفعال''، وتفسیر طبری تفسیر سورۂ اعراف، آیت (۴۷)، وغیرہ۔ واللہ أعلم۔

[3] اِعلام الموقعین، (۳/ ۱۴-۱۰۷)۔

[4] اِغاثۃ اللھفان، از امام ابن القیم، (۱/ ۳۵۳)۔

تقلید ہوتی ہے؛ بایں طور کہ انہوں نے احکام کے دو مجموعے بیان کئے ہیں:

۱۔ منصوص احکام، جن پر یہ اصول سازی منطبق نہیں ہوتی۔

۲۔ اجتہادی احکام، جو عرفوں کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں، اور یہ اُسی قبیل سے ہے جن میں وقت اور حالات کی تبدیلی سے فتویٰ بدل جاتا ہے... [1]۔

اور عصرانی حضرات (دینی احکام کو زمانہ کے تقاضہ کے مطابق ڈھالنے والے) اِسی ظاہری قاعدہ کے راستے بہت وسیع ابواب تک جا گھسے اور زمانہ کی تبدیلی کے نام پر قطعی الدلالت نصوص جیسے: چوری، زناکاری وغیرہ سے متعلق حدود کی آیات کو فرسودہ بنا کر اقامت حدود کو معطل قرار دیا، جس کا نتیجہ ایک موہوم اور خیالی چھاؤنی تلے شریعت اسلامیہ سے بے دخل ہو جانا ہے۔

ب: حق بات جس سے باطل مقصود ہے، یعنی ''اجتہاد کا دروازہ کھولنے'' کی دعوت۔

یہ اسلام کو موجودہ تہذیب وتمدن کی فن کاریوں سے قریب کرنے کی بابت استعمار کا ایک بہت بڑا دروازہ ہے۔

ج: شذوذ اور رخصت جوئی کے ذریعہ ''مسلکی آرائش'' بایں معنیٰ کہ مسلکوں کی رخصتیں اور متروک ومہجور اقوال اخذ کئے جائیں، کیونکہ وہ مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کے ''تبریری نظریہ'' (یعنی وجہ جواز نکالنے کا نظریہ) سے ہم آہنگ ہے۔

اس بارے میں ایک مستقل مبحث ہے، لہٰذا ''تیسرے مبحث'' کا انتظار کیجئے۔

د: ''شریعت کی قانون سازی'' کی دعوت دینا اور قانونی حیثیت نہ دیئے جانے کے بہانے اُس کی تحکیم موقوف رکھنا۔ یہ ''تحکیم شریعت میں ٹال مٹول کے لئے'' ایک علت جُو یانہ دعویٰ ہے، جس کا مقصد واضح ہے، یعنی شریعت کی قانون سازی نہ ہونے کے دعویدار کی

---

[1] کتاب ''مفہوم تجدید الدین'' از محمد سعید بسطامی میں اس کی کافی وشافی وضاحت ہے۔

حالت زار کے مطابق تحکیم شریعت کا ابدی ودائمی انکار۔

میں نے ''فقہ النوازل'' میں اس نازلہ (ہنگامی پیش آمدہ مسئلہ) پر علیحدہ بحث کی ہے اور ''لازم قرار دینے'' سے غفلت برتنے والوں کی غلطی واضح کی ہے۔

ھ: ''احکام کے نصوص کی تاویل'' یہ ایسے ہی باطل ہے جیسے اسماء وصفات کے نصوص کی تاویل کا رویہ باطل ہے۔ اس کا نچوڑ یہ ہے کہ نصوص کی گردنوں کو ان کے معانی سے موڑ دیا جائے، اور اُنہیں ایسے معانی پر محمول کیا جائے جس کے وہ محتمل نہیں ہیں، نیز اُنہیں فرسودہ وجوہ اور بے جا و ناقص آراء پر محمول کیا جائے جس کی زبان عرب کے کلام کے اسالیب اور گفتگو کے طریقوں میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

و: اسلام کا دیگر کافر قوانین اور باطل ادیان سے موازنہ کرنا، یہ ایسا فتنہ ہے جو یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے سروں تک پہنچ چکا ہے اور ان کے واسطے سے اُن کے طلبہ میں سرایت کر چکا ہے؛ جبکہ ان کا اپنا خیال ہے کہ اس میں شریعت کی فضیلت کا اظہار ہے [1]!

چنانچہ یونیورسٹیوں کے سیکڑوں رسائل اور آزاد کتابوں کو اُن کے موازنے کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں، اُن میں سے کئی ایک میں کاتب کی کم علمی کے سبب کسی مسئلہ کی بابت اسلامی حکم کی وضاحت میں اُس کے موقف کی کمزوری کا اثر پورے دین پر پڑتا ہے۔

اور یہ اُن دروازوں میں سے ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں میں گھس پیٹھ کرنے والا آ گھستا ہے، نیز ایسا کرنے سے دین کی عظمت پر بٹہ لگتا ہے اور اس سے کفر اور کفار سے بغض ونفرت کا حصار ٹوٹ جاتا ہے۔

---

[1] اسلام اور کافر قوانین و باطل ادیان کے مابین موازنہ کے رجحان کے ابطال وتردید کے بارے میں سعدی ابوجیب کی کتاب ''دراسۃ فی منہاج الاسلام السیاسی'' میں عمدہ بحث ملاحظہ فرمائیں۔

''امام احمد رحمہ اللہ [1] بدعتیوں سے بحث و مناظرہ کرنے کے لئے آگے بڑھنا ناپسند کرتے تھے، امام غزالی (وفات: ۵۰۵ھ) نے اُن سے اپنی کتاب ''المنقذ من الضلال'' [2] میں نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے معتزلہ کی تردید میں کتاب تصنیف کرنے کی بابت حارث بن اسد محاسبی بغدادی (وفات: ۲۴۳ھ) پر نکیر فرمائی، تو حارث نے کہا: بدعت کی تردید تو فرض ہے، امام احمد نے فرمایا: ہاں بات صحیح ہے، مگر تم نے پہلے ان کا شبہہ بیان کیا ہے، پھر اُس کا جواب دیا ہے، لہٰذا اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی شخص شبہہ پڑھ لے اور وہی اس کی سمجھ میں آجائے اور اُس کے جواب کی طرف توجہ نہ کرے، یا جواب دیکھے مگر اُس کی گہرائی سمجھ نہ سکے!! امام غزالی کہتے ہیں: امام احمد اپنی بات میں حق بجانب ہیں، لیکن یہ ایسے شبہہ کے بارے میں ہے جو پھیلا ہوا اور مشہور نہ ہوا ہو، البتہ اگر وہ شبہہ پھیل چکا ہو تو اس کا جواب دینا واجب ہے، اور شبہہ بیان کئے بغیر اس کا جواب دینا ممکن نہیں'' بات ختم ہوئی۔

امید کہ اللہ تعالیٰ یونیورسٹیوں میں کام کے ذمہ داران اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنی مشیت سے اس بات کی توفیق دے کہ وہ اس موضوع پر کماحقہ غور وتامل کریں اور اس کی جانچ پڑتال کریں، تاکہ ہم اپنی راہ درست کریں اور غیروں کی غلطیاں کشید کرنے اور دوہرانے سے دور رہیں، اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کا سوال ہے۔

ز: قیاس کے اثبات ونفی میں تردد، اور اس کی نفی میں ظاہریہ کے موقف کا سہارا لینا

اور ابن حزم رحمہ اللہ کی تائید وحمایت پر تکیہ کرنا، جبکہ یہ روافض کا مذہب ہے۔

اور باعث استعجاب یہ ہے کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ (وفات: ۴۵۶ھ) اپنے مخالفین پر

---

[1] تراجم الرجال، از محمد الخضر حسین (وفات: ۱۳۷۷ھ)، (ص: ۸۳)۔

[2] المنقذ من الضلال، مطبوع ہے، (ص: ۱۸)۔

سخت رویہ اپناتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں دوجگہوں پر وہ خود قیاس اختیار کرتے ہیں:

اول: عقیدہ میں: اور جواُن کی کتاب ''الفصل فی الملل والأہواء والنحل'' کامطالعہ کرے گا اُسے بخوبی معلوم ہوجائے گا۔

دوم: اپنی کتاب ''المحلی بالآثار'' میں مخالفین کوکئی مقامات پر قیاس کے ذریعہ الزامی جواب دیتے ہیں، جبکہ بحث ومناظرہ کے آداب اور حجت وتکرار کے اصولوں میں یہ چیز معلوم ہے کہ دومناظروں میں ایک شخص دوسرے پروہی چیز لازم کرسکتا ہے جس کا وہ خود عقیدہ رکھتا ہو اور اس کا قائل ہو، کیونکہ مقصد حق کی رسائی ہے نہ کہ فریق مخالف پر حاوی اور غالب ہونا۔

ح: **اور ایک بھونڈی قسم ''فروع کی بھرمار کرنے والوں'' کاموقف ہے**[1] یہ وہ لوگ ہیں جوقواعد واصول کے بجائے مختلف فیہ فروع سے دیگر فروع مستنبط کرتے ہیں۔ اگر آپ موجودہ دور کے طلبہ کے بحوث ومقالات کابغورمطالعہ کریں گےتو اُنہیں ایسا ہی پائیں گے، اگر اُسے کوئی مختلف فیہ فقہی فرع مل جائے گی تو ہنگامی پیش آمدہ مسئلہ کو اُسی پر فٹ کرکے موقف ونظریہ قائم کرنے لگے گا، اور خوشی سے مچلتے ہوئے اُس کو اُس پر چسپاں کردے گا، حالانکہ اس کی عمارت خود ایک شکستہ بنیاد پر قائم ہے۔ اور یہاں رافضیوں کے مذہب میں ایک پوشیدہ گھٹیاراز ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں[2]:

---

[1] شرح إحیاء علوم الدین، (۱/ ۲۸۵)۔ رہا بدعتیوں کا اہل سنت کو''حشویہ'' کالقب دینا تو یہ ان گناہوں میں سے ہے جن کا وہ حق کی صورت بگاڑنے کے لئے مرتکب ہوتے ہیں، اس کی تفصیلی بحث موجود ہے، دیکھئے: التذکرۃ التیموریۃ، ازعلامہ تیمور باشا، (وفات: ۱۳۴۸ھ) (ص: ۱۴۸)، والحور العین، ازنشوان حمیری (وفات: ۵۷۲ھ) (ص: ۲۰۴)۔

[2] منہاج السنۃ النبویۃ، (۸/ ۳۵۵)۔

''امام شعبی ان کے بارے میں کہتے تھے:

''يَأْخُذُونَ بِأَعْجَازٍ لَا صُدُورَ لَهَا'' أَيْ بِفُرُوعٍ لَا أُصُولَ لَهَا۔

یہ لوگ پچھلے حصوں کو اپناتے ہیں جن کے اَگلے نہیں ہوتے۔ یعنی ایسے فروع اختیار کرتے ہیں جن کے اصول نہیں ہوتے۔ بات ختم ہوئی۔

⑥ کتابوں میں کاٹ چھانٹ اور خرد برد:

علمی خیانت کی ایک قسم ''کاٹ چھانٹ'' ہے: بدحالی کی نوبت یہاں جا پہنچی ہے کہ پوری پوری کتابیں اور رسائل کاٹ چھانٹ کر لے لئے جا رہے ہیں! میں نے الحمد اللہ اپنی کتاب ''معجم المؤلفات المنحولۃ'' (تراشیدہ کتابوں کی فہرست) میں اس پر بہت ہی زیادہ تفصیلی گفتگو کی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل اور طباعت آسان فرمائے۔

میں نے اس میں اس وقت پیش آمدہ مسئلہ ''حقوق تالیف'' کے بارے میں اپنی کتاب ''فقہ النوازل'' سے ذکر کیا ہے، لہٰذا اُسے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

رہا مسئلہ کتابوں کے نام بدلنے اور ''کتابوں سے کشید کرنے'' کا، بایں معنیٰ کہ کسی کتاب کے موضوع سے کوئی بحث کشید کر کے اُسے علیحدہ شائع کر دیا جائے، اور اس کے حاشیہ پر لکھا جائے کہ یہ فلاں کی تالیف ہے جبکہ سرورق پر بالکل اشارہ نہ کیا جائے کہ یہ فلاں کتاب سے کشید کردہ ہے! تو یہ فریب دہی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں نہ پوچھو، کیونکہ یہ کھلواڑ حد سے گزر چکا ہے اور اس سلسلہ میں حرام خوروں کی محنتوں کا اژدحام ہے، اور ان کی جانب سے دھاروں پر دھاریں ٹوٹ رہی ہیں، لوگ مصنفین، کاتبین اور محققین بنے گھوم رہے ہیں... ایک ایسی لاقانونیت ہے کہ ہم روئے زمین پر کسی کو اسے لگام دینے والا نہیں

جانتے، لیکن ہوسکتا ہے یہ تنبیہ اُسے نفع پہنچائے جس کے دل میں کوئی غیرت ہو۔

⑦ کتاب کو غیرضروری اموراور بے فائدہ چیزوں سے بھر دینا:

علمی خیانت: کی ایک شکل یہ ہے کہ کتاب کو غیرضروری اموراور بے فائدہ طوالت سے بھر دیا جائے، بلکہ یہ ٹھنڈ لوہے پر ہتھوڑا مارنے جیسا ہے، یہ کام اشاعتی کارکردگی کے انقلاب کے نتیجے میں تحقیق کے نام پر کیا جارہا ہے، بایں طور کہ اگر اصل کتاب کا حجم اتنا ہوتا ہے کہ اگر اُسے ایک لفافہ میں ڈال دیا جائے تو کافی ہوجائے۔ پھر ایک ''نصوص نقل کرنے والا'' یا صاف ستھرا کاتب ''تحقیق'' کے نام سے آتا ہے اور تنبورہ (ایک قسم کا ساز، باجا) میں نغمہ کا اضافہ کردیتا ہے، اس کا مقصد کتاب کو حواشی اور تعلیقات سے بوجھل کردینا ہوتا ہے، درانحالیکہ وہ اغلاط کے کیچڑ میں لت پت ہوتا ہے۔

اور تعجب کی بات یہ ہے یہ لوگ کتاب میں گزرنے والے تمام صحابہ، تابعین اور نمایاں شخصیات کی سیرت بیان کرتے ہیں، مشہور مقامات جیسے مکہ، مدینہ وغیرہ کا تعارف کراتے ہیں، معروف سنتوں کی بھی تخریج کرتے ہیں وغیرہ، اس طرح یہ بھوکوں کے انقلابات (بے انتہا عشوائی اور بدنظمی) کے قبیل سے ہے، یہ تو تحصیل حاصل ہے اس سے کتاب کا مطالعہ کرنے والا کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا، بلکہ اس کے سلبیات بہت زیادہ ہیں:

مثلاً: ۱۔ اس سے وقت اور محنت صرف ہوتی ہیں جس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

۲۔ پوری کتاب کا مطالعہ کرنے سے پڑھنے والوں کی ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔

۳۔ کتاب کے زیور طباعت سے آراستہ ہونے میں تاخیر ہوتی ہے اور بلا کسی علمی فائدہ کے طلبۂ علم پر قیمت کی گرانی کا بوجھ آتا ہے۔

بھلا بتائیں کہ اگر یہ طریقہ ''فتح الباری'' وغیرہ جیسی مطول کتابوں میں اختیار کیا گیا ہوتا' تو کیا حال ہوتا؟

اور اس کے نتیجے میں خلل، جہالت اور دوسروں کو وہم کا شکار ٹھہرانے کے مسائل بھی پیش آتے ہیں، چنانچہ ہم نے بہت سے ایسے حاشیے دیکھے ہیں جو مصائب کا پیش خیمہ ہیں، اس چیز کو امام زمخشری (وفات: ۵۳۸ھ) نے اپنی کتاب ''أساس البلاغۃ'' میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''زیتون کا تیل، زیتون کا خالص نچوڑ ہے اور حواشی متون کا مغز نکالنے (کھوکھلا کرنے) والی ہیں''[1]۔

اور بعض علماء نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''کتاب اس وقت تک روشن نہیں ہوتی جب تک اُسے تاریک نہ کیا جائے۔ یعنی نفع بخش حواشی نہ لگا دیئے جائیں، اور یہ بہت کم اور نادر ہے''[2]۔

یقیناً تحقیق کی حقیقت و ماہیت یہ ہے: کہ نص کو اسی طرح ثابت کیا جائے جیسے مولف کا منشا و مقصود ہے، بایں طور کہ اُس نص پر ایسا حاشیہ لگایا جائے جسے ''وضاحتی استعداد'' یا ''توضیحی نظام'' کے نام سے جانا جاتا ہے، البتہ اگر اسے ''توثیقی سرمایہ'' کہا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔

اور یہ حسب ذیل مراحل میں انجام پاتا ہے:

الف: نسخوں کا فرق ثابت کرنا، اور ان پر موجود حواشی واضح کرنا جنہیں ''اِبرازات''

---

[1] دیکھئے: أساس البلاغۃ، از زمخشری (۱/ ۴۲۷)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم، از کنانی، (ص: ۶۱)، والعقد التلید فی اختصار الدر النضید، از عبدالباسط العلموی، (ص: ۲۵۴)۔ (مترجم)

کہا جاتا ہے۔

ب: نقص وانقطاع کی تکمیل کرنا، جو نگاہ ہٹنے یا جسے نگاہ اُچٹنا کہتے ہیں کے سبب یا اس قسم کے دیگر اسباب کے نتیجہ میں ہوتا ہے جو کسی مولف یا نقل کرنے والے کی جانب سے واقع ہوتا ہے۔

ج: مشکل الفاظ کے حرکات کی صحیح تعیین کرنا اور اس کے غموض و پیچیدگی کو واضح کرنا۔

د: اصل کتاب کے نصوص کی تخریج اُس کے اصل مصادر کا حوالہ دیکر کرنا، نہ کہ دوبارہ اُسے انہی مصادر سے نقل کر دینا جو بسا اوقات کئی صفحات تک پہنچ جاتے ہیں، کیونکہ اس سے اداروں پر دوبارہ تحقیق کرانا لازم ہوگا، اور یہ رویہ محض علمی عیوب، اوراق کی نقل، تجدید کاری کے گناہوں اور علمی خیانت کی ہلاکت انگیزیوں میں سے ہے۔

اور ایسا کرنے والے کی حیثیت محض ''نصوص نقل کرنے والے'' سے زیادہ نہیں ہوتی۔ نیز یہ ''تحقیق'' کا نام کاروبار اور دنیوی مقاصد کے فروغ کا ذریعہ بن چکا ہے، چنانچہ بہت سی کتابیں ہیں جو حد درجہ درستی اور تحقیق کے ساتھ شائع ہوتی ہیں، پھر کوئی علمی دعویدار یا اشاعتی ادارہ آتا ہے اور اُسے چُرا کر تحقیق کے نام سے دوبارہ شائع کر کے بازار میں عام کر دیتا ہے!! اس سلسلہ میں دائرہ اس قدر وسیع ہو چکا ہے کہ اس نے کتابوں کو ''نفع بخش گھوڑا'' کے شعار تلے ڈال دیا ہے۔

اور سب سے پہلے جس نے یہ چیز کسی عربی کتاب پر لکھی وہ استاذ احمد زکی (وفات: ۱۳۵۳ھ) ہیں، پھر دائرہ مزید وسیع ہوا یہاں تک کہ یہ اعلیٰ نظامی تعلیمات میں بھی داخل ہوگیا، چنانچہ اس میں کچھ چیزیں تو دیکھنے والے کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں اور کچھ چیزیں اندوہناک ہیں جس نے اوائل کی کتابوں کو خراب کر دیا ہے اور بعد والوں کی سطحیت کو

بے نقاب کر دیا ہے۔

رہا مسئلہ مستشرقین کی کارستانیوں پر نقد کا پہلو تو اس کی تفصیلات آپ کو اُن کے تلاعب کی قلعی کھولنے والی کتابوں میں ملیں گی۔

مثال کے طور پر: ''برنامج طبقات فحول الشعراء'' از استاذ محمود شاکر میں انہوں نے کتاب ''الاعلان بالتوبیخ'' از امام سخاوی کی مثال دی ہے۔ جسے حسام الدین قدسی رحمہ اللہ نے جھوٹے اضافے، بے جا مدح وستائش اور گراوٹ و پستی کے بغیر شائع کیا، پھر مستشرق فرانز نے اسے ''علم التاریخ عند المسلمین'' کے نام سے ایسے شائع کیا جس میں وہ سارے عیوب موجود تھے، جیسا کہ (ص: ۱۱۹، ۱۲۷) میں اس کا بیان موجود ہے۔

رہا مسلم ''دکاترہ'' (پی ایچ ڈی کے سند یافتگان) اور کتابیں نقل کرنے والوں اور ناشروں کے کھلواڑ کا پہلو، تو آپ کتب خانوں اور لائبریریوں میں جس کتاب پر بھی چاہیں ہاتھ رکھ کر دیکھ لیں، آپ کو عجیب وغریب چیزیں دیکھنے کو ملیں گی۔

اسی لئے استاذ محمود شاکر نے اپنی کتاب ''برنامج طبقات..'' میں جو بات ثابت کی ہے وہ دل کی بھڑاس ہے جسے سلف کی کتابوں کے ساتھ ہونے والے کھلواڑ اور جہالت نے بہت دکھ پہنچایا ہے، اس لئے ہمارے اندر بصیرت اور بیداری ہونی چاہئے تا کہ ہم اصلیت اور سچائی کی طرف لوٹیں، دعوی کرنے، کتابوں کو بے فائدہ چیزوں سے بوجھل کرنے، کاغذات آراستہ کرنے اور غیر فصیح عجمیوں کی پیروی سے کنارہ کشی اختیار کریں، نیز بیرونی شعاروں، بلند بانگ دعوی، اظہار بلندی و برتری اور علمی خیانت سے گریز کریں۔

بلکہ ہمیں چاہئے کہ ظاہری شکل اور اندرونی مادہ میں الفاظ و معانی اور لباس تقویٰ کی رعایت کریں، کیونکہ یہی خیر ہے۔

یہ استاذ محمود شاکر کی باتوں کے کچھ اقتباسات ہیں ان کی عمدگی اور نفاست کے سبب میں یہاں بیان کر رہا ہوں:

''یہ ''علمی منہج'' یا ''علم تحقیق'' جس کا چغہ زیب تن کر کے اِترانے والا اِتراتا ہے، وہ محض چند دروس ہیں جنہیں ہمارے دور کے کچھ غیر فصیح عجمیوں کی ایک جماعت نے ایجاد کیا ہے، اور انہوں نے اُن سے سن کر ازبر کر لیا ہے، چنانچہ جب ان میں سے کسی کے پاس کوئی کتاب آتی ہے یا اُس کے ہاتھ لگتی ہے تو وہ دیکھتا ہے، اگر حاشیوں میں اُس کے اپنے ازبر کردہ قواعد کی تطبیق دی گئی ہوتی ہے تو وہ کتاب اس کے نزدیک بڑی اہم ہوتی ہے اور وہی ''تحقیق شدہ کتاب'' ہوتی ہے، اور اگر کتاب کے حاشیہ میں اپنے ازبر کردہ قواعد کا کوئی ظاہری اثر نہیں دیکھتا ہے تو وہ ''غیر محقق کتاب'' اور ''نہایت ردی کتاب'' قرار پاتی ہے۔ یہ باتیں وہ اپنی کھوپڑی اٹھا کر، سینہ تان کر، رخسار بسور کر، اپنے ہونٹ اور ناک سکوڑ کر گھن محسوس کرتے ہوئے بولتا ہے۔

یہ اور اِن جیسے دیگر لوگوں کے سبب ازبر کردہ قواعد کے مطابق ''تحقیق کتب'' کی وباء عام ہو چکی ہے، اور خس وخاشاک، باطل وفرسودہ امور اور گندگی سے بوجھل اس تباہ کن سیلاب نے عربی کتاب کے رخ زیبا کو داغدار کر دیا ہے۔ بات ختم ہوئی۔

پھر مولف (محمود محمد شاکر) ''حققه''، ''يحققه''، ''تحقيق'' جیسے متکبرانہ الفاظ اور اس فعل کے دیگر صیغوں کا انکار کرتے ہوئے ایک دلچسپ بحث کرتے ہیں اور پھر اِس لفظ اور اس کے تمام مشتقات کو (تاریخ میں مستشرقین کے پیر کہلانے والے عجمی مستشرق فرانز روزنتال کی) پوری تحریر اور تمام کتابوں سے ساقط کر کے اُسے پس گوش ڈال دیا ہے، کیونکہ ان الفاظ میں غرور وتکبر، تعلّی اور خیانت پائی جاتی ہے، اور صرف لفظ ''قرأ'' (یعنی پڑھا)

پر اکتفا کیا ہے...

بنابریں اہل علم وایمان پر لازم ہے کہ ہانپتے ہوئے دوڑنے والی غلطیوں کا غبار اڑانے والی اِن سطروں کو حرف غلط کی مانند مٹا کر ناپید کر دیں، اس کی بدبو اور سڑاند سے چھٹکارا حاصل کرلیں اور جھوٹی دعویداری، بے جا تعلّی اور تقلید سے دوری اختیار کرلیں، اور ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم درج ذیل اصول وضوابط کی روشنی میں چلیں:

۱۔ کتاب کو غیر مفید مسائل سے بھر کر ضخیم کرنے سے احتراز کرنا۔

۲۔ سلف کی کتابوں کو "مقابلہ" (موازنہ) یا "توثیق" کے نام سے شائع کرنا، اس مقام پر یہی لفظ "تحقیق" ہے۔

۳۔ "توثیق" (تحقیق) کی صلاحیت اور شرائط وضوابط سابقہ تفصیلات کے مطابق ہوں۔

⑧ جھوٹی ناموری اور خیالی وجاہت:

علمی خیانت کی ایک قسم: اس مال کا تاوان بھی ہے جو کم سے کم حالت میں مشکوک ہے؛ اور وہ جاہ ومقام ہے جو زیادہ تر حالات میں موہوم اور غیر حقیقی ہے، چنانچہ اس مریض کی فریب خوردگی اُسے علم وتحقیق میں خیانت تک لے جاتی ہے اور علمی سرمایہ کی خدمت اور اسلاف کے کارناموں کو زندہ کرنے میں محنتیں صرف کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

چنانچہ کوئی اپنا مال اور کوئی اپنا جاہ ومقام ایسے شخص کے لئے خرچ کرتا ہے جسے اپنے علم کے ساتھ ناپید رہنا چاہئے تاکہ وہ اُس کے لئے کوئی کتاب تحقیق کر دے یا کوئی کتاب تیار کر دے اور اُس کے سرورق پر پوری بے حیائی کے ساتھ لکھ دے "تحقیق فلاں" یا "تحقیق ودراسہ فلاں"، جبکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔

اور اس علمی خیانت کا مریض بھی جانتا ہے کہ وہ جھوٹا اور خود اپنے آپ کو دھوکہ دینے والا ہے۔ اور بہت سارے طلبہ بھی اس علمی دعویدار کی کاٹ چھانٹ کو جانتے ہیں، یا تو اس لئے کہ اُسے تحقیق کی قدرت وصلاحیت نہیں ہے یا پھر اس لئے کہ اُس پر اتنے کاموں کا بوجھ ہے جس کے ہوتے ہوئے وہ اپنے دعویٰ کو صحیح نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔

اوران دونوں (مال وجاہ والوں) کے پیچھے ایک تیسرا طبقہ ہے جو مال، جاہ اور علم سے مفلس اور کورا ہے ''جس کی پیٹی مال سے خالی اور تجوری علم سے خالی ہے''؛ اور یہ ایسی ہزیمتیں ہیں جنہیں عزیمتوں سے آشنائی نہیں کہ جن کی گرانی سے وہ ایک خیالی عظمت وبڑائی قائم کرنے کی کوشش کرسکے، چنانچہ وہ کبھی کسی کی کتاب چُراتا ہے اور کبھی کسی کی محنت خریدتا ہے اور لوگوں کے سامنے دسیوں کتابیں چھاپ کر لاتا ہے، حالانکہ وہ مفلس ناکارہ اور دھتکارا ہوا رُسوا ہوتا ہے...

اس سلسلہ میں مجھے کئی حقائق کا علم ہے جو اس نامرادتکونے سے رونما ہوئے ہیں جو حقیقت اور واقع کو بدنما کرنے والا ہے، اور وقت اس زیادتی کو بے نقاب کرنے کا ضامن ہے، ''براقش (کُتیا) خود اپنے آپ کو نوچے گی'' ورنہ وہ اس خلاف حقیقت کام سے کشادگی اور گنجائش میں تھا، نیک بخت وہ ہے جو اپنی حد میں رہے، اپنے دائرے سے تجاوز نہ کرے۔ یقیناً ''سچا بھنگی جھوٹے علم کے دعویدار سے زیادہ خوش بخت ہے''۔

ہم اس حقیقت سے پردہ اٹھانے کو کچھ وقت کے لئے ملتوی کرتے ہیں، واللہ المستعان۔

⑨ نااہلوں کی ریاکاری، عُجب وتعلّی اور کبر وغرور:

علمی خیانت کی ایک قسم غیظ وغضب کا جھٹکا ہے، جس کے سامنے صبر بے قابو ہوجاتا ہے،

یہ کچھ لوگوں کی گھس پیٹھ ہے جن پر جوانی کا نشہ اور اس کی حدّت غالب ہو جاتی ہے، چنانچہ وہ علمی خیانت، ریاکاری، عُجب وتعلّی، کبر وغرور کا شکار ہو جاتے ہیں نیز گفتگو، ہم نشینی اور لوگوں کو ان کا مقام دینے کے آداب کی بابت اسوۂ نبوی سے اپنی میراث کی کمزوری کا اعلان کرنے لگتے ہیں۔

اور اس عمل اور رویہ کے نتیجے میں بہت زیادہ طبیعتوں میں وحشت وبے اطمینانی اور بغض وکینہ کی آبیاری پائی جاتی ہے، حاصل کلام یہ کہ یہ ایک گھٹیا کام میں بھونڈی کوشش ہے۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ: ایسی حالت والے بعض لوگوں کو مثلاً کسی مبتدی طالب علم، یا کوئی شخص جس کی معلومات پر گردش ایام نے پردہ ڈال دیا ہو، تو آپ دیکھیں گے کہ وہ ایک دو مسئلوں کو لے لیں گے اور اُس کا گہرا مطالعہ کر کے تیاری کر لیں گے پھر مجلسوں میں اور ناشناسا لوگوں کے سامنے آ کر اُن پر اپنے علم کی ہیبت اور دھونس جمائیں گے، تاکہ اپنے علم کی برتری ظاہر کریں اور علماء ومشایخ کا امتحان لیں... اور اس قسم کے دیگر گھٹیا مقاصد۔

جبکہ حاضرین میں بہت سارے لوگ ہوتے ہیں جو اُن سے نفرت کرتے اور ناراض ہوتے ہیں، ان سے بغض رکھتے اور اُن کی عیب جوئی کرتے ہیں، اس طبقہ کے بارے میں تجربہ یہ رہا ہے کہ انہیں روئے زمین میں مقبولیت نہیں ملتی، یہ طول وعرض میں بہت زیادہ اور لایعنی باتیں کرتے ہیں، ان کی ہم نشینی بار بار لاحق ہونے والا میعادی بخار، ان کا دیدار آنکھ کا تنکا، اور ان کی بات حد درجہ گندی "صابن سے دھوئی ہوئی" ہوتی ہیں [1] اور انہی جیسے لوگوں کے سبب "خاموشی" کو محبت عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس زمین کی مدد فرمائے جو اُسے اپنی پشت پر پناہ دے اور اُس مٹی پر رحم فرمائے جو اُسے ڈھانپے۔

---

[1] معجم البلاغۃ، از راغب اصبہانی (وفات: ۵۰۲ھ)۔

لٰہذا دیکھنا ایسا تلبیس کار مفلس ہونے سے بچنا۔

⑩ مبتدی اور ناتجربہ کاروں کا شوق تصنیف وتالیف:

علمی خیانت کی ایک شکل مبتدی لوگوں میں کتابیں تالیف کرنے کا شغف ہے: جبکہ آغاز طلب میں پھسلنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے، اور یہ سراسر "صحیفے کی استاذی" ہے، کیونکہ درحقیقت اس کی تعلیم "بصورت مجذوبی" (یعنی بلا استاذ) ہوتی ہے [1] چنانچہ آپ اُسے دیکھیں گے کہ وہ تالیف کے میدان میں جا گھستا ہے جہاں اکابر کی رسائی سالہا سال تک اساتذہ سے مستقل وابستگی اور کتابوں کے صفحات الٹنے کے بعد ہوتی ہے، پھر یہ "تازہ مجذوب" (بے استاذ علم حاصل کرنے والا ناتجربہ کار) آتا ہے اور ان کی تالیفات سے برابری کرنے لگتا ہے...اور اشاعتی ادارے روزانہ ہمارے لئے کاغذات کے گٹھر نکالتے رہتے ہیں۔

اگر یہ فریب خوردگی کی حد نہیں ہے تو میں اس کے علاوہ اس کا کوئی سبب نہیں جانتا، ہم اس بہرے فتنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

میں اپنے آپ کو اور اپنے بھائیوں کو طلب علم، مسائل کی باریک پرکھ، اصولوں کے ضبط، بڑی کتابوں کو کھنگالنے، بکثرت سیکھنے اور پیہم حصول میں محنت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، نیز یہ کہ آدمی اپنے آپ کو طلب علم کے مراحل میں اہلیت ولیاقت ہونے سے پہلے تالیف میں مشغول نہ کرے کیونکہ اس مرحلہ میں تالیف کرنا علم اور طلب علم کا راستہ کاٹ دیتا ہے اور آدمی اپنے آپ کو اُس میں پختگی سے پہلے ہی ڈال دیتا ہے۔

قابل اعتبار تالیف کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسوں کے قلم سے ہو جن کی صلاحیتیں وسیع

---

[1] مجذوب اُسے کہتے ہیں جس کا کوئی استاذ نہ ہو، جیسا کہ تاریخ ابن خلکان (۷/ ۲۵۶) میں ہے۔

ہوں اور طلب علم اور جد و جہد طویل ہو، کوئی بھی کاریگری اس کے ذہین کاریگر اور ماہر استاذ کی مرہون منت ہوا کرتی ہے۔

⑪ خالص عربی زبان کا عجمیت میں لت پت ہونا:

علمی خیانت کی ایک قسم ''لغوی قومیت'' ہے: اور اسی قبیل سے ''لغوی آوارگی، یعنی عمدہ اور خالص عربی زبان کا عجمیت میں لت پت ہونا'' بھی ہے، ہر اس علمی دعویدار کی جانب سے جس کا قاموس (ڈکشنری) محیط نہیں ہے، اس کا قابوس وسیط نہیں ہے اور عربی زبان میں اس کی حصہ داری چند متفرق الفاظ کی حد تک ہے [1]۔ یہاں تک کہ دل میں بار بار یہ سوچ آتی ہے کہ: آیا یہ متعالم (علمی دعویدار) ایلوے کی کوکھوں میں الٹ پلٹ رہا ہے، یا فارسی صلبوں سے نکلا ہے، یا پھر وہ حقیقت میں نبطی مجازاً عربی ہے؟ اور یہ غول ہی شعوبیت (یعنی عرب مخالف قومیت کا نظریہ رکھنے والوں) کے لئے لقمۂ تر ہے جسے وہ زبان کو خلط ملط کرنے سے متعلق اپنی دعوتوں میں مہرہ بنا کر حسب ذیل امور کی دعوت دیتے ہیں:

الف: آزاد شعر و شاعری۔

ب: عوامی لہجوں کا احیاء۔

ج: رسم قرآنی کی تبدیلی۔

د: عربی نمبرات کی تبدیلی۔

ھ: ''ذرائع ابلاغ'' میں نئے پیدا کردہ الفاظ عام کرنا۔

---

[1] آپ کے ذہن سے اوجھل نہ ہو کہ علامہ فیروز آبادی کی کتاب کا نام: ''القاموس المحیط، والقابوس الوسیط، فیما ذھب من لغۃ العرب شماطیط'' ہے۔

و: اہل اسلام کی تالیفات اور کتابوں میں ”اخباری زبان“ داخل کرنا۔

ز: عربی زبان سے متعلقہ مواد کی کتابوں کے درمیان رکاوٹوں کی دیواریں مضبوط کرنا۔

اس طرح مصیبتوں اور نسل درنسل بیماریوں کا ایک سلسلہ ہے، جنہیں ہمارے درمیان کے علمی دعویدار حضرات ہضم کرتے ہیں، پھر انہیں پھیلاتے اور ان کا دفاع کرتے ہیں، اُن میں سے کچھ لوگ جہالت کے سبب ایسا کرتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ شہرت کی راہ میں مرجاتے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ عربی زبان کی اکیڈمیوں نے جو اس امت کی خیر خواہ ہیں‘ان کے جتھوں کو بکھیر دیا ہے، یہ دراصل قرآن کریم کی زبان کی حفاظت کے ذریعہ قرآن کی حفاظت کے معجزہ کا تسلسل اور امتداد ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ ﴾ [الشعراء:۱۹۵]۔

صاف عربی زبان میں ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی حفاظت کے ذریعہ قرآن کے بیان کی حفاظت کا امتداد ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴿٩﴾ ﴾ [الحجر:۹]۔

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس لئے اہل علم وایمان پر لازم ہے کہ اس زبان کی دعوت دے کر، اِس میں دوسری زبان کی اندازی کی روک تھام کرکے اور عربیت مخالف پروپیگنڈوں سے دوری اختیار کرکے اس کی حفاظت کریں، اس پروپیگنڈے کا سب سے اندوہناک پہلو یہ ہے کہ ”اخبارات کی سطحی زبان“ کو علمی کتابوں میں اتار دیا جائے۔ نیز انہیں چاہئے کہ گفتگو کو زبان

عرب کے طریقوں پر ڈھالیں ؛ کیونکہ الفاظ معانی کے بڑے خدمت گزار ہیں، اس لئے ان کا اچھا انتخاب کرنا نیز نومولود اور بھونڈے الفاظ سے احتراز کرنا ضروری ہے، اور اس سلسلہ میں کئی باتیں مشہور ہیں، جیسے: ''الفاظ معانی کے قالب ہیں''، ''الفاظ معانی کے خدمتگار ہیں اور معانی لفظ کی تدبیر کے مالک ہیں''۔

اور اگر عربی زبان سے محبت اور دوستی کا تہیہ کرلیں، اس میں دوسری زبان کی اندازی کو ٹھکرادیں اور اس بارے میں دوستی اور دشمنی کا معیار قائم کرلیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ چاہنے والوں کے لئے یہ نقطۂ نظر مشکل نہیں ہے۔ البتہ یہ چیز انہی جیالوں سے ہوسکتی ہے جو شرف، بلند ہمتی اور ظلم نہ سہنے کی خوبیوں سے آراستہ ہوں، اور اجروثواب کی نیت اور دین کی خدمت سمجھ کر اس کی راہ میں سرگرم عمل ہوں۔

اور اس بات کا تجربہ کیا جاچکا ہے کہ جس کی نیت سچی ہوتی ہے اور جو اس کے لئے ایک ہی راستہ طے کرلیتا ہے- کیونکہ عربی زبان مزاحمت اور شراکت قبول نہیں کرتی -توفیق سے ہمکنار ہوتا ہے، چنانچہ اس کے پاس الفاظ صف باندھے کھڑے ہوجاتے ہیں اور خوبصورت معانی کا انبار لگ جاتا ہے، وہ ان میں سے جو چاہتا ہے لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔

ہم نے یہ خوبی کئی معاصر سلفی علماء میں دیکھی ہے، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ علامہ، داعی، عربی زبان کے ماہر شیخ محمد الخضر حسین رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۷۷ھ)۔

۲۔ علامہ، داعی، عربی زبان کے ماہر شیخ محمد البشیر الابراہیمی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۸۵ھ)۔

۳۔ علامہ، محدث، عربی زبان کے ماہر شیخ احمد بن محمد شاکر رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۷۷ھ)۔ اور ان کے علاوہ دیگر علماء۔

میں نے ان تینوں بلند پایہ علماء کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، اور ان کے یگانہ اسلوب بیانی سے متاثر ہوا ہوں، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام فرمایا کہ میں شہر نبی ﷺ میں اپنے استاذ محترم شیخ محمد الأمین الشنقیطی رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۹۳ھ) "صاحب أضواء البیان"، کی شاگردی میں مسلسل تقریباً دس سالوں تک رہا ہوں، فالحمد للہ علی توفیقہ۔

اور جب پڑھنے والے (یعنی جن کے پاس خالص عربی زبان میں بات پہنچائی جائے گی) بھی ایسے ہو جائیں گے تو ان کے لئے بھی اس نقطۂ نظر کو سمجھنا دشوار نہ ہوگا۔ البتہ ذرائع ابلاغ پڑھنا سننا ہی جس کی شب گوئی اور پیہم عادت بن گئی ہو، اس نے درسگاہ کے بجائے قہوہ خانے کو اپنا مسکن، کتاب کے بجائے اخبار کو اپنا ساتھی، اور علمی مذاکرات کے بجائے کھیل کود سے متعلق بحث ومباحثہ کو اپنا مشغلہ بنالیا ہو، تو بھلا اُسے یہ خوبی کیسے حاصل ہو سکے گی؟ نیز اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ گرچہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہو، مگر اپنے کرتوت کے سبب وہ ایک چٹیل میدان میں بے وقعت پڑا ہوا ہے، اُس نے اپنے اور عربی زبان کے علم کے درمیان ایسی دیوار کھڑی کرلی ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔

نیز یہ نقطۂ نظر عربی زبان کی دعوت اور اس کی نشر واشاعت، عجمیت اور عجمیوں کی نابودی اور لوگوں کو عربی زبان کے مواد کی کتابوں سے رجوع کرنے کی طرف موڑنے کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، کیونکہ قرآنی زبان کی دعوت دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ باہم گفتگو اور نوکِ قلم بھی رواں دواں رہے۔

شیخ محمد الخضر حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لغة قد عَقَدَ الدين لها

ذمة يكلؤها كل البشر

أو لَمْ تُنسج على منوالها
كَلِمُ التَّنزيل في أرقى سور
يا لقومي لوفاء إن مَنْ
نكث العهد أتي إحدى الكُبَر
فأقيموا الوجه في إحيائها
وَتَلافَوْا عَقْدَ ما كان انتثر

عربی زبان وہ زبان ہے جس کی دین اسلام نے حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ساری انسانیت اس کی نگرانی کررہی ہے، کیا قرآن کریم کے الفاظ اعلیٰ سورتوں میں اُسی طریقہ پر نہیں ڈھالے گئے ہیں؟ اے میری قوم کے لوگو! اس کی حفاظت کا وعدہ پورا کرو، یقیناً جو عہد شکنی کرے گا وہ ایک بڑا سنگین جرم کرے گا، لہٰذا اسے زندہ کرنے کی ٹھان لو اور جو کچھ بکھر گیا ہے اُسے یکجا کر کے اس کی تلافی کرو۔

علامہ ابن فارس (وفات: ۳۹۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پہلے زمانے میں لوگ جو کچھ لکھتے یا پڑھتے تھے اس میں لحن (اعرابی غلطی) سے ایسے بچتے تھے جیسے بعض گناہوں سے اجتناب کرتے تھے، مگر اب لوگ اسے نظر انداز کردیتے ہیں، حتیٰ کہ ایک محدث حدیث بیان کرتا ہے تو اس میں غلطی کرتا ہے اور ایک فقیہ تالیف کرتا ہے تو اس میں غلطی کرتا ہے، اور جب ان دونوں کو اُن کی غلطی پر تنبیہ کی جاتی ہے تو کہتے ہیں: ''ہمیں نہیں معلوم اعراب کیا ہے، ہم تو بس محدثین اور فقہاء ہیں!'' چنانچہ یہ دونوں حضرات ایسی چیز سے خوش ہوتے ہیں جس کے سبب ایک عقلمند کو برا سمجھا جاتا ہے۔

اور میں نے ایک ایسے شخص سے جو اپنے آپ کو فقہ شافعی میں بہت بلند پایہ خیال کرتا

تھا قیاس کے بارے میں گفتگو کی اور اس سے پوچھا: قیاس کی حقیقت اور اس کا معنیٰ کیا ہے، اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں، میری ذمہ داری صرف اُس کی صحت پر دلیل قائم کرنا ہے۔ تو اب بتائیے کہ اس آدمی کے بارے میں کیا کہیں گے جو کسی چیز کی صحت پر دلیل قائم کرنا چاہتا ہے جس کا معنیٰ نہیں جانتا ہے بلکہ اس کی ماہیت سے بھی ناواقف ہے!! ہم بُرے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں"۔ بات ختم ہوئی[1]۔

اور سابقہ سطور میں جو" آوارہ شعر گوئی کے فساد" کی طرف اشارہ ہوا ہے اس بارے میں مجھے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (وفات: ۷۲۸ھ) کی ان کے مجموع فتاویٰ (۳۲/ ۲۵۲-۲۵۵) میں بڑی عمدہ بات ملی ہے جو انہوں نے ازجال (عامی لب و لہجے کے اشعار) اور بے ریش لڑکوں کے ساتھ گانے کی بابت سوال کے جواب میں فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

"تیسری وجہ: یہ ہے کہ یہ موزون و مسجع کلام مفرد یا مرکب دونوں اعتبار سے فاسد کلام ہے کیونکہ انہوں نے اس میں کلام عرب کو بدل دیا ہے؛ اور "مَاعُوا وَبَدَوْا وَعَدَوْا" کہا ہے۔ اور اس طرح کے دیگر الفاظ بنالئے ہیں جنہیں سن کر دل اور سماعتیں گھن محسوس کرتی ہیں اور عقل وطبیعت میں گرانی محسوس ہوتی ہے۔

رہا مسئلہ اس کے "مرکبات" کا تو وہ عربوں کے اوزان میں سے نہیں ہیں، نہ شعر کی جنس اور اس کی سترہ بحروں میں سے ہیں، نہ ہی سجع بندی، رسائل اور خطبات کی جنس سے ہیں۔

اور یہ معلوم ہے کہ "عربی زبان سیکھنا اور سکھانا" فرض کفایہ ہے؛ سلف صالحین عربی زبان

---

[1] دیکھئے: "حلیۃ الفقہاء"، از ابن فارس، (ص:۱۱)۔ (مترجم)

میں غلطی پر اپنے بچوں کو تنبیہ وتادیب کیا کرتے تھے۔لہٰذا ہمیں بھی وجوبی یا کم از کم استحبابی طور پر حکم ہے کہ عربی قانون کی حفاظت کریں اور اس سے مائل زبان کی اصلاح کریں، تاکہ یہ چیز ہمارے لئے فہم کتاب وسنت کی راہ اور عربوں کے انداز گفتگو کی پیروی کی حفاظت کرے۔ چنانچہ اگر لوگوں کو عربی زبان میں لحن کرتے ہوئے چھوڑ دیا جائے تو یہ بڑے نقص وعیب کی بات ہوگی؛ تو بھلا اس وقت کیا حال ہوگا جب کوئی قوم درست فصیح عربی زبان اور اس کے ٹھوس اوزان کی طرف آئے اور اُسے اس قسم کے عربی زبان کو بگاڑنے والے خالص عربی کو بیہودہ گوئی میں منتقل کرنے والے الفاظ و اوزان کے ذریعے تباہ کردے، کہ اس قسم کی ہذیان گوئی ڈھیٹ مجرم کم عقل عجمی حضرات ہی کر سکتے ہیں؟!!

''چوتھی وجہ'' اس جیسی چیز سے مقابلہ آرائی بغض وعداوت پیدا کرتی ہے اور اُنہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے، اور یہ مرغوں کے درمیان چونچ آزمائی اور مینڈھوں کے درمیان سینگ آزمائی کے قبیل سے ہے؛ نیز عوامی مقابلہ آرائی اور کشتی کے قبیل سے ہے جو انہیں نفع کے بجائے نقصان پہنچاتی ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام کردیا ہے۔ اور جوا قمار بازی کو کہتے ہیں؛ کیونکہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور ان کے درمیان بغض وعداوت پیدا کرتی ہے۔ اور ''حرام جوئے'' میں یہ شرط نہیں ہے کہ اس میں عوض ہو، بلکہ نرد (شطرنج جیسا ایک کھیل) کھیلنا علماء کے متفقہ فیصلہ سے حرام ہے اگرچہ اس میں عوض نہ ہو، اگرچہ کہ اس میں شاذ اختلاف ہے مگر وہ ناقابل التفات ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ''[1]۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل، (حدیث: ۱۹۵۲۱، حسن)۔ (مترجم)

جس نے نرد کھیلا اُس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

کیونکہ نرد اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے اور بغض وعداوت پیدا کرتا ہے؛ اور یہ مقابلہ آرائیاں اُنہیں نرد سے زیادہ اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہیں اور ان کے درمیان بغض وعداوت پیدا کرتیں ہیں۔ اور چونکہ اکثر ائمہ نے شطرنج کو حرام قرار دیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اُسے نرد سے زیادہ سنگین ٹھہرایا ہے، باوجودیکہ نرد اور شطرنج کھیلنے والے اگرچہ فاسق وبدکردار ہیں مگر اس کے باوصف اِن لوگوں سے بہتر ہیں، یہ بالکل واضح ہے۔

''پانچویں وجہ'' ان میں زیادہ تر لوگ یا تو زندیق منافق ہیں، یا فاسق وفاجر اور بدعمل، ان میں نیک کار مومن کوئی نہیں ہوتا؛ بلکہ اُن میں کا ماہر آدمی دین اسلام سے بے پروا، بے دخل، نمازیں ضائع کرنے والا اور شہوتوں کا پیروکار پایا گیا ہے، وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے نہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ امور کو حرام سمجھتا ہے نہ مسلمانوں کے دین کی پابندی کرتا ہے۔ اور اگر وہ مسلمان ہوتا ہے تو فاسق وبدکردار، حرام کاموں کا مرتکب اور واجبات کا چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ خواہ ان پر نفاق غالب ہو یا فسق وبدعملی: زندیق کے بارے میں اللہ کا حکم یہ ہے کہ اسے توبہ کرائے بغیر قتل کردیا جائے، اور فاسق کے بارے میں اللہ کا حکم یہ ہے کہ اُس پر قتل یا کوئی اور حد قائم کی جائے، اور اُن کے ساتھ گھل مل کر رہنے والا اور بود وباش کرنے والا اگر اس سے محفوظ ہونے کا دعویٰ کرے تو اُس کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ وہ یا تو خود اُن کے ساتھ حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے اور واجبات ترک کرتا ہے، اور یا تو اُنہیں گناہ ومنکرات پر دیکھتے ہوئے خاموشی اختیار کرتا ہے، انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے نہ گناہ ومنکر سے روکتا ہے۔ بہرکیف وہ سزا کا مستحق ہے، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں کچھ شراب خوروں کا معاملہ پیش کیا گیا، تو اُنہوں نے

کوڑے مارنے کا حکم فرمایا، پھر آپ کو بتایا گیا کہ: ان میں ایک شخص روزے کی حالت میں تھا؟ تو آپ نے فرمایا: پہلے روزے دار کو کوڑا مارنا شروع کرو، کیا اس نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟؟

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَـٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا۟ مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦٓ﴾ [النساء: ۱۴۰]۔

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو! جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔

نیز یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيْطَـٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَىْءٍ وَلَـٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾﴾ [الأنعام: ٦٨-٦٩]۔

اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔ اور جو لوگ پرہیزگار ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا اور لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ تقویٰ اختیار کریں۔

کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ظالموں کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے؛ تو اُن کے ساتھ رہنے سہنے کا کیا انجام ہوگا؟ یا اُن کے ساتھ دوستی رکھنے کا کیا حکم ہوگا؟!

یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہاتھوں سے قمار بازی چھوڑ دی، اور اُس سے عاجز ہو گئے

تو زبانوں سے قمار بازی کا دروازہ کھول لیا، اور زبانوں کے ذریعہ قمار بازی عقل اور دین کے لئے ہاتھوں کی قمار بازی سے زیادہ تباہی کا باعث ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان لوگوں کو کڑی سزا دیں، ان کا سختی سے بائیکاٹ کریں اور ان سے توبہ کروائیں؛ بلکہ اگر بالفرض یہ کہا جائے کہ آدمی نے ان عربی عامی اشعار کو بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ نظم نہیں کیا ہے تب بھی اسے اس سے منع کیا جائے گا، بلکہ اگر غزلیہ اشعار کے علاوہ دیگر اشعار نظم کیا ہے تب بھی منع کیا جائے گا۔ کیونکہ کبھی کبھار یہ لوگ اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفر میں بھی اشعار نظم کرتے ہیں، جیسا کہ ''ابو الحسن تستری'' نے ''وحدۃ الوجود'' کے بارے میں اشعار نظم کیا اور کہا کہ خالق ہی مخلوق ہے!! اور بسا اوقات فسق و بدعملی کے بارے میں اشعار نظم کرتے ہیں: جیسے ان گمراہوں اور نادان فاسقوں نے نظم کیا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ کسی شاعر نے یہ عامی لہجے کے اشعار کسی دوکان کی جگہ کے بارے میں نظم کیا ہے، تو اُسے بھی منع کیا جائے گا؛ کیونکہ یہ عامی اشعار عربی زبان کو خراب کرتے ہیں اور اُسے گھناؤنی عجمیت میں منتقل کر دیتے ہیں۔

سلف صالحین ہمیشہ عرب کے شعائر کو بدلنا ناپسند کرتے رہے ہیں حتیٰ کی معاملات میں بھی، اور وہ ہے ''غیر عربی زبان'' میں بات کرنا، سوائے ضرورت کے، جیسا کہ امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے؛ بلکہ امام مالک تو کہتے تھے: ''مَنْ تَكَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا بِغَيْرِ الْعَرَبِيَّةِ أُخْرِجَ مِنْهُ'' جو شخص ہماری مسجد میں غیر عربی زبان میں بات کرے گا اُسے مسجد سے نکال دیا جائے گا۔ باوجودیکہ تمام زبان والوں کے لئے اپنی اپنی زبان میں بات کرنا جائز ہے؛ مگر اُسے سلف نے حسب حاجت روا رکھا ہے اور بلا حاجت ناپسند کیا ہے، نیز اس لئے تا کہ اللہ کے شعائر کی حفاظت ہو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

کتاب عربی زبان میں اتاری، اور اُسے اپنے عربی نبی کو دے کر مبعوث فرمایا، نیز امت عربی کو تمام امتوں میں سب سے بہتر بنایا، اس لئے عربوں کے شعار کی حفاظت کرنا اسلام کی حفاظت کا حصہ قرار پایا! تو بھلا اس کا کیا حال ہوگا جو مفرد و منظوم عربی کلام کی طرف آ کر اُس میں تغیر و تبدیلی کرے، اُسے اُس کے قانون سے باہر نکالے اور بہ تکلف اس سے منتقل ہونا چاہے؟!! دراصل اس کی مثال اس حرکت جیسی ہے جو بعض گمراہ لوگ اپنے جاہل پیروں کے ساتھ کرتے ہیں، بایں طور کہ ایک عقلمند آدمی سے وابستہ ہو کر اُسے معبود بنا لیتے ہیں اور اُسے مخنث بنا دیتے ہیں؛ کیونکہ ایسے لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برعکس اور آپ کی مخالفت کرنے والے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقول و ادیان کی حفاظت اور نوع انسانی کی تکمیل کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، اور آپ نے تمام پہلوؤں سے عقل کو بدلنے والی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے جب یہ لوگ صحیح سوجھ بوجھ والے کے پاس آئے اور اس کی عقل وفہم کو خراب کر دیا، تو درحقیقت اللہ کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے اور اس کا حکم ٹھکرا دیا۔

اور جو لوگ عربی زبان کو بدلتے اور اس کو خراب کرتے ہیں، انہیں اتنی ہی مذمت اور سزا لاحق ہوگی جتنا اس کا دروازہ کھولیں گے؛ کیونکہ عقل اور زبان کی درستگی ان امور میں سے ہے جس کا انسان کو حکم دیا گیا ہے اور یہ چیز دین کی تکمیل میں معاون ثابت ہوتی ہے، جبکہ اس کے برعکس چیز مخالفت، گمرہی اور خسارہ کا موجب ہوتی ہے۔ واللہ أعلم"۔

تنبیہ: جو شخص اس عمدہ بات کو پڑھے گا اس کا شوق اُسے عربی زبان کے مقام تک پہنچا دے گا، ملاحظہ فرمائیں: "الاعتصام" از امام شاطبی رحمہ اللہ (۲/ ۲۹۳-۳۰۴)، دسویں باب کی پہلی قسم، و"اقتضاء الصراط المستقیم" از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ص: ۲۰۷)۔

⑫ کتب اور علمی رسائل میں اپنی شخصیت نمایاں کرنا:

علمی خیانت کے بدترین مظاہر میں سے ایک مظہر: ''کتب اورعلمی رسائل میں اپنی شخصیت نمایاں کرنا'' ہے جسے چند طلبہ نے اپنے علمی مقالات کی تیاری میں اپنے نگرانی اور مناقشہ کرنے والے اساتذہ سے حاصل کیا ہے کہ رسالہ کی قبولیت کا ذریعہ، کامیابی کی علامت اور درجۂ ''امتیاز''(Distinction) تک پہنچانے کا راز یہ ہے کہ طالب علم خود ترجیح، اختیار اور قبول ورد کے میدان میں اُترے (تاکہ اُس کی اپنی شخصیت نمایاں ہو)!!

اسی لئے آپ علمی ڈگریوں کے مقالات و رسائل کی سطروں کو اِن گندی اور سطحی عبارتوں سے بھرا ہوا پائیں گے:

(''ہماری ترجیح''، ''ہمارا اختیار''، ''ہماری رائے''، ''ہم اس قول کو رد کرتے ہیں''، ''ہماری رائے یہ ہے''، ''ہم اس رائے کی تائید نہیں کرتے''۔ اسی طرح: ''یہ حدیث صحیح ہے''، ''وہ حدیث ضعیف ہے''...وغیرہ''۔

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ (وفات: ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُونَ هَـذَا عِنْدَنَا غَيْرُ جَـائِزٍ
وَمَنْ أَنْتُمُو حَتَّى يَكُونَ لَكُمْ عَنْدُ؟[1]

کہتے ہیں: یہ ہمارے نزدیک ناجائز ہے! تم کون ہو کہ تمہیں ''ہمارے نزدیک'' کہنے کا حق ہو؟

---

[1] السلوک لمعرفة دول الملوک، از علامہ مقریزی (۲/ ۲۹۳)، ودرة الحجال فی أسماء الرجال، از علامہ ابن القاضی، (۲/ ۲۸۲)۔(مترجم)

اسی طرح نسل در نسل یہ مصیبت جاری ہے۔ چنانچہ رسالہ کا مشرف طالب علم پر گرجتا ہے کہ اس پہلو سے اپنی شخصیت نمایاں کرے۔

اور مناقش جبہ یا سیاہ عبا زیب تن کر کے آتا ہے- یہ رسائل کے مناقشہ میں کنیسائی روایت ہے، اس سلسلہ میں اہل علم وایمان پر ان کی مخالفت کرنا واجب ہے- اور آ کر سب سے پہلے اس بات سے مناقشہ شروع کرتا ہے کہ اُس نے دیکھا کہ رسالہ کی تیاری میں طالب علم کی شخصیت نمایاں ہے، اور مذکورہ پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہ سن کر تمام لوگوں کی جنونی خوشی کا حال نہ پوچھو؟ جبکہ ان کے سامنے خالی پیالہ ہوتا ہے، وہ محض اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں۔

اور میں نے جو سب سے برے مناقشے دیکھا اور سنا ہے: وہ ائمہ وحفاظ رحمہم اللہ کے محاکمہ سے متعلق رسائل ہیں، جیسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا اپنی کتاب ''تقریب التھذیب'' میں راویوں پر حکم لگانا، مثلاً اُنہوں نے کسی کے بارے میں ''مجہول'' کہا ہو۔

اور ان چیزوں کا کسی غالی متعصب حنفی کے مشورہ کے بغیر وقوع پذیر ہونا ممکن نہیں؛ کیونکہ ''مجہول''، وغیرہ کے درجہ میں ہونے والے بہت سارے راویان پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے احکام، سنہ ۳۰۰ھ پہلے مجہول راویان کو ثقہ قرار دینے کی بابت اہل رائے کے مسلک وموقف پر نہیں ہوتے۔ حالانکہ طلبہ اس میں واقع ہو جاتے ہیں، انہیں اس کا علم نہیں ہوتا، اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔

لہٰذا اہل علم و ایمان پر واجب ہے کہ رسائل کی تیاری سے متعلق بنیادی اصول وضوابط طے کریں جو اِس جابرانہ علمی خیانت کا راستہ بند کرے اور اس کی روک تھام کر کے تعصب کے پوشیدہ مقاصد کا سد باب کرے۔ واللہ المستعان۔

⑬ اہل علم سے حسد اور ان پر طعنہ زنی:

علمی خیانت کی ایک شکل: حسد سے لبریز فصاحت ظاہر کرنے والے غیبت وطعنہ زنی کرنے والے کا طریقہ ہے، جو عزت وناموس پر کیچڑ اچھالنے کا رویہ اپناتا ہے، جابجا اعتراض کرنا اور علم اور اہل علم کے نام سے اپنے آپ کو نمایاں کرنا اور سستی شہرت حاصل کرنا اُس کا آسان مشغلہ بن چکا ہے، چنانچہ کتاب کا مطالعہ کرنے والا سیکڑوں صفحات پر مشتمل تصنیف کو اچھی طرح پڑھتا ہے مگر اُسے ہر جملہ میں عہد ماضی و حاضر میں حاملین سنت اور علماء کبار پر بم برسانے اور دل کے بغض و کینے کی بھڑاس نکالنے کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا! إنا لله وإلیہ راجعون، اس رویہ سے بہت سارے مسلمان مبتلائے آزمائش رہے ہیں۔

آپ کو اس کی مثال ''براءۃ أھل السنۃ من الوقیعۃ في علماء الأمۃ'' (علماء امت کی غیبت سے اہل سنت کی بیزاری) نامی رسالہ میں ملے گی جسے میں نے علیحدہ حوالۂ قلم کیا ہے۔

⑭ حقیقت سے زیادہ علم دانی کا اظہار (ڈینگ):

علمی خیانت کا ایک مظہر: بڑھا چڑھا کر بات کرنا ہے، یہ آدمی کے اس چیز سے آسودگی ظاہر کرنے کے قبیل سے ہے جو اُسے نہ دی گئی ہو، اور ایسی چیزوں سے آسودگی ظاہر کرنے والا جو اسے نہ دی گئی ہو اُس شخص کی طرح ہے جس نے جھوٹ کے دو کپڑے زیب تن کر لئے ہوں۔ ''بڑھانا چڑھانا'' ایک ایسی آفت ہے جو جھوٹ گھڑنے کا پیش خیمہ ہے، یہ در اصل جھوٹ کی جڑ بلکہ سراسر جھوٹ ہے، جس کے نتیجہ میں ایسا شخص کذّاب یا وضّاع (بے انتہا جھوٹا یا جھوٹ گھڑنے والا) نام کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ائمۂ سلف نے بلاد مصر کے شیخ ابن دحیہ رحمہ اللہ (وفات: ۶۳۳) پر بڑھا چڑھا کر بات

کرنے کی صورتحال کا عیب لگایا ہے، چنانچہ ان کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں [1]:

’’سبط فرماتے ہیں: یہ مسلمانوں کی عیب جوئی اور ان کی غیبت کرنے میں ابن عنین کی طرح تھے، اور بڑھا چڑھا کر باتیں کرتے تھے، لہٰذا لوگوں نے ان سے روایت کرنا چھوڑ دیا اور انہیں جھوٹا قرار دیا...‘‘۔ بات ختم ہوئی۔

اسی طرح علماء نے اس سلسلہ میں نحوی لغوی شاعر شُمیم حلی علی بن حسن (وفات: ۶۰۱ھ) پر بھی نکیر فرمایا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [2]:

’’یہ بڑی حماقت اور بہکی باتیں کرنے والے اور بہت زیادہ دعوے کرنے والے تھے جو اُن کے بکثرت فضائل کو ملیامیٹ کر دیتا ہے‘‘۔ بات ختم ہوئی۔

ابو عبد اللہ محمد بن منیع، یا قاضی ابن قریعہ (وفات: ۳۶۷ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

لِي حِيلَةٌ فِي مَنْ يَنِمُّ
وَلَيْسَ فِي الْكَذَّابِ حِيلَهْ
مَنْ كَانَ يَخْلُقُ مَا يَقُو
لُ فَحِيلَتِي فِيهِ قَلِيلَهْ [3]

مجھے چغلی کرنے والے سے نمٹنے کی طاقت ہے مگر جھوٹے سے نمٹنے کی طاقت نہیں، جو ساری باتیں جھوٹ گھڑ لیتا ہو مجھے اس کے مقابلہ کی طاقت کم ہے۔

---

[1] تاریخ ابن کثیر، (۱۳/ ۱۳۸)۔
[2] العبر فی خبر من غبر از ذہبی، (۳/ ۱۳۲)۔
[3] تاریخ ابن کثیر، (۶/ ۱۷۲)، (۱۱/ ۳۲۷)۔

⑮ فتنہ پرور، متکبر اور بدزبانی کرنے والا:

علمی دعویداروں میں ”غنادر“ بھی ہیں، یہ غُندَر کی جمع ہے: یعنی فتنہ پرور، متکبر، بدزبانی کرنے والا[1] ایسی چیزوں کا وارث جس کا وارث نہیں ہونا چاہیئے؛ یعنی فحش کلامی و بدگوئی کی بیماری کے ذریعہ اللہ کے بندوں پر حاوی رہنا، جو زبانی پاکدامنی اور جھوٹ سے سلامتی میں انبیاء کی میراث سے محروم ہو۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

يُمَارِسُ نَفْسًا بَيْنَ جَنْبَيْهِ كَـــــزَّةً

إِذَا هَمَّ بِالْمَعْرُوفِ قَالَتْ لَهُ مَهْلًا[2]

اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک تنگ طبیعت سے دوچار ہے، وہ جب بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کی طبیعت اس سے کہتی ہے ذرا رُک جاؤ۔

اور بدزبان شخص- اللہ تعالیٰ اس کے باطل کو کچل دے- بندگان الٰہی پر اپنی زبان دراز کرتا ہے تو مومنین اس سے بچتے ہیں اور اس کی مقابلہ آرائی سے احتراز کرتے ہیں؛ لہٰذا کامیابی انہی کی ہوتی ہے اُن کی شان اس سے بلند و برتر ہوتی ہے، اور ان کی بات ہی اعلیٰ ہوتی ہے، رہا یہ تندزبان آمرانہ خو شخص تو اللہ جانتا ہے کہ وہ بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہے، یعنی ”دل کی موت“ اور برائی کو اچھائی سمجھنا، اور روئے زمین میں اس کی مقبولیت بھی ختم

---

[1] الجامع لأخلاق الراوی، از خطیب (۲/ ۷۴-۷۵)۔ کہا گیا ہے کہ غندر کا ایک معنیٰ ”بودا، موٹا تازہ“ ہے، اور ضدی ہٹ دھرم کو بھی غندر کہا جاتا ہے۔

[2] أساس البلاغۃ، از زمخشری (۲/ ۱۳۳)، وغرر الخصائص الواضحۃ، از ابواسحاق الوطواط، (ص: ۳۶۱)، والمعجم المفصل فی شواہد العربیۃ، از إمیل بدیع یعقوب (۶/ ۱۲۱)۔ (مترجم)

ہوتی جاتی ہے۔

اور اس کو دنیوی سزا یہ ملتی ہے کہ وہ جلنے بھننے اور سخت جانفشانی کے باوجود ادبی قیمت میں اپنے ہمجولیوں سے پیچھے رہتا ہے۔

ہم نے ماضی کے بعض علماء کے حالات زندگی میں لکھا ہوا دیکھا ہے جنہیں اپنے علم وفضل کے ساتھ کچھ حد تک لوگوں کی عیب جوئی اور کبر ونخوت لاحق تھی، ان میں حسب ذیل حضرات ہیں: ابن دحیہ کلبی (وفات: ۶۳۳ھ)محمد بن ابراہیم فیروز آبادی (وفات: ۸۱۷ھ)، زید بن حسین کندی (وفات: ۶۱۳ھ)، اسماعیل بن احمد سمرقندی (وفات: ۵۳۶ھ)، شرف الاسلام حنبلی عبد الوہاب بن عبد الوہاب الموصلی (وفات: ۵۳۶ھ) اور دِعبل بن علی خزاعی مولاہم (وفات: ۲۲۰ھ)، یہ بڑے ہجو کرنے والے گالی گلوچ کرنے والے تھے۔ابن زیات (وفات: ۲۳۳ھ) سے پوچھا گیا: دعبل نے آپ کی جو ہجو کی ہے آپ اُسے اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ تو انھوں نے فرمایا:

''کیا جو بھی کہے کہ ''میری لکڑی میرے کاندھے پر ہے''[1] اُس کی بات کی پروا کی جائے گی!!''[2]۔اُسی نے کہا ہے:

لَا تَعْجَبِي يا سَلْمُ مِن رَجُلٍ

ضَحكَ المِشِيْبُ بِرَأسِهِ فبَكَى[3]

---

[1] دعبل عمر رسیدہ ہوگیا تھا، لہٰذا کہتا تھا: میں پچاس سال سے اپنی لکڑی اپنے کاندھے پر لادے پھر رہا ہوں کسی کو ڈھونڈھ رہا ہوں جو مجھے اس پر سولی دیدے، مگر مجھے ایسا کرنے والا کوئی نہیں مل رہا ہے۔دیکھئے: وفیات الأعیان، از ابن خلکان، ۲/۲۶۶، والأعلام للزرکلی، ۲/۳۳۹)۔(مترجم)

[2] لسان المیزان، از حافظ ابن حجر، (۲/۴۳۰)۔(مترجم)

[3] دیکھئے: عیار الشعر، از طباطبا (ص: ۱۲۴)، والعقد الفرید، از ابن عبد ربہ اندلسی (۶/۲۲۰)۔(مترجم)

اے سلمیٰ ایسے شخص سے تعجب نہ کرو (پر فریفتہ نہ ہو) جس کے سر پر سفید بال ہنسے تو وہ رو پڑا۔

مگر اس دور میں لوگ کچھ جاہلوں کی بدزبانیوں کی آزمائش میں مبتلا ہیں جنہوں نے علم کا دعویٰ کیا ہے اور کبر ونخوت، علم کی جھوٹی دعویداری، چرب زبانی، شر انگیزی اور بداخلاقی کے ذریعہ اپنے دعوے کا دفاع کیا ہے، اور جب زبان کے ساتھ اُسے لگام دینے والی عقل نہ ہوتو یہ چیز اُس شخص کے عیب کی دلیل ہے، جاہلی شاعر طرفہ بن عبد (۵۶۴ء) نے کہا ہے:

وإنّ لسانَ المَرْءِ مَا لم يَكُنْ لَهُ

حَصاةٌ على عَـــوْرَاتِهِ لَدلِيلُ [1]

یقیناً جب آدمی کی زبان پر عقل کا پہرہ نہ ہوتو وہ اُس کے عیوب کی ترجمان ہوگی۔

چنانچہ آپ اس صنف بیمار کے فرد کو دیکھیں گے کہ وہ کوئی ایک مسئلہ سن کر، دوسرا مسئلہ اختیار کر کے اور تیسرا مسئلہ پڑھنے کا دعویٰ کر کے علم کے میدان میں کود پڑتا ہے۔ پھر ہائے بربادی اپنے آپ کو بڑے بڑے القاب سے ملقب کرتا ہے نیز اُن القاب کا اہل ثابت کرنے اور اُن کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے... یہی اس کا دائمی مشغلہ ہوجاتا ہے؛ کیونکہ یہی القاب عوام الناس کی طرف اس کے قاصد، اور اُس کا جال ہوتے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے ناپائیدار ساز وسامان اور خیالی جاہ ومقام کا شکار کرتا ہے، لیکن عقلمندوں کے یہاں اس کا معاملہ بے نقاب ہوتا ہے، اگر وہ کوئی خطبہ دیتا ہے تو لوگ اُسے اغلاط سے پُر قرار دیتے ہیں- اور یقیناً خطبہ دینا لغزشوں سے لبریز پرخطر راستہ ہے- آپ اُسے ''شتر بے مہار'' کی طرح بلا قید وبند آزادانہ گفتگو کرتے ہوئے سنیں گے۔

---

[1] دیکھئے: دیوان طرفہ بن عبد (ص: ۶۴)۔ (مترجم)

قریض میں (شاعر کہتا) ہے:

مَا لي أَراكَ مُخَلِّياً

أَيْنَ السَّلاسِلُ والقُيُود؟

أَغَلا الحدِيدُ بأَرْضِكُمُ

أَمْ ليسَ يَضْبِطُكَ الحدِيد؟!

کیا بات ہے میں تمہیں آزاد دیکھ رہا ہوں، زنجیریں اور بیڑیاں کہاں ہیں؟ کیا تمہاری سرزمین میں لوہا مہنگا ہوگیا ہے یا لوہا تمہیں قابو میں نہیں کر پا رہا ہے؟!

اور اگر کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو اس کا درجہ نہیں جانتا، چنانچہ بہت سے غبی لوگوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اثر کو علانیہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جسے اچھی طرح نماز پڑھنی نہیں آتی تھی، تو اُس سے کہا: تم کتنے عرصہ سے نماز پڑھ رہے ہو؟ اُس نے کہا: ساٹھ سالوں سے! حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا: تم نے ساٹھ سالوں سے نماز نہیں پڑھی ہے!!

یہ اثر اس طویل مدت کے ساتھ اگر ایسی سند سے مروی ہوتا جو امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ہوتی تو بھی اس کا متن اس کی نکارت اور عدم صحت پر شاہد ہوتا![1] کیونکہ حذیفہ

---

[1] البتہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إنَّ الرَّجلَ لَيُصَلّي سِتّينَ سَنَةً وَما تُقْبَلُ لَهُ صَلاَةٌ، لَعَلَّهُ يُتِمَّ الرُّكُوعَ وَلَا يُتِمُّ السُّجُودَ، وَيُتِمُّ السُّجُودَ وَلَا يُتِمَّ الرُّكُوعَ''۔ [اسے ابن ابی شیبہ نے المصنف میں روایت کیا ہے، (حدیث: ۲۹۶۳)، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ (حدیث: ۲۵۳۵) میں ذکر کیا ہے اور صحیح الترغیب (حدیث: ۵۲۹) میں حسن قرار دیا ہے۔]

بیشک آدمی ساٹھ سالوں تک نماز پڑھتا ہے اور اس کی کوئی نماز قبول نہیں کی جاتی، شاید وہ رکوع مکمل کرتا ہے سجدہ مکمل نہیں کرتا، اور سجدہ مکمل کرتا ہے رکوع مکمل نہیں کرتا۔ (مترجم)

رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سنہ ۳۶ھ میں وفات پا گئے تھے، تو بھلا وہ "ساٹھ سالوں سے" کیسے کہہ سکتے ہیں![1] اس کا مطلب یہ ہوگا وہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پندرہ سال پہلے سے بحالت مسلمان نماز پڑھتا تھا، جبکہ یہ محال ہے، لہٰذا اس مدت کی تحدید باطل ہے، واللہ أعلم۔[2]

---

[1] واضح رہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس واقعہ کی روایتوں میں "چالیس سال" کا ذکر ہے "ساٹھ سال" کا نہیں، ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: دَخَلَ حُذَيْفَةُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي مِمَّا يَلِي أَبْوَابَ كِنْدَةَ فَجَعَلَ لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَلَا السُّجُودَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: "مُنْذُ كَمْ هَذِهِ صَلَاتُكَ؟"، قَالَ: مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، قَالَ: فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: "مَا صَلَّيْتَ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، وَلَوْ مُتَّ وَهَذِهِ صَلَاتُكَ لَمُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فُطِرَ عَلَيْهَا مُحَمَّدٌ ﷺ"، قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ يُعَلِّمُهُ، فَقَالَ: "إِنَّ الرَّجُلَ لَيُخَفِّفُ فِي صَلَاتِهِ، وَإِنَّهُ لَيُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ"۔ [مسند احمد، (حدیث: ۲۳۲۵۸، ۲۳۳۶۰)، وسنن نسائی، (حدیث: ۱۳۱۲)، وصحیح ابن حبان، (حدیث: ۱۸۹۴)، ومصنف عبد الرزاق، (حدیث: ۳۷۳۲، ۳۷۳۳)، وشعب الایمان بیہقی، (حدیث: ۲۸۶۰) وغیرہ۔ اسے مسند احمد کے محققین نے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اسے امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے مگر اس میں مدت کا ذکر نہیں ہے، دیکھئے: (حدیث: ۳۸۹، ۷۹۱، ۸۰۸)۔

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ابواب کندہ کے پاس ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کر رہا تھا۔ اس نے سلام پھیرا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کتنی مدت سے تم ایسے ہی نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا: چالیس سال سے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا: تم نے چالیس سال سے نماز نہیں پڑھی ہے، اور اگر تم ایسی ہی نماز پڑھتے ہوئے مر جاؤ گے تو اس فطرت کے علاوہ فطرت پر مروگے جس پر محمد ﷺ ہیں۔ پھر اُسے سمجھانے لگے: کہ یقیناً آدمی (کبھی عذر کے سبب) ہلکی نماز پڑھتا ہے مگر رکوع سجدہ مکمل کرتا ہے۔ (مترجم)

[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "چالیس سال" کے بارے میں لکھتے ہیں: اسے ظاہر پر محمول کرنا محل نظر ہے، اور میرا خیال ہے اسی لئے امام بخاری نے اسے ذکر نہیں کیا ہے، کیونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۶ھ میں ہوئی ہے اور ==

اسی طرح حدیث:

”اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا“۔

لوگ سورہے ہیں، جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔ مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں [1]۔

اسی طرح تارک صلاۃ سے متعلق حدیث:

”قیامت کے دن اُسے اٹھایا جائے گا درانحالیکہ اُس کی پیشانی پر تین سطریں لکھی ہوں گی...“ جو امام ذہبی کی کتاب الکبائر میں موجود ہے، یہ روایت ثابت نہیں ہے [2]۔

اس کے علاوہ نسل در نسل مصائب ہیں۔

دراصل دین کی آفت ومصیبت انہی لوگوں کی جانب سے ہے!!

ان لوگوں اور ان کے کچھ بھائیوں کے بارے میں امام ابن القیم رحمہ اللہ (وفات: ۷۵۱ھ) رقمطراز ہیں:

”جسے اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ کو دے کر بھیجی ہوئی شریعت نیز آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے منہج کا علم ہوگا وہ دیکھے گا کہ جن کی طرف دینداری کے اعتبار سے اشارہ کیا جاتا ہے ان کی اکثریت سب سے کم دیندار ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہی مدد طلب کیئے جانے کا مستحق ہے۔ بھلا اس شخص میں کون سا دین اور کون سی خیر وبھلائی ہے جو دیکھتا

== ایسی صورت میں مذکورہ شخص کی نماز ہجرت سے چار سال یا اس سے پیشتر شروع ہوگی، جبکہ شاید اس وقت تک نماز فرض ہی نہیں ہوئی تھی، لہٰذا ممکن ہے انہوں نے ایسا بول کر مبالغہ مراد لیا ہو، یا وہ شخص اسلام لانے سے پہلے ہی نماز پڑھتا رہا ہو پھر بعد میں اسلام لایا ہو، چنانچہ دونوں حالات کے ساتھ مذکورہ مدت پوری ہوئی ہو۔ [(دیکھئے: فتح الباری ۲/۲۷۵، حدیث: ۷۹۱)۔ (مترجم)]

[1] دیکھئے: سلسلة الأحاديث الضعيفة، (۱/۲۱۹، حدیث: ۱۰۲)، والأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، (ص: ۳۶۸، نمبر ۵۵۵)، والمصنوع في معرفة الحديث الموضوع، (ص: ۱۹۹، نمبر ۳۷۷)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: کتاب الکبائر، منسوب بہ امام ذہبی (ص: ۲۴)۔ (مترجم)

ہے کہ اللہ کی محرمات پامال کی جا رہی ہیں، اس کے حدود ضائع کئے جا رہے ہیں، اُس کا دین چھوڑا جا رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے اعراض کیا جا رہا ہے، مگر وہ ٹھنڈا دل اور خاموش زبان لئے بیٹھا رہتا ہے؟ یہ تو گونگا شیطان ہے! جیسے باطل گوئی کرنے والا بولنے والا شیطان ہوا کرتا ہے۔

دراصل دین کی مصیبت انہی لوگوں کی جانب سے ہے کہ اگر ان کے کھانے کے اسباب اور سرداری محفوظ رہے تو انہیں دین پر آمدہ مصیبت کی کوئی پروا نہیں؟ اور ان میں سب سے بہتر لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہونٹ چاٹ کر بہ تکلف اظہار غم کرنے والے ہوتے ہیں، ورنہ اگر ان سے کسی ایسے مسئلہ میں اختلاف کرلیا جائے جس میں اس کے جاہ ومنصب یا مال کی بابت اس پر عیب وتنقیص کا پہلو ہو تو اس کے دفاع میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کر کے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے اور حسب استطاعت انکار کے تینوں مراتب استعمال کر ڈالتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی نگاہ سے گرنے اور اللہ کے غضب کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی عظیم مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں جس کا انہیں شعور نہیں ہوتا، اور وہ ہے دلوں کی موت؛ کیونکہ دل کی زندگی جتنی ہی بھرپور ہوگی اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ان کی ناراضگی اتنی ہی سخت اور دین کو غالب کرنے کا جذبہ اتنا ہی بھرپور ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ (وفات: ۲۴۱ھ) وغیرہ نے ایک اثر ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں میں سے کسی فرشتے کی جانب وحی فرمائی کہ فلاں فلاں بستی کو دھنسا دے، تو اس فرشتے نے اللہ سے عرض کیا: اے پروردگار! میں اس بستی کو کیسے دھنساؤں جبکہ اس میں فلاں عبادت گزار بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُسی سے شروع کرو، کیونکہ میری بابت اُس کے چہرے پر کبھی شکن نہ آیا (غضبناک نہ ہوا)[1]۔

---

[1] دیکھئے: شعب الایمان، بیہقی، (حدیث: ۷۱۸۸، ۷۷۸۹)، والمعجم الاوسط (۷۶۶۱)، ومعجم ابن الأعرابی ==

اور امام ابوعمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ (وفات: ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب ''التمہید'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبیوں میں سے کسی نبی کو وحی فرمائی کہ فلاں زاہد سے کہے: دیکھو تم نے دنیا میں جو زہد اختیار کیا تمہیں اس کے بدلے دنیا ہی میں راحت مل گئی، اور تم نے جو مجھ سے لو لگایا تمہیں اس کے بدلے میں عزت حاصل ہوگئی، لیکن یہ بتاؤ کہ تم پر میرا جو حق ہے اس کی بابت تم نے کیا عمل کیا؟ تو اس زاہد نے کہا: اے میرے پروردگار! تیرا مجھ پر کون سا حق ہوسکتا ہے؟ فرمایا: کیا تو نے میری خاطر کسی ولی سے محبت کی یا میری خاطر کسی دشمن سے دشمنی کی؟''[1] بات ختم ہوئی[2]۔

یہ شریعت اسلامیہ کے چند علوم میں علمی خیانت کے بعض مظاہر ہیں، ان کے ذریعہ دیگر علوم پر تنبیہ کی جائے جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

آئندہ صفحات میں چند مباحث ملاحظہ فرمائیں جنہیں اپنانے سے طالب علم کی ان بیماریوں سے حفاظت ہوگی، اور ان میں سے جتنی چیزیں فوت ہوں گی اتنا ہی وہ اس کے منافی چیزوں کو اپنے گلے لگائے گا، اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

❁❁❁❁❁

== (۲۰۱۶)، والایماء إلی زوائد الأمالی والأجزاء (۱۳۹۳)، ومجمع الزوائد (۱۲۱۵۶) وغیرہ، اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ ضعیفہ (حدیث: ۱۹۰۴) میں ''ضعیف جداً'' قرار دیا ہے، نیز علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، علامہ عراقی نے تخریج إحیاء علوم الدین (حدیث: ۲۰۳۷) میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان (حدیث: ۱۸۸۷) میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (مترجم)

[1] دیکھئے: حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، (۳۱۶/۱۰)، یہ اثر ضعیف ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، از علامہ البانی، (۳۵۱/۷، حدیث: ۳۳۴۷)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: إعلام الموقعین عن رب العالمین، (۱۲۱/۲)۔ (مترجم)

پہلا مبحث :

اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص نیت

مسلمان کے عمل کو شرعاً قبولیت کی صفت سے متصف نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس میں قبولیت کے دوارکان نہ پائے جائیں:

''اخلاص اور متابعت''۔

اخلاص: یہ ہے کہ عمل اللہ کے لئے خالص ہو، اس میں غیر اللہ کی کوئی حصہ داری نہ ہو، بلکہ کسی غیر کی چاہت کی آمیزش سے بالکلیہ پاک ہو۔

اور متابعت، جسے ''درست'' بھی کہا جاتا ہے: یہ ہے کہ وہ عمل ان امور کے قبیل سے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کی زبانی مشروع فرمایا ہے۔

لہٰذا نیت کی آمیزش: ریاکاری اور شرک جنم دیتی ہے۔

اور متابعت کی آمیزش: نافرمانی اور بدعت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

اور ''ریاکاری'': نفاق کا راستہ ہے۔

''معصیت ونافرمانی'': فسق وبدعملی کی ڈاک ہے۔

اور ''بدعت'': کفر کی دہلیز ہے۔

خلاصۂ کلام اینکہ جب اس کے دونوں رکن ناپید ہوں گے یا ان میں سے کوئی ایک نہیں پایا جائے گا، تو عمل مردود اور ناقابل قبول ہوگا۔ کتاب وسنت میں اس کے دلائل نمایاں اور

بھرے پڑے ہیں[1]۔

امت کے سلف صالحین نے ان دونوں ارکان کی پابندی پر ابھارا ہے اور ان میں آمیزش کرنے والوں پر اظہار افسوس کیا ہے۔

اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ اُنہوں نے ''طلب علم'' میں نیت درست رکھنے، نیز شہرت طلبی، دنیوی مال واسباب، عہدہ ومناصب کی جستجو اور ملازمتوں کے حصول کی خواہش وغیرہ سے دور رہنے پر ابھارا ہے۔ کیونکہ یہ چاہتیں اور خواہشات اُس کی قوت کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں اور اُس کا نور گُل کر دیتی ہیں۔

ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ رحمہ اللہ (وفات: ۲۰۹ھ) فرماتے ہیں:

''جو شخص علم سے روٹی کھانا چاہتا ہو، اُس پر رونے والیوں کو رونا چاہئے''[2]۔

اس سلسلہ میں ذیل میں علماء سلف کی کچھ باتیں ملاحظہ فرمائیں:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں[3]:

''عبدالرحمن بن مہدی طالوت سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم کو کہتے ہوئے سنا: ''شہرت پسند بندہ اللہ کے ساتھ سچا نہیں ہوتا''۔

میں کہتا ہوں: اس مخلص بندہ کی علامت جو کبھی غیر شعوری طور پر شہرت پسند کر لے، یہ ہے کہ جب اس بارے میں اُسے سرزنش کی جائے تو وہ برہم ہو نہ اپنی ذات کو اس سے بری

---

[1] دیکھئے: الاستقامۃ، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۱/ ۲۹۷-۳۱۱)، وإعلام الموقعین، (۱/۱۷۱)، (۲/ ۱۶۲)، و(۲/ ۱۵۹-۱۶۲)، و(۳/ ۱۲۳، ۱۷۶)، (۴/ ۱۹۹، ۲۵۸)۔ ان مقامات پر دیکھنے والے کی آنکھوں کی ٹھنڈک موجود ہے لہذا جو چاہئے مراجعہ کرلے۔ والجامع لأخلاق الراوی، از خطیب بغدادی (۱/ ۳۳۸-۳۴۰)۔

[2] دیکھئے: ربیع الأبرار ونصوص الأخیار، از جاراللہ زمخشری، (۴/ ۳۷، نمبر: ۱۳۰)۔ (مترجم)

[3] سیر أعلام النبلاء، (۷/ ۳۹۳)۔

ٹھہرائے، بلکہ اعتراف کرتے ہوئے کہے:

''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے مجھے میرے عیوب ہدیہ کر دیئے، اپنے نفس پر اتنا نہ اترائے کہ اُس کے عیوب کا احساس نہ کرے، بلکہ اس کا بھی احساس نہ ہو کہ اُسے احساس نہیں ہے، کیونکہ یہ دائمی روگ ہے''۔ بات ختم ہوئی۔

نیز فرماتے ہیں [1]:

''عالم دین کو چاہئے کہ نیک نیت اور اچھے ارادے سے بات کرے، اگر اُسے اپنی بات پر بڑکپن کا احساس ہو تو خاموش رہے اور اگر اپنی خاموشی پر بڑکپن کا احساس ہو تو بولے، اور اپنی ذات کا محاسبہ کرنے میں سستی نہ کرے، کیونکہ نفس شہرت، چرچہ اور مدح وستائش پسند کرتی ہے''۔ بات ختم ہوئی۔

مزید فرماتے ہیں [2]:

''میں نے ابن فارس کو ابو الحسن القطان (وفات: ۳۴۵ھ) رحمہما اللہ کے واسطے سے فرماتے ہوئے سنا: مجھے اپنی آنکھ میں بیماری لاحق ہوگئی، میرا خیال ہے یہ مجھے دوران سفر کثرت کلام کی سزا ملی ہے!

میں کہتا ہوں: اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا، کیونکہ وہ زیادہ تر نیک ارادے اور نیت کی درستگی کے باوجود گفتگو اور اظہار علم ومعرفت سے ڈرتے تھے۔

جبکہ آج کل لوگ کم علمی اور بدنیتی کے ساتھ بکثرت کلام کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۴/ ۴۹۴)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۱۵/ ۴۶۴-۴۶۵)۔

[3] سیر أعلام النبلاء، (۷/ ۳۹۳)۔

اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کر دیتا ہے۔ وہ جو کچھ جانتے ہیں اس میں اُن کی جہالت اور نفس پرستی جھلکتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور اخلاص نیت کے خواستگار ہیں" بات ختم ہوئی۔

علی بن بکار بصری زاہد رحمہ اللہ (وفات: ۲۰۷ھ) فرماتے ہیں [1]:

میں شیطان سے ملاقات کروں مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ سے ملاقات کروں، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اُن کے لئے تصنع اختیار کروں، لہٰذا اللہ کی نگاہ سے گر جاؤں"۔ بات ختم ہوئی۔

اور اسی کتاب میں امام معمر بن راشد رحمہ اللہ (وفات: ۱۵۳ھ) کی سیرت میں ہے، کہتے ہیں [2]:

"معمر سے مروی ہے کہ کہا جاتا تھا: یقیناً آدمی غیر اللہ کے لئے علم حاصل کرتا ہے، مگر اس سے انکاری ہو کر اللہ ہی کے لئے ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں: جی ہاں! پہلے آدمی علم حاصل کرتا ہے، اس پر آمادہ کرنے والی چیز علم سے محبت، اپنی ذات سے جہالت کا ازالہ اور ملازمتوں کی خواہش وغیرہ ہوتی ہے، اُسے اس میں اخلاص کے وجوب اور نیک نیتی کا علم نہیں ہوتا ہے، مگر جب اُسے اس کا علم ہوتا ہے تو اپنی ذات کا محاسبہ کرتا ہے، اور اپنی نیت کے وبال سے ڈرتا ہے، جس کے نتیجے میں مکمل نیک نیتی یا جزوی نیک نیتی آتی ہے، اور بسا اوقات وہ اپنی فاسد نیت سے توبہ کر لیتا ہے اور اپنے کئے پر نادم ہوتا ہے۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ وہ بلند بانگ دعوؤں، مناظرہ کی خواہش اور اپنے علم کی کثرت ظاہر کرنے کے ارادے سے

[1] سیر أعلام النبلاء، (۹/ ۵۸۵)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۷/ ۱۷)، اور اسی معنیٰ کی بات "ہم نے علم غیر اللہ کے لئے حاصل کیا": شرح إحیاء علوم الدین، (۱/ ۳۱۰) میں ملاحظہ فرمائیں۔

باز رہتا ہے نیز اپنے نفس کو کوستا ہے۔ اگر وہ اپنے علم کی کثرت ظاہر کرے، یا کہے کہ: میں فلاں سے زیادہ علم والا ہوں، تو اس کے لئے دوری و بربادی ہو"۔ بات ختم ہوئی۔

اسی طرح ہشام الدستوائی رحمہ اللہ (وفات: ۱۵۳ھ) کی سیرت میں ہے، فرماتے ہیں [1]:

"عون بن عمارہ (وفات: ۲۱۲ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام الدستوائی کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! مجھے یہ کہنے کی استطاعت نہیں کہ: میں کبھی ایک دن بھی اللہ کی رضاجوئی کے لئے طلب حدیث کے لئے گیا ہوں!

میں کہتا ہوں: اللہ کی قسم! میں بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ سلف صالحین اللہ کے لئے علم حاصل کرتے تھے اس لئے وہ معزز رہے، ایسے ائمہ بن گئے جن کی اقتدا کی جاتی ہے، جبکہ ان میں سے کچھ لوگوں نے پہلے اللہ کی رضا کے لئے تو نہیں، مگر علم حاصل کرتے رہے، پھر ہوش میں آئے اور اپنی ذات کا محاسبہ کیا، تو علم نے انہیں درمیان راہ اخلاص کی طرف کھینچ لیا، جیسا کہ مجاہد وغیرہ نے کہا ہے: "ہم نے یہ علم حاصل کیا تو اس میں ہماری کوئی خاص نیت نہ تھی، مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص نیت عطا فرمائی"۔

اور بعض لوگ اس طرح کہتے ہیں:

"ہم نے یہ علم اللہ کے لئے نہیں حاصل کیا، مگر وہ انکاری ہو کر اللہ ہی کا ہو گیا"۔

یہ بھی اچھا ہے، پھر انہوں نے اُسے اچھی نیت سے لوگوں میں عام کیا۔

اور کچھ لوگوں نے اُسے فاسد نیت سے حاصل کیا یعنی دنیا کی خاطر اور مدح وستائش کے لئے، تو ایسے لوگوں کو وہی حاصل ہو گا جو ان کی نیت ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۷ / ۱۵۲)۔

’’مَنْ غَزَا يَنْوِي عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوَى‘‘[1]۔

جو ایک رسی حاصل کرنے کی نیت سے لڑے گا اُسے اپنی نیت کے مطابق ملے گا۔

یاد رکھیں یہ طبقہ علم کے نور سے بہرہ ور نہیں ہوا ہے، نہ دلوں میں ایسے لوگوں کی کوئی حیثیت ہوتی ہے، اور نہ ایسے لوگوں کے علم کا کوئی عملی نتیجہ ہی ہوتا ہے، درحقیقت عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

اور ایک طبقہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے علم حاصل کیا اور اُس کی بدولت مناصب پر فائز ہوئے تو ظلم کیا، علم کی پابندی چھوڑ کر آزاد ہوگئے، حتیٰ کہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں کے کاموں میں ملوث ہوگئے، ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت و بربادی ہو، یہ علماء ہیں ہی نہیں!!

اور بعض لوگوں نے اپنے علم میں اللہ کا تقویٰ نہیں رکھا، بلکہ حیلے اختیار کئے، رخصتوں کے فتوے دیئے اور شاذ خبریں روایت کیں۔

اور بعض لوگوں نے اللہ پر جرأت وجسارت کرتے ہوئے حدیثیں گھڑ ڈالیں، تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں رسوا کردیا، ان کا علم ضائع ہوگیا اور ان کا انجام جہنم قرار پایا۔

ان تمام قسم کے لوگوں نے علم کا بڑا حصہ روایت کیا اور مجموعی طور پر علم سے خوب آسودہ ہوئے، پھر ان کے بعد کچھ نااہل لوگ آئے جن کا علم وعمل میں نقص وخلل نمایاں ہوگیا۔ اور ان کے بعد کچھ ایسے لوگ آئے جنہوں نے ظاہری طور پر علم سے نسبت رکھا، پختگی اور گیرائی سے علم حاصل نہ کیا سوائے بالکل معمولی چیز سے، جس کے ذریعہ لوگوں کو وہم میں ڈالا کہ وہ علماء فضلاء ہیں، ان کے ذہنوں میں کبھی تصور بھی نہ گزرا کہ وہ اس علم کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کررہے ہیں؛ کیونکہ انہوں نے کوئی استاذ دیکھا ہی نہیں جس کی علم کے باب میں اقتدا

[1] دیکھئے: سنن دارمی، (حدیث: ۲۴۶۰) محقق نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ (مترجم)

کی جائے، لہٰذا وہ بھنبھناتی مکھیوں مچھروں کی طرح ہر کس و ناکس کے پیچھے بھاگنے والے ہو گئے، ان میں مدرس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مہنگی مہنگی کتابیں جمع کر لے، کسی دن ان پر نظر ڈال لے، اور جو کچھ ذکر کرے اس میں تصحیفی غلطی کرے اُسے صحیح طور پر ثابت نہ کر سکے، لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ سے نجات اور معافی کے خواستگار ہیں، جیسا کہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: نہ میں عالم ہوں نہ کسی عالم کو دیکھا ہے" بات ختم ہوئی۔

اسی طرح ابن جریج (وفات: ۱۵۰ھ) کی سوانح میں ہے، فرماتے ہیں [1]:

"ولید بن مسلم کہتے ہیں: میں نے اوزاعی، سعید بن عبد العزیز اور ابن جریج سے پوچھا: آپ لوگوں نے کس کے لئے علم حاصل کیا؟ تو سبھوں نے جواب دیا: اپنی ذات کے لئے، سوائے ابن جریج کے کہ انہوں نے کہا: میں نے اُسے لوگوں کے لئے حاصل کیا۔

میں کہتا ہوں: واہ کیا خوب سچائی ہے! جبکہ آج اگر آپ کسی بودے فقیہ سے پوچھیں کہ: آپ نے کس کے لئے علم حاصل کیا ہے؟ تو وہ فوراً کہہ دے گا: میں نے اللہ کے لئے علم حاصل کیا ہے، حالانکہ وہ جھوٹ بولے گا، دراصل اس نے دنیا کے لئے علم حاصل کیا ہے، ہائے! علم و معرفت والوں کی کتنی قلت ہے" بات ختم ہوئی۔

اسی طرح محدث و ملہم امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے خط میں فرماتے ہیں [2]:

"جس کی نیت حق کی بابت خالص ہوگی خواہ اُس کی ذات کے خلاف ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کے لئے کافی ہو جائے گا، اور جو ایسی چیز سے اپنے آپ کو آراستہ کرے گا جو اس میں نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ اُسے عیب دار کر دے گا"۔

---

[1] سیر أعلام النبلاء (۶/ ۳۲۸)۔

[2] إعلام الموقعین (۲/ ۱۵۹)۔

دوسرا مبحث:

عالم کی لغزش کی پیروی نہیں کی جائے گی، اس کی چوک کو نہیں لیا جائے گا

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے کتاب الشروط میں حدیبیہ کا واقعہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر حدیبیہ نقل فرمایا ہے، اس میں ہے[1]:

”وَسَارَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ حَلْ فَأَلَحَّتْ، فَقَالُوا: خَلَأَتْ الْقَصْوَاءُ، خَلَأَتْ الْقَصْوَاءُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **”مَا خَلَأَتْ الْقَصْوَاءُ، وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ“**...الحدیث۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے رہے یہاں تک کہ آپ اس گھاٹی پر پہنچے جس سے مکہ میں اترتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری بیٹھ گئی۔ صحابہ اونٹنی کو اٹھانے کے لئے حل حل کہنے لگے، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ قصواء اَڑ گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”قصواء اَڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے، اسے تو اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں (کے لشکر) کو (مکہ) میں داخل ہونے

---

[1] صحیح بخاری، (حدیث: ۲۷۳۱)، وفتح الباری، (۵/ ۳۳۵-۳۳۶)۔

سے روک لیا تھا‘‘۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (وفات: ۸۵۲ھ) اس حدیث کی فقہ میں فرماتے ہیں:

’’کسی چیز پر اس کی معروف عادت کی بنیاد پر حکم لگانا جائز ہے اگرچہ اُس پر دوسری صورت کا ہونا بھی جائز ہے، لہٰذا اگر کسی شخص سے کوئی چوک سرزد ہو جائے جس سے اس جیسی چوک ہونے کی توقع نہ کی جاتی ہو، تو اُسے اُس چوک کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے چوک کی طرف منسوب کرنے والے کی تردید کی جائے گی، اور اگر صورتحال نہ جاننے والوں کی طرف سے اُسے اُس چوک کی طرف منسوب کیا گیا ہو، تو اُنہیں معذور سمجھا جائے گا؛ کیونکہ قصواء کا اَڑ جانا اگر خلاف عادت و معمول نہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا گمان صحیح ہوتا، اور نبی کریم ﷺ نے انہیں اس پر اسی لئے سرزنش نہیں فرمائی کہ وہ اپنے اس خیال میں معذور تھے‘‘ بات ختم ہوئی [1]۔

چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے اصل پر عمل کرتے ہوئے غیر مکلف چوپائے کو معذور قرار دیا، تو بقیاسِ اولیٰ جب ہم کسی باعمل عالم کو دیکھیں، پھر اُس سے کوئی غیر مناسب چیز یا لغزش سرزد ہو جائے تو وہ بدرجۂ اولیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ اصل پر عمل کرتے ہوئے اسے معذور سمجھا جائے، اُسے اس لغزش کی طرف منسوب نہ کیا جائے، اس کے سبب اُس پر کسی قسم کی طعن و تشنیع نہ کی جائے اور اس کی چوک کو اس کے علم و فضل کے سمندر میں ڈبو دیا جائے! بصورت دیگر سرزنش کرنے والا رہزن، نفس لوامہ (اللہ اور اس کے فرشتوں کی ملامت زدہ نفس) کا مددگار اور عالم کے علم سے محرومی کا سبب ہوگا، جبکہ ہمیں منع کیا گیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنے بھائی کے خلاف شیطان کا معاون و مددگار ہو۔

---

[1] فتح الباری، (۵/ ۳۳۵-۳۳۶)۔

یہ کس قدر باریک استدلال اور کتنا دقیق استنباط ہے، اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی کنانی کی اس شفاف ژرف نگاہی، گہری فقاہت اور حکم کو محل استدلال سے وابستہ کرنے پر، اُن پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

علامہ صنعانی رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں [1] :

''علماء کرام میں کوئی فرد ایسا نہیں جس سے کوئی نادر چوک نہ ہوئی ہو، جسے اُس کے فضل ومقام کے پہلو میں ڈبو دینا چاہئے اور اُس سے اجتناب کیا جانا چاہئے'' بات ختم ہوئی۔

علامہ ابو ہلال عسکری (وفات: ۳۸۲ھ) فرماتے ہیں [2] :

''اپنے علم میں ماہر عالم سے سرزد ہونے والی کسی لغزش سے اُس کا مقام کم نہیں ہوتا، بشرطیکہ وہ غلطی چوک اور غفلت کی بنیاد پر ہوئی ہو؛ کیونکہ غلطی سے کوئی خالی نہیں سوائے اُس کے جسے اللہ تعالیٰ نے معصوم بنایا ہے۔ حکماء نے کہا ہے: ''فاضل و برتر وہ ہے جس کی غلطیاں قابل شمار ہوں، کاش ہمیں ان کی کچھ درستی ہی حاصل ہو جائے یا ہم ان کی غلطیوں کی تمیز کرنے کے قابل لوگوں میں سے ہو جائیں'' بات ختم ہوئی۔

ائمۂ کرام سے سرزد ہونے والی لغزشوں کی بابت انہیں معذور سمجھنے کے سلسلہ میں علماء نے مسلسل گفتگو فرمائی ہے، نیز یہ کہ عالم سے ظاہر ہونے والی لغزشیں اُس کے علم وفضل سے فائدہ اٹھانے سے مانع نہیں ہیں۔

چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کبیر المفسرین امام قتادہ بن دعامہ سدوسی بصری رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۷ھ) کی سوانح میں اُنہیں معذور قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں [3] :

---

[1] سبل السلام، (۱/ ۲۵۱)، ان سے ابو مدین شنقیطی نے ''الصوارم والأسنۃ'' (ص: ۱۲) میں فرمایا ہے۔

[2] شرح ما یقع فیہ التصحیف، (ص: ۶)۔

[3] سیر أعلام النبلاء، (۵/ ۲۷۱)۔

”چنانچہ جب علم کے کسی بڑے امام کی درستی زیادہ ہو، اس کی حق جوئی معلوم ہو، اس کا علم وسیع ہو، ذہانت عیاں ہو، اُس کی نیکی، احتیاط اور اتباع سنت معروف ہو‘ تو اُس کی لغزشوں کو درگزر کیا جائے گا، ہم اُسے گمراہ نہیں ٹھہرائیں گے‘ نہ اس کی ناقدری کریں گے‘ نہ ہی اس کی خوبیاں فراموش کریں، ہاں البتہ اُس کی بدعت اور غلطی میں اُس کی اقتداء نہیں کریں گے، ہم ان کے لئے توبہ کی امید کرتے ہیں“۔ بات ختم ہوئی۔

اسی طرح محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ (وفات: ۲۹۴ھ) سے لوگوں کی سرزنش کا دفاع کرتے ہوئے فرماتے ہیں[1]:

”جب بھی کوئی امام کسی مسئلہ میں ایسی اجتہادی غلطی کرے گا جو غلطی معاف ہے‘ اگر ہم اُس کے پیچھے پڑ جائیں گے اور اُسے بدعتی قرار دے کر اُس سے قطع تعلق کریں گے تو ہم سے کوئی محفوظ نہ رہے گا، نہ ابن نصر، نہ ابن مندہ، نہ اُن دونوں سے بڑا کوئی امام! اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو حق کی ہدایت دینے والا، اور وہی سب سے زیادہ مہربان ہے، لہٰذا ہم خواہش نفس اور بدزبانی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں“۔ بات ختم ہوئی۔

نیز امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (وفات: ۳۱۱ھ) کی سیرت میں فرماتے ہیں[2]:

”توحید کے موضوع پر اُن کی کتاب ایک جلد میں ہے، اس میں انہوں نے ”صورت“ والی حدیث کی تاویل کی ہے۔

جنہوں نے بعض صفات میں تاویل سے کام لیا ہے انہیں معذور سمجھنا چاہئے، رہے سلف صالحین تو وہ سرے سے تاویل میں نہیں پڑے، بلکہ ایمان لائے اور اپنی زبان

---

(1) سیر أعلام النبلاء، (۱۴/ ۴۰)۔

(2) سیر أعلام النبلاء، (۱۴/ ۳۷۴)۔

کو قابو میں رکھا، اس کا علم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا۔ اور اگر ہم ہر ایک کی جس سے- ایمان کی درستی اور اتباع حق کی جستجو کے ساتھ- کوئی اجتہادی غلطی ہو جائے تو ہین کریں گے اور اُسے بدعتی قرار دیں گے، تو ائمہ کرام میں سے ہمارے پاس کوئی محفوظ نہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے سب پر رحم فرمائے''۔ بات ختم ہوئی۔

اسی طرح اندلس کے شہر مدینۃ الزہراء کے بانی جو امیر المؤمنین شاہ عبد الرحمن بن محمد صاحب اندلس (وفات: ۳۵۰ھ) کے لقب سے معروف ہیں' کی سیرت میں فرماتے ہیں [1]:

''اگر بادشاہ جہاد میں بلند ہمت ہو تو اس کی لغزشوں کو درگزر کیا جائے گا اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہوگا، البتہ اگر وہ جہاد کو معطل اور ناپید کر دے، بندگان الٰہی پر ظلم ڈھائے اور خزانوں کو نابود کر دے، تو یقیناً آپ کا پروردگار اُس کی گھات میں ہے'' بات ختم ہوئی۔

نیز امام قفال شاشی شافعی رحمہ اللہ (وفات: ۳۶۵ھ) کی سیرت میں فرماتے ہیں [2]:

''ابو الحسن الصفار بیان کرتے ہیں: میں نے ابوسہل صعلوکی کو فرماتے ہوئے سنا، اُن سے ابو بکر قفال کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: اُنہوں نے ایک حیثیت سے اُسے پاک کیا ہے اور ایک حیثیت سے ناپاک، یعنی عقیدہ اعتزال کی تائید کرنے کے سبب اُسے ناپاک کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اُن کی موت ہو چکی ہے، اور کمال بڑی نایاب چیز ہے، دراصل عالم کی مدح وثنا اُس کے کثرت فضائل کی بنیاد پر ہونی چاہیے، لہٰذا کسی لغزش کے سبب جس سے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۵/ ۵۶۴)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۱۶/ ۲۸۵)۔

شاید انہوں نے رجوع کرلیا ہو' اُن کی خوبیوں کو دفن نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تلاش حق کے لئے اپنی ساری کاوش صرف کرنے کے سبب اُن کی مغفرت ہوگئی ہو، اور اللہ کے بغیر کوئی تصرف ہے نہ کوئی قوت"۔ بات ختم ہوئی۔

اور ابو حامد غزالی رحمہ اللہ (وفات: ۵۰۵ھ) کی کچھ لغزشوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں [1]:

"میں کہتا ہوں: غزالی ایک بڑے امام ہیں، اور عالم ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ غلطی نہ کرے"۔

نیز فرماتے ہیں [2]:

میں کہتا ہوں: ائمہ کرام ہمیشہ ایک دوسرے کی مخالفت اور آپس میں ایک دوسرے پر رد کرتے رہے ہیں، مگر ہم خواہش نفس اور جہالت کی بنیاد پر عالم کی مذمت کرنے والے نہیں ہیں"۔

نیز فرماتے ہیں [3]:

"اللہ تعالیٰ امام ابو حامد غزالی پر رحم فرمائے، بھلا اُن کے علوم اور فضائل میں ان کے مثل کون ہے، مگر ہم ان کے غلطی اور خطا سے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے، اور اصول میں کوئی تقلید نہیں"۔

اسی طرح مجاہد رحمہ اللہ کی حالت پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا [4]:

---

(1) سیر أعلام النبلاء، (۱۹/ ۳۳۹)۔

(2) سیر أعلام النبلاء، (۱۹/ ۳۴۲)۔

(3) سیر أعلام النبلاء، (۱۹/ ۳۴۶)۔

(4) سیر أعلام النبلاء، (۴/ ۴۵۵)۔

''میں کہتا ہوں: علم وتفسیر کے سلسلہ میں مجاہد رحمہ اللہ کے کچھ اقوال اور عجیب وغریب باتیں ہیں جو قابل نکیر ہیں''۔

ابن عبدالحکم کی سیرت میں فرماتے ہیں [1]:

''میں کہتا ہوں: ان کی بہت ساری تصنیفات ہیں: ان میں ''کتاب الرد علی الشافعی''، ''کتاب أحکام القرآن''، ''کتاب الرد علی فقہاء العراق'' قابل ذکر ہیں۔ اہل علم زمانۂ قدیم سے لے کر دور حاضر تک ہمیشہ ایک دوسرے پر بحث وتحقیق اور تالیفات میں رد کرتے رہے ہیں، انہی جیسی چیزوں سے عالم کو گہری بصرت حاصل ہوتی ہے اور اس کے سامنے مشکل مسائل کے دلائل واضح ہوتے ہیں، لیکن ہمارے دور میں اگر فقیہ اس چیز کا اہتمام کرے تو اس کی بدنیتی اور سستی شہرت اور کثرت طلبی کے سبب اُسے سزا دی جا سکتی ہے، چنانچہ اس کے خلاف فیصلہ کرنے والے اور مخالفین کھڑے ہو جائیں گے، ہم اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ اور اخلاص عمل کا سوال کرتے ہیں'' [2]۔

اور اسماعیل التیمی (وفات: ۵۳۵ھ) کی سیرت میں ہے، کہ انہوں نے فرمایا [3]:

''ابن خزیمہ نے صورت والی حدیث میں غلطی کی ہے، مگر اس کی بنا پر اُنہیں مطعون نہیں کیا جائے گا، البتہ صرف اُن کی یہ بات نہیں لی جائے گی۔

ابوموسیٰ مدینی فرماتے ہیں: اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نادر ہی کوئی امام ہوگا جس کی کوئی لغزش نہ ہو، لہٰذا اگر اُسے اس کی لغزش کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے، تو بہت سارے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۲/ ۵۰۰-۵۰۱)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، (۲۰/ ۸۸)۔

[3] سیر أعلام النبلاء، (۱۴/ ۱۸۲)۔

ائمہ کرام چھوڑ دیئے جائیں گے، جبکہ ایسا کیا جانا مناسب نہیں، بات ختم ہوئی۔

اور امام ابو یعلی موصلی رحمہ اللہ (وفات: ۳۰۷ھ) کی سیرت میں ہے کہ انہوں نے ابوغزیہ سے کہا[1]:

لاَ يُزْهِدَنَّكَ فِي أَخٍ
لَكَ أَنْ تَرَاهُ زَل زلَّه
وَالمرْءُ يَطْرَحُهُ الَّذ
ينَ يَلونَهُ فِي شَرِّ إِلَّه
وَيَخُونُهُ مَنْ كَانَ مِنْ
أَهْلِ البِطَانَةِ وَالدَّخِلَّه
وَالموتُ أَعْظَمُ حَادِثٍ
مِمَّا يَمُرُّ عَلَى الجِبلَّه

تم اپنے کسی بھائی کو لغزش کھاتے ہوئے دیکھ کر معمولی نہ سمجھو، آدمی کو اس کے قریبی لوگ پریشان کن حالت میں چھوڑ دیتے ہیں اور اُس کے خاص قریبی رشتہ دار اس کی خیانت کرتے ہیں، اور موت لوگوں پر گزرنے والی چیزوں سے کہیں زیادہ بڑا اور سنگین حادثہ ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے خود بھی گفتگو کی ہے[2] کہ جنت میں جنتیوں کی معلومات چھین لی جائے گی، انہیں کسی چیز کا کوئی شعور نہ رہے گا۔ اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اپنے ''الفتح

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۴/ ۱۸۲)۔

[2] أبجد العلوم، از علامہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ، (۱/ ۱۵-۲۰)۔

الربانی'' نامی فتاویٰ میں ان کا تعاقب کیا ہے اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ جنتیوں کی عقلیں اُنہیں دنیا میں پیش آنے والے عوارض ختم ہو جانے کے سبب اور زیادہ ستھری اور تیز ہو جائیں گی اور اس بارے میں نصوص بیان فرمائے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾﴾ [یس:۲۶،۲۷]۔

کاش! میری قوم کو بھی علم ہو جاتا۔ کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں سے کر دیا۔

اور ان کے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نمیری رحمہ اللہ قبروں کے لئے کجاوے کسے جانے کی بابت اپنے ایک فتویٰ کے سبب مصر کے قاضیوں کی جانب سے آپ کو قید کرنے اور سزا دینے کے فتویٰ کے بطلان کی بابت ایک جواب میں کہتے ہیں [1]:

''اگر مان لیا جائے کہ ایک کثیر الفتویٰ عالم نے کئی مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ سنتوں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے موقف کے خلاف فتویٰ دیا ہے، تو بھی اُسے مطلق طور پر فتویٰ دینے سے منع کرنا جائز نہیں، بلکہ جن مسائل میں اس نے مخالفت کی ہے اُن میں اس کی غلطی واضح کی جائے گی، کیونکہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم اور ان کے بعد مسلمانوں کے علماء کرام کے ہر دور میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے ہیں...''۔

اسی طرح امام حافظ ابن حبان رحمہ اللہ (وفات: ۳۵۴ھ) نے کہہ دیا: کہ نبوت علم وعمل کا نام ہے! تو اس کے سبب اُن سے قطع تعلق کر لیا گیا، ان پر زندیقیت کا حکم لگایا گیا

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، (۲۷/ ۳۱۱)۔

اور خلیفۂ وقت کو خط لکھ کر اُن کی شکایت کی گئی، تو خلیفہ نے جواب میں انہیں قتل کرنے کا حکم جاری کیا!!

مگر علماء محققین نے ان کے ساتھ انصاف کیا چنانچہ ان کے قول کی توجیہ کی اور ان کے علم وفضل سے استفادہ کیا، جن میں: امام ابن القیم [1] امام ذہبی [2] حافظ ابن حجر [3] اور ان کے علاوہ دیگر محققین شامل ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس بارے میں جو بات کہی ہے وہ یہ ہے:

''میں کہتا ہوں: یہ بھی ان کے لئے ایک اچھا محمل ہے، ان کا مقصد مبتدا کو خبر میں محصور کرنا نہیں ہے۔ اس کی مثال ''الحج عرفة'' (حج عرفہ ہے) ہے، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ آدمی محض وقوف عرفہ کرنے سے حاجی نہیں ہو جائے گا، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا اہم کام ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح امام ابن حبان نے نبوت کا اہم کام ذکر کیا ہے؛ کیونکہ نبی کریم کی اہم ترین صفت علم اور عمل ہے، اور کوئی شخص نبی اسی وقت ہوسکتا ہے جب وہ علم وعمل والا ہو۔ ہاں یقیناً نبوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس شخص کے لئے ایک عطیہ اور انعام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم وعمل والوں میں سے اپنا برگزیدہ بنالیا ہو، انسان کو کسی بھی صورت میں اُسے حاصل کرنے کی استطاعت نہیں ہے، اور نبوت ہی سے علم نافع اور عمل صالح پیدا ہوتا ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ ابو حاتم رحمہ اللہ سے نقل کردہ بات کو علی الاطلاق کہنا درست نہیں، یہ دراصل ایک فلسفیانہ بات ہے'' بات ختم ہوئی۔

---

[1] مفتاح دار السعادۃ، (   )۔

[2] تذکرۃ الحفاظ، (۳ / ۹۲۲)۔

[3] لسان المیزان، (۵ / ۱۱۳-۱۱۶)۔

اسی طرح علامہ ابوالولید باجی مالکی رحمہ اللہ (وفات: ۴۷۴ھ) نے سب سے پہلے واقعۂ حدیبیہ کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی اُمیت ختم ہو جانے (اُمّی نہ رہنے) کی بات کہہ دی، تو ان کے دور کے لوگ اُن کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ان پر کفر کا حکم لگا دیا۔ اور کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں کہا:

بَرِئْتُ مِمَّنْ شَرَى دُنْيَا بِآخِرَةٍ

وَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَدْ كَتَبَا

میں نے اس شخص سے اظہار براءت کرلی ہے جس نے آخرت کے بدلے دنیا خریدلیا، اور کہا: یقیناً رسول اللہ ﷺ نے لکھا۔

پھر فتنہ تھما اور محققین نے واضح کیا ہے واقعہ حدیبیہ کا انکار کرنے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ وہ ثابت ہے، البتہ اُس سے اُمّی رہنے کی نفی نہیں ہوتی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت عرب میں ہوئی تھی اور وہ اُمّی قوم تھی، نہ لکھتی تھی نہ حساب کرتی تھی، اس کے باوجود ان میں ایسے لوگ پائے جاتے تھے جو لکھتے تھے مثلاً کاتبین وحی، لیکن یہ نادر معاملہ تھا، یہ چیز نبی کریم ﷺ کی عرب امت کے اُمّی ہونے کی نفی کرتی۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر أعلام النبلاء میں علامہ باجی رحمہ اللہ کی سیرت میں اس کی تحقیق فرمائی ہے[1]۔

اور ہمارے معاصر شیخ احمد بن حجر آل بن علی (قاضی محکمہ شرعیہ قطر) کی اس موضوع پر ایک جامع کتاب ہے جس کا نام "الرد الشافي الوافر علی من نفی أمیۃ سید الأوائل والأواخر" ہے۔

اسی طرح عبد الملک بن حبیب رحمہ اللہ جو فقہ مالکی کے بلند پایہ امام ہیں، اُن پر بھی بعض

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۸/ ۵۴۰)۔

مسائل کے سبب عیب زنی کی گئی ہے مگر اُن سے بھی قطع تعلق نہیں کیا گیا، رحمہ اللہ تعالی [1]۔

اسی طرح علامہ جیانی: احمد بن محمد بن فرج لغوی شاعر کو ایک عامی لفظ بولنے کے سبب آزمائش کا سامنا کرنا پڑا، جسے لوگوں نے اُن سے نقل کیا تھا، اور انہیں حکم بن عبد الرحمن الناصر (وفات: ۳۳۶ھ) کے دور میں اسی وجہ سے قید کیا گیا تھا [2]۔

اسی طرح: ائمہ کرام ابن الأثیر، ابن خلدون اور امام مقریزی نے عبیدیوں کے فاطمی نسب کو درست قرار دیا ہے۔ جبکہ اس سلسلہ میں اُن کے خلاف ائمہ محققین نے آواز اٹھائی جن میں: شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم، حافظ ذہبی، امام ابن حجر اور ان کے علاوہ قدیم وجدید دور کے علماء وائمہ شامل ہیں۔

اسی طرح ہیثمی نے مورخ ابن خلدون کی گرفت کی ہے کہ جب اُنہوں نے اپنی تاریخ میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا تو فرمایا: ''قتل بسیف جده'' (اپنے دادا کی تلوار سے شہید ہوئے) [3]۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن خلدون کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یہ لفظ تاریخ کی اس وقت موجودہ کتاب میں نہیں ہے، شاید اس نسخہ میں ذکر کیا ہو جس سے انہوں نے رجوع کرلیا ہے۔

---

[1] لسان المیزان، (۴/ ۶۲)۔

[2] الصلة، از ابن بشکوال، (۱/ ۵)۔ نیز دیکھئے: سیرت ابوحیان توحیدی، اس میں ان کے عقیدہ کی خرابی کے ساتھ اس قسم کی کچھ چیزیں بھی موجود ہیں، جیسا کہ ''لسان المیزان'' (۷/ ۳۸-۴۱)۔ اسی طرح صاحب ''قوت القلوب'' ابوطالب مکی کے بارے میں بھی کچھ باتیں ہیں، جیسا کہ ''المیزان'' (۳/ ۶۵۵)، اور ''لسان المیزان'' (۵/ ۳۰۰) میں ہے۔

[3] الضوء اللامع، (۳/ ۱۴۷)، والاعلان بالتوبیخ، (ص: ۷۱)۔

نیز ابن خلدون پر مزید یہ غلطی بھی تھوپی گئی کہ وہ عربوں کی تنقیص کرتے ہوئے کہتے ہیں وہ بھیڑ بکری اور مویشی چرانے والی قوم ہیں بادشاہت اور سیاست کے لائق نہیں ہیں.... جبکہ ابن خلدون کی یہ بات ''اعراب'' یعنی دیہاتیوں بادیہ نشینوں کے بارے میں ہے، نہ کہ عربوں کے سلسلہ میں، لہٰذا اسے خوب جان لینا چاہئے۔

بہر کیف یہ خطا کار ٹھہرانے والی رائیں ان جلیل القدر ائمہ وعلماء کے علم سے محرومی کا سبب نہ تھیں، بلکہ یہ علماء و ائمہ ہمیشہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں روشنی کا مینار رہے جن سے روشنی حاصل کی جاتی رہی۔

اس اصول ومنہج کے علماء ہمیشہ ائمہ کرام کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے ہیں ساتھ ہی ان کے علم وفضل سے استفادہ بھی کرتے ہیں، اگر قطع تعلق اور بائیکاٹ کا طریقہ اختیار کرتے تو دین کے بہت سارے اصول و ارکان ڈھہ جاتے، اسلام میں علم کا سایہ سمٹ کر محدود ہو جاتا اور خلل وفساد نمایاں طور پر واضح ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کا سوال ہے۔

شیخ طاہر جزائری رحمہ اللہ (وفات: ۱۳۳۸ھ) اپنے بستر مرگ پر فرماتے تھے [1]:

''اپنے علماء کو شمار کرو (انہیں ان کا مقام دو)، ان کی بعض لغزشیں معاف کر دو اور اُنہیں دانتوں سے پکڑے رہو، تاکہ امت اُن سے استفادہ کرے، اُنہیں نفرت نہ دلاؤ کہ وہ تمہاری خدمت کرنے سے بے رغبت ہو جائیں''۔

اسی طرح سابقہ تفصیلات کی لڑی میں امام ابن القیم رحمہ اللہ کی وہ بے مثال تحقیق بھی پرو جاتی ہے جسے انہوں نے حیلوں کے مباحث کے تحت ''إعلام الموقعين'' (۳/ ۲۹۴ - ۲۹۸) میں ذکر فرمایا ہے، لہٰذا اُسے ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] كنوز الأجداد، از محمد کرد علی (ص: ۲۵)، مطبعة الترقی بدمشق سنہ ۱۹۵۰۔

دراصل میں نے اتنی کثرت سے سابقہ اقتباسات اس لئے ذکر کیا ہے کہ بعض جاہلوں کی جانب سے اہل علم کے خلاف بلویٰ عام ہو چکا ہے ... اگر اُسے کسی فقہی فروعی مسئلہ میں علم واطمینان کے ساتھ کوئی رائے مل جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے پوری طرح کچل کر، گلا گھونٹ کر اُسے نابود کردیں گے، تاکہ اُن کی خیالی سرداری باقی رہے! ان جاہلوں کے اس رویہ پر اللہ تعالیٰ ہی مددگار رہے۔

رہا مسئلہ بدعتیوں کا تو اللہ کی قسم اُن سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ہم ان سے ڈرتے اور چوکنا رہتے ہیں اور بیان و وضاحت کی ذمہ داری کے پیش نظر اُنہیں ان کی بدعتوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں، اس لئے آپ ان سے ملنے جلنے اور ان کی باتیں لینے سے کلی احتراز کریں، کیونکہ ایسا کرنا زہر قاتل ہے۔

تیسرا مبحث:

شاذ اقوال وآراء اور ساقط رُخصتیں اپنانے سے تنبیہ

اہل سنت و جماعت کے عقیدہ میں یہ بات طے ہے کہ شاذ مسائل لینا اور اس پر عمل کرنا منع ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور ہم شذوذ، اختلاف اور فرقہ بندی سے اجتناب کرتے ہیں''۔

نیز فرماتے ہیں:

''اور جماعت کو حق و درست سمجھتے ہیں اور فرقہ بندی کو کجی اور عذاب خیال کرتے ہیں''۔

بنا بریں: یقیناً فاسد رخصتوں کو پھیلانا، شاذ آراء کو بھاری بھرکم بنانا، اور ان دونوں کی پیداوار ''تلفیق'' کی تربیت کرنا بایں معنیٰ کہ مذاہب ومسالک کی رخصتوں اور شاذ مسائل کو اکٹھا کرنا، صحیح سالم عقیدہ کو پس پشت ڈال کر اس سے دست بردار ہو جانا ہے، بلکہ یہ دشمنوں کی چال ہے اور اُسے اپنانے اور گلے لگانے والا مسلمانوں کے لئے عذاب اور مصیبت کا باعث ہوگا۔

چنانچہ اللہ کی قسم! نہ جانے کتنے سرکش اس فتنہ کے گھونسلے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور نہ جانے کتنے حیلہ باز اسے شریعت کے نام سے نمایاں کر رہے ہیں اور اسے کچھ شبہات کے دوش پر انجام دے رہے ہیں جنہیں وہ ظاہر کرتے ہیں یا خود ایجاد کرتے ہیں، جبکہ

لوگوں کے دل کمزور ہیں اور شبہات اچک لینے والے ہیں۔

رخصت کی اس قسم کے بارے میں جلیل القدر علماء نے بھی گفتگو کی ہے اور واضح کیا ہے کہ عبودیت وبندگی کے درجات میں عزیمتوں اور شرعی رخصتوں پر عمل کرنا ہے، رہا مسئلہ بناوٹی رخصتوں کا تو وہ شریعت کی مستند عزیمتوں اور رخصتوں سے الگ تھلگ ہیں۔

یہ شرعی رخصت عبودیت کے درجات میں سے ہے، لیکن مذاہب کی رخصتوں اور شاذ علم کی جستجو کرنا عبودیت کے نواقض میں سے ہے۔ شیخ ہروی رحمہ اللہ عبودیت کے مراتب کے ضمن میں "درجۂ رغبت" کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ رغبت کا مقام انسان کو فاسد رخصتوں کی جانب رجوع کرنے سے روکتا ہے"۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں [1]:

"اہل عزائم کا معاملہ جفاکشی اور سچائی پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے ان کا رخصتوں کی آسانی اپنانا پسپائی اور نکما پن ہے"۔

نیز فرماتے ہیں [2]:

"پھر وہ اختلاف (جس کی بنا پر رخصت حاصل کی جاتی ہے) کبھی ضعیف قول ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں اس ضعیف قول کے نتیجے میں جو کسی مجتہد کی غلطی کے سبب ہوسکتا ہے، اور اس فاسد گمان سے جو کسی جاہل کی غلطی ہوسکتا ہے، دین کی تبدیلی، شیطان کی پیروی اور رب العالمین کی نافرمانی جنم لیتی ہے، اور جب جھوٹے گمانوں میں باطل اقوال شامل ہوجائیں اور غالب نفسانی خواہشات اُن کے مددگار ہوجائیں تو پھر اس کے بعد دین کی تبدیلی اور

---

[1] مدارج السالکین، (۲/ ۵۷)۔

[2] الاغاثۃ، (۲/ ۱۴۶)۔

مجموعی طور پر شریعتوں سے بالکلیہ خارج ہو جانے کے بارے میں نہ پوچھو" بات ختم ہوئی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [1]:

"ایک شیخ کا کہنا ہے: یقیناً امام اپنے پکے مقلد کے لئے ویسے ہی ہے جیسے نبی اپنی امت کے لئے ہے، اس کی مخالفت کرنا حلال نہیں"۔

میں کہتا ہوں: ان کا یہ کہنا کہ "اس کی مخالفت کرنا حلال نہیں" محض دعویٰ اور علم ومعرفت سے عاری اجتہاد ہے، بلکہ اُس شخص کے لئے اپنے امام کی مخالفت کرکے دوسرے امام کی طرف جانا درست ہے جس کی دلیل اس مسئلہ میں مضبوط اور ٹھوس ہو، یہی نہیں بلکہ اُس پر واجب ہے کہ جس مسئلہ میں دلیل واضح ہو جائے اس میں دلیل کی اتباع کرے' اس شخص کی طرح نہ ہو جو کسی امام کے مسلک کا پیروکار ہو، اور جب اُسے اپنی خواہش نفس کے مطابق کوئی چیز ملے تو اس پر عمل کرلے خواہ کسی بھی مسلک کی بات ہو۔ اور جو مسلکوں کی رخصتوں اور مجتہدین کی لغزشوں کی پیروی کرے گا وہ اپنے دین کو لوگوں کا غلام اور ان کی لونڈی بنا دے گا۔ جیسا کہ امام اوزاعی یا کسی اور نے کہا ہے: جو متعہ کے مسئلہ میں مکیوں کا قول، نبیذ کی بابت کوفیوں کا قول، گانے کے بارے میں مدنیوں کا قول اور خلفاء کی معصومیت کے بارے میں شامیوں کا قول اپنائے گا وہ ساری برائیوں کو اکٹھا کرلے گا! اسی طرح جو سودی کاروباروں کے سلسلہ میں حیلہ سازی کرنے والوں کی بات اور طلاق اور حلالہ کے بارے میں توسع اور گنجائش نکالنے والوں کی بات اور ان جیسی دیگر باتوں کو اپنائے گا وہ بے دینی کا شکار ہو جائے گا! ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

بلکہ طالب علم کی ذمہ داری یہ ہے کہ پہلے فقہ کی کوئی کتاب پڑھے، جب اُسے ازبر کرلے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۸ / ۱۸)۔

تو بحث و تحقیق کرے اور شروح کا مطالعہ کرے، اب اگر وہ ذہین و فطین اور فطری طور پر بات کا مقصود سمجھنے والا اور استنباط کا اہل ہو اور ائمہ کی دلیلوں کو سمجھ سکے تو وہ اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کرلے گا، اور معصوم وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ لغزش اور سوءِ فہم سے بچالے‘‘۔

میں خود اس کام سے آگاہی سے پہلے جو بات کہتا تھا اُسی جانب میری رہنمائی بھی کی جاتی تھی، چنانچہ جو بات دل میں آتی تھی وہی حقیقت میں بھی رہا کرتی تھی۔ لہٰذا اللہ کی توفیق ارزانی پر تمام تعریفیں اسی کے لئے سزاوار ہیں۔

نیز اسماعیل قاضی کے عباسی خلیفہ معتضد (وفات: ۲۸۹ھ) کے پاس آمد کے بارے میں فرماتے ہیں [1]:

’’میں ایک مرتبہ اُن کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے ایک کتاب دی، میں نے اسے دیکھا تو اس میں علماء کی لغزشوں کی تمام رخصتیں جمع کی ہوئی تھیں! چنانچہ میں نے کہا: اس کتاب کا مصنف زندیق (بے دین کافر) ہے۔ انہوں نے کہا: کیا یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، صحیح ہیں، لیکن جس نے نشہ آور مادہ کو مباح کیا ہے اُس نے متعہ کو مباح نہیں کیا ہے، اور جس نے متعہ کو مباح کیا ہے اُس نے گانے کو مباح نہیں کیا ہے، ہر عالم سے کوئی نہ کوئی لغزش ضرور ہو جاتی ہے، اور جو شخص علماء کی تمام لغزشیں لے لے گا اُس کا دین ضائع ہو جائے گا۔ یہ سن کر انہوں نے اس کتاب کو جلا دینے کا حکم دیا لہٰذا اُسے جلا دیا گیا‘‘۔

اور چونکہ شذوذ اور رخصت طلبی میں: شریعت سے برگشتگی پائی جاتی ہے اس لئے سلف صالحین نے اپنے دین اور علم کو اس سے محفوظ رکھا، البتہ کبھی کبھار ان میں سے کس ایک کے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، (۱۳ / ۴۶۵)۔ اسی طرح امام ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۱۳ / ۱۰۴-۱۰۸) میں بڑی لمبی اور دلچسپ گفتگو فرمائی ہے، مراجعہ کریں کیونکہ وہ بہت اہم ہے۔

یہاں یا مذہب میں کوئی ایک یا دو مسئلہ کسی عارضی استدلال کے سبب جو نفس پرستی کی خاطر نہیں، بلکہ اس کے ذہن میں کھٹکنے کے نتیجہ میں ہوتا ہے، پیش آتا ہے، لیکن فوراً ہی وہ اس سے رجوع کر لیتا ہے، یا وہ قول اس کے قائل کے پاس ہی رُک جاتا ہے، چنانچہ اُس رائے کو چھوڑ دیا جاتا ہے، اور اہل علم اپنے اصل راستے پر ہی گامزن رہتے ہیں۔ وللہ الحمد والمنۃ [1]۔

جبکہ بہت نادر ایسا ہوگا کہ آپ کسی امام کے پاس اس طرح کے مسائل کا مجموعہ پائیں، ساتھ ہی ان رخصتوں کے قائلیں کی جلالت شان کے باوجود علماء نے ان مسائل سے اعراض کیا ہے، اُسے چھوڑ دیا ہے اور ان مسائل کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے یہاں تک کہ یہ مسائل اسلام کے مصادر میں غیر معتبر ہو کر رہ گئے ہیں۔

اس کے برخلاف موجودہ دور کا معاملہ یہ ہے کہ آپ تباہ کن رخصتیں اور دین کو پارہ پارہ

---

[1] آپ کو اس کی مثالیں بعض فقہ کی مطول کتابوں میں، مسلکی کشاکش کی کتابوں میں، اسی طرح تقلید سے متعلقہ بالخصوص مسلکی تعصب کی کتابوں میں ملیں گی۔ اسی طرح کتاب ''الحور العین'' از نشوان بن سعید حمیری (ص: ۴۰-۴۶) میں بہت ساری مثالیں ہیں۔ نیز کتاب ''أخبار مکہ'' از فاکہی (۳ / ۱۲-۷ ۳، ۹۲-۹۶) میں، سیر أعلام النبلاء (۱۳ / ۱۰۴-۱۰۸) میں، کنوز الأجداد، از استاذ محمد کرد علی (ص: ۲۸۰) زمخشری کی سیرت میں، اور سیر أعلام النبلاء (۷ / ۱۱۷) وغیرہ میں۔

البتہ ذہن نشین رہے کہ ان شاذ مسائل میں ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جن کی نسبت درست نہیں ہوتی، بلکہ عصبیت یا کسی اور وجہ سے اُس کے قائل کے خلاف جھوٹ گھڑی ہوئی بے بنیاد ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردہ یہ بات کہ: دو بچوں نے کسی بکری یا گائے کا دودھ پی لیا تو اُنہوں نے ان دونوں کے درمیان حرمت قائم ہو جانے کا فتویٰ دے دیا!۔ اگرچہ کہ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے ''الفوائد البھیۃ'' میں اس کی تردید فرمائی ہے، لیکن بظاہر لگتا ہے کہ یہ احناف کے امام بخاری سے نفرت کے سبب اُن کی جانب سے اُن پر جھوٹ وضع کردہ ہے، احناف میں کئی لوگوں کا موقف امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف ہے جس کے نتیجہ میں اُنہوں نے اپنی ذات کو ایذا پہنچائی ہے، کیونکہ امام بخاری حنفی نہیں ہیں، نیز اس لئے کہ انہوں نے اپنی ''صحیح'' میں: ''بعض لوگ'' کہا ہے اور اُس کے ذریعہ وہ احناف پر نقد کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

کرنے والے شذوذ ایک ہی شخص میں اکٹھا پائیں گے، اور مادی دور کی فضائیں پورے طور پر دین کی مخالفت کرنے والے عالم کو گلے لگانے کے لئے تیار اور آمادہ ہیں، چنانچہ اُس کی شہرت کو پوری دنیا میں عام کرنے کے لئے لہراتا جھنڈا اٹھاتی ہیں، جس کے سبب زوال پذیر دنیوی ساز وسامان کا اسیر دھوکہ کھا جاتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ ایک بھونگا بن جاتا ہے جس میں حملہ آور دشمن پھونک مارتا ہے۔

ایک علمی دعویدار میں اس کی چند مثالیں:

- مصنوعی انجکشن کے ذریعہ مادہ منویہ ایک خاتون (سوکن) سے دوسری خاتون کے رحم میں منتقل کرنے کا فتویٰ، جبکہ دیگر چند صورتوں میں اس کی حرمت پر علماء عصر کا اجماع ہے حتیٰ کہ کافروں کی بعض کانفرنسوں کی جانب سے بھی۔
- اسی طرح ابوثور کے ایک شاذ قول پر اعتماد کرتے ہوئے جو ثابت نہیں، شیر مادر کے بینک (Mother Milk Bank) کھولنے کے جواز کی بات کہنا۔
- مختلف صورتوں کے انشورنس (Insurance) کے جواز کی بات کہنا۔
- مصارف زکاۃ کے تحت ''فی سبیل اللہ'' کے عموم میں مساجد، ہاسٹل اور ہاسپیٹل وغیرہ کی تعمیر شامل کرنا.... جبکہ یہ اجماع کی مخالفت ہے جیسا کہ مفسرین نے ثابت کیا ہے۔
- اسی طرح آب زمزم کی فضیلت کی نفی کی بات کہنا۔
- اسی طرح گانے کے جواز کی بات کہنا...
- اور اس طرح کے دیگر شاذ اقوال اور بے دلیل کھوکھلے آراء کا ایک سلسلہ ہے، جس کے لئے علمی خیانت کرنے والا کسی ضعیف روایت، یا شاذ اختلاف، یا بودے مریض فہم سے وابستہ رہتا ہے اور اُس پر وضاحت کے خوبصورت لبادہ اور جنچی تلی گفتگو سے آراستہ فتویٰ کی بنیاد

رکھتا ہے، مگر وہ دلیل و برہان سے خالی ہوتا ہے! اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔

اور جب گفتگو اس نکتہ پر آئی ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کے مذہب ومسلک کو اس چیز سے محفوظ رکھا ہے جس شذوذ اور رخصت پسندی کی کثرت میں گمراہ فرقے مبتلا ہیں اور اپنے اصل مذاہب ومواقف میں اُسے دین سمجھ کر اختیار کئے ہوئے ہیں، بالخصوص مکروفریب اور دھوکہ کے گھر میں، مجھے اس فرقہ (شیعہ روافض) کی کچھ مختصر اور مطول کتابیں ملی ہیں جن میں ایک کتاب: کلینی کی ''الکافی'' ہے، جو ان کے یہاں صحیح بخاری کے درجہ میں ہے، اسی طرح عبدالحسین اَمینی کی ''الغدیر'' ہے، یہ ان کے یہاں مطول معتبر کتابوں میں سے ہیں۔ نیز میں نے ان کتابوں میں ایسی ایسی فقاہت دیکھی ہے جس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

میری نیت تھی کہ ان گندے مسائل کو تلاش کروں اور ان رسواکن باتوں کو نکالوں- جو اللہ کے دین وشریعت کی طرف منسوب ہیں، جسے انہوں نے دین سمجھ رکھا ہے- اور انہیں حرف بحرف جلد اور صفحہ نمبر کے حوالہ کے ساتھ لکھوں، اور ان کا سرے سے کوئی تعاقب نہ کروں، کیونکہ جس کے پاس معمولی ذوق اور دل میں ادنیٰ سوجھ بوجھ ہوگی وہ اُنہیں اپنی فطری بصیرت سے رد کردے گا، شریعت اسلامیہ میں اُن کے لئے کوئی جگہ پائے گا نہ مسلمانوں میں کسی کو ان کا قائل پائے گا، امید کہ اللہ تعالیٰ رافضیت وشیعیت کی حقیقت کو بے نقاب کرنے والے اس مختصر اور نفع بخش پروجیکٹ کے لئے کسی کو تیار فرمائے گا، جو اہل سنت وجماعت میں سے اسے جمع کرے اور لوگوں میں اس کی نشرواشاعت کرے [1]۔

---

(1) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ''المنتظم'' (۸ / ۱۲۰) میں اور حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں اس سلسلہ کی کچھ باتیں لکھی ہیں۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منہاج السنۃ النبویۃ'' میں وہ باتیں ہیں جن سے ==

یہ بات لفظ شذوذ اور رخصت کے تناظر میں از راہ تنبیہ وآگاہی جملہ معترضہ کے طور پر آ گئی۔
میں نے اس مبحث میں شذوذ اور رخصت طلبی سے آگاہ کرنے کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا ہے وہ بہت ساری باتوں میں سے تھوڑی چیز ہے، آپ کو ان کے اقوال یکجا اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ جامع نفع بخش رسالہ ''زجر السفھاء عن تتبع رخص الفقھاء'' میں ملیں گے [1]۔

== ایک مسلمان کے سامنے اس فرقہ کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے، یہ ان کے حالات کی نقاب کشائی، ان حوالوں کی تردید اور ان کے مواقف کی بیخ کنی کے بارے میں تالیف کردہ سب سے عظیم کتاب ہے۔ اسی لئے آج تک کوئی مائی کا لال اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کرسکا۔ طالب علم اگر اس کے مختصر ''المنتقیٰ'' از حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا مطالعہ بھی کرلے تو کافی ہوگا، البتہ بہت ساری معلومات وتحقیقات جنہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی علمی وسعت اور متعدد علوم و معارف کے جامع خزانہ سے اس کتاب میں درج کیا ہے وہ اُس سے فوت ہو جائیں گی۔ ان کا ایک بدترین عقیدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کو دین اور نیکی سمجھنا ہے سوائے آل بیت رسول ﷺ کے چند افراد کے جن سے وہ وابستہ ہیں۔ اسی لئے وہ نبی کریم ﷺ کے بعد ضمنی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم پر درود پڑھنے (دعاء رحمت) سے- جیسا کہ مسلمان ''اللھم صل علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه'' کہتے ہیں- منع کرتے ہیں۔ اس کی تردید ''سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ'' (۳/ ۱۱- ۱۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور جب صحابۂ کرام پر ترضی کرتے (رضی اللہ عنہم کہتے) ہیں تو تحدید کے ساتھ کرتے ہیں، کہتے ہیں: ''ورضی الله عن صحابته المنتجبين'' یعنی: ان لوگوں سے اللہ راضی ہو جن کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں، جیسے امام علی رضی اللہ عنہ وغیرہ...! اس لئے ان سے آگاہ رہنا کہیں وہ اپنے الفاظ میں اپنی پیروی کے ذریعہ آپ کو فتنہ میں نہ ڈال دیں، کہ آپ اُن کے مقاصد میں شامل ہو جائیں۔

اور یہ جان لو کہ تمام فرقوں سے مناظرہ کرنا ممکن ہے سوائے روافض کے؛ کیونکہ دونوں مناظروں کے پاس مناظرہ کی بنیاد ہونا ضروری ہے جس کی طرف دونوں رجوع ہو (یعنی کتاب وسنت)، مگر روافض اُسی سنت پر ایمان رکھتے ہیں جو آل بیت کے واسطے سے آئے، اور قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ اُس میں تحریف اور نقص ہے...(تو بھلا آپ اُن سے کیسے مناظرہ کرسکتے ہیں؟) اس لئے آپ ان اصول یا فروع کسی بھی مسئلہ اس وقت تک بحث ومناظرہ نہ کریں جب تک ان کے ساتھ مناظرہ کا مرجع طے نہ کرلیں، اور وہ آپ کے ساتھ ہرگز طے نہیں کریں گے، لہٰذا مناظرہ سرے سے ہی ختم ہو جائے گا، لہٰذا اس فائدہ کو محفوظ کرلو، اور اُن کی جانب سے تقیہ سے بھی آگاہ رہو، واللہ أعلم۔

[1] دیکھئے: (ص: ۷- ۲- ۳۶)، از شیخ جاسم دوسری، ایڈیشن ۱۴۰۶ھ، نشر مکتبہ دار الاقصیٰ، کویت۔

اسی طرح ''السعادۃ العظمی''[1] نامی کتاب میں ایک اہم مبحث موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دہندہ اور مددگار ہے۔

اس لئے اے اللہ کے بندے! دنیا کی زوال پذیر پونجی کے پیچھے دوڑتے ہوئے گناہوں میں لت پت صورتحال کے بہانے شذوذ اور فاسد رخصت طلبی کی نشر واشاعت کرکے اپنی مجد وشرافت اور زندگی کو جھوٹی عزت پر موقوف کرنے سے بچو، کیونکہ بہت سے لوگ عزت وبلندی کی کرسی سے اتر کر اس طرح نابود ہوگئے گویا اُن کا وجود ہی نہ تھا، اور ان کے مختلف طبقوں کے واقعات داستان عبرت کی صورت میں باقی رہ گئے، اس لئے انہی سامان عبرت لوگوں کے صحیفوں میں درج کئے جانے سے بچو۔ ذرا شاہِ اندلس معتمد بن عباد، ان کے باپ اور ان کے دادا کو دیکھو جن کی وفات سنہ ۴۸۸ھ میں قید کی حالت میں جیل میں ہوئی۔ امام ابن خلکان نے ان کی مفصل سوانح لکھی ہے[2] اور اس میں انہوں نے ان کی بادشاہت چلے جانے، قید وبند کی سزائیں جھیلنے اور عذاب وسزا سے دوچار کئے جانے کی جو باتیں بیان کی ہیں وہ عبرت ونصیحت سے لبریز ہیں، پڑھنے والا انہیں آنسو بہائے اور عبرت لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ابن خلکان نے طول کلامی سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''ان کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس جیسے واقعات سننے میں نہیں آئے''۔

انہوں نے جو باتیں ذکر کی ہیں اس میں یہ بھی ہے:

''ایک دن جیل میں اُن کی بیٹیاں آئیں، وہ عید کا دن تھا، وہ بیٹیاں أغمات – بلاد مغرب میں ایک شہر کا نام – کے علاقہ میں لوگوں کے لئے مزدوری پر کپڑے بنتی تھیں، حتیٰ کہ ان میں

---

[1] دیکھئے: (ص: ۴۷-۴۹)، از علامہ شیخ محمد الخضر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ۔

[2] وفیات الأعیان، (۵/ ۲۱-۳۹)، نیز دیکھئے: سیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی، (۱۹/ ۶۴-۶۶)۔

سے ایک بیٹی نے اس پولیس والے کے گھر کے لئے کپڑا بُنا جو اُس کے باپ کی خدمت پر مامور تھا اور وہ اس کے ماتحت تھے، چنانچہ اُس نے ان بیٹیوں کو پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑوں اور خستہ حالت میں دیکھا، جس سے اُس کا دل شق ہوگیا، اور اُس نے یہ اشعار کہے:

فِيمَا مَضَى كُنْتَ بِالأَعْيَادِ مَسْرُوْرا
فَسَاءَكَ العِيْدُ فِي أَغْمَاتَ مَأْسُوْرَا

تَرَى بَنَاتِكَ فِي الأَطْمَارِ جَائِعَةً
يَغْزِلْنَ لِلنَّاسِ مَا يَمْلِكْنَ قِطْمِيْرَا

من بات بعدَكَ في ملكٍ يُسَرُّ به
فإنّما بات بالأحلام مغروراً

ماضی میں تم عید کی مناسبتوں پر خوش رہا کرتے تھے، مگر اغمات میں قید ہونے کے سبب تمہاری عید بہت بُری ہوگئی ہے، تم اپنی بیٹیوں کو بوسیدہ لباسوں میں بھوکا دیکھ رہے ہو، وہ لوگوں کے لئے کپڑے بُن رہی ہیں، کھجور کی جھلی کی بھی مالک نہیں ہیں، جو تمہارے بعد بادشاہت میں دادِعیش دے رہا ہے وہ اس میں مسرور و مگن ہے، کیونکہ دراصل وہ دھوکے میں پڑا خوابوں میں رات گزار رہا ہے۔

اسی طرح محمد بن عبد القادر الجیلی (وفات: ۶۰۰ھ) کا واقعہ ہے۔ ان کے بارے میں ابن النجار نے فرمایا ہے[1]:

یہ نعمتوں میں پلنے والے اور بڑے خوشحال تھے، ان کے پاس روزی کے تمام اسباب فراہم تھے، مگر انہوں نے اس نعمت کے مقابل تقدیر پر اعتراض کرنا شروع کر دیا، لہٰذا

---

[1] بحوالہ "لسان المیزان" (۵ / ۲۶۳)۔

محتاج وقلاش ہو گئے، ان کا رویہ پسندیدہ نہ تھا اور وہ علم سے عاری تھے‘‘۔

اسی طرح سلطان برقوق (وفات: ۸۲۴ھ) کا واقعہ ہے۔مورخین ان کے بارے میں مثبت ومنفی باتیں بیان کرتے ہیں، مگر ان کے جنازہ کے بارے میں ایک اتفاقی صورتحال ذکر کرتے ہیں، چنانچہ علامہ مقریزی فرماتے ہیں [1]:

’’ان کے معاملہ میں اتفاقاً ایک عبرت آموز بات ہوگئی جس میں بہت بڑی عبرت ونصیحت ہے، وہ یہ کہ جب انہیں غسل دیا گیا تو جسم پوچھنے کے لئے تولیہ نہ ملا، چنانچہ حاضرین میں سے کسی کے تولیہ سے پوچھا گیا، ازار بھی نہ ملا جس سے ان کی ستر پوشی کی جائے، یہاں تک کہ ان کی کسی لونڈی کے سر کے اوپر سے اونی صعیدی (مصری) ازار لیا گیا اور اُس سے ان کا ستر چھپایا گیا، اسی طرح کوئی پیالہ نہ ملا جس سے اُنہیں غسل دینے کے وقت ان کے جسم پر پانی بہایا جائے، جبکہ انہوں نے بہت کچھ مال چھوڑا تھا‘‘۔

اسی طرح برمکیوں کی بڑی شان وشوکت تھی جس کا تاریخ میں بڑا نمایاں تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ یحییٰ بن خالد برمکی نے سنہ ۱۹۰ھ میں رقہ کے قیدخانہ میں رہتے ہوئے کہا:

’’اصمعی کہتے ہیں: میں نے یحییٰ کو کہتے ہوئے سنا: دنیا آنے جانے والی شے ہے، اور مال عاریہ ہے، ہمارے لئے ہم سے پیشتر لوگوں میں اسوہ ونمونہ ہے اور ہم میں ہمارے بعد والوں کے لئے اسوہ ونمونہ ہے‘‘۔

اسی طرح اس میں ہے [2]:

’’بتایا جاتا ہے: کہ یحییٰ برمکی کے بچوں نے اس سے کہا درانحالیکہ وہ سب جیلوں میں

---

[1] بحوالہ ’’الضوء اللامع‘‘(۲/ ۳۱۰)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی، (۹/ ۹۰)۔

قید تھے: اے ابا جان! شان وشوکت کے بعد ہماری یہ حالت ہوگئی ہے، تو اُس نے کہا: اے بیٹو! یہ مظلوم کی بد دعا ہے جس سے ہم غافل تھے مگر اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے"۔

اسی طرح ابن نجیہ زین الدین ابو الحسن علی بن ابراہیم حنبلی رحمہ اللہ (وفات:۵۹۹ھ) دولت مند علماء میں سے تھے، پھر فقیر ومحتاج ہو گئے، ابو شامہ دمشقی "ذیل الروضتین"[1] میں فرماتے ہیں:

"اس کے باوجود فقیری کی حالت میں اُن کی موت ہوئی، ان کے بعض ساتھیوں نے انہیں کفن پہنایا، ان کا مال واسباب نابود ہوگیا اور حالات دگرگوں ہو گئے، ان کی وفات مصر میں ہوئی، اور اُنہیں قرافہ میں دفنایا گیا"۔

اسی طرح ان میں اللہ کا خائب وخاسر دشمن ابن علقمی رافضی ہے جسے ہلاکو خان تاتاری نے مسلمانوں کے خلاف بھیجا تھا۔ چنانچہ اُس نے امت کے لئے کنواں کھودا اور بہت جلد اس میں خود ہی گر گیا، ذلت ورسوائی کا مزا چکھا، دیوالیے پن اور رنج وغم کی موت مرا، اللہ تعالیٰ اس پر سوئی کی نوک کے برابر بھی رحم نہ فرمائے[2]۔

جب مختلف طبقوں کے لوگوں کے یہ حالات ہوتے ہیں تو بھلا اس شخص کا کیا حال ہوگا جس نے مسلسل تنبیہات اور ڈراوے کے باوجود اپنی وہمی بڑائی اور خیالی برتری ہدایت کے سوا پر قائم کررکھی ہو، درانحالیکہ رخصت طلبی، شذوذ، تکلف پسندی، بناوٹ جیسی گنہگار فقاہت پر سوار ہو، جس چیز کا علم نہ اُس پر حمد وثنا کا طلبگار ہو، اور اس کے علاوہ شریعت مطہرہ سے رکاوٹ کے اور حوض کوثر پر حاضری سے دھتکارے جانے کے دیگر وجوہ پائے جاتے ہوں۔ ساتھ ہی

---

[1] دیکھئے: "ذیل الروضتین" (ص:۳۵)۔

[2] سیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی، (۲۳/ ۳۶۲)۔

اُسے ڈر ہو کہ اگر نرمی کا معاملہ نہ کیا تو ولایت وحکمرانی سے ہاتھ دھونا پڑے گا، درانحالیکہ اُس کے انسانی وجناتی ہمزاد ساتھی اُس کے سامنے تصویرکشی کرتے ہیں کہ عزل کرنا مردوں کا حیض ہے جیسا کہ بعض حکماء کہتے ہیں۔

چنانچہ لوگوں کی یہ قسم ایسی ہے کہ اگر خالص توبہ کے ساتھ باری تعالیٰ کی رحمت خاص ان کے شامل حال نہ ہو جائے تو اندیشہ ہے کہ یہ عبرتوں کی فہرست میں درج کردیئے جائیں گے، ہم بے سہارا ہونے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

عَجِبتُ لِمُبتَاعِ الضَّلَالَةِ بِالهُدَى
وَلِلمُشتَرِي دُنيَاهُ بِالدِّينِ أَعجَبُ
وَأعْجَبُ مِنْ هَذَيْنِ مَنْ بَاعَ دِيْنَهُ
بِدُنْيَا سِوَاهُ فَهُوَ مِنْ ذَيْنِ أَخْيَبُ [1]

مجھے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے والے پر تعجب ہے اور دین کے بدلے دنیا خریدنے والا اُس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے، اور ان دونوں سے بھی زیادہ باعث تعجب وہ شخص ہے جو اپنے دین کو اس کے علاوہ دنیا سے بیچ دے، کہ ایسا شخص ان دونوں سے زیادہ خائب وخاسر ہے۔

اے اللہ سلامتی عطا فرما، سلامت رکھ۔

میں اس مبحث کو اس بات پر ختم کرتا ہوں جس پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے ختم کیا ہے، چنانچہ ابن المعتمد اسفرائینی (وفات: ۵۳۸ھ) کی سیرت میں ''سیر أعلام النبلاء'' (۲۰/ ۱۴۲) میں رقمطراز ہیں:

---

[1] دیکھئے: الدر الفرید وبیت القصید، (۷/ ۱۷۴، نمبر: ۹۶۰۶)۔ (مترجم)

''میں کہتا ہوں: جب ابن عساکر رحمہ اللہ نے اسفرائینی کی وفات کی خبر سنی تو اس پر ایک مجلس املاء کرائی جسے ہم نے بسند اتصال سنا، اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگے، اور اصول یا فروع کسی بھی مسئلہ میں شاذ وغریب اقوال ومواقف ذکر کرکے شر وفساد برپا نہ کرے، کیونکہ میں نے اس سلسلہ میں حرکت اور تیزی کو خیر و بھلائی لاتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ دونوں فریقوں کی جانب سے صالحین اور عبادت گزاروں کے لئے شر وعداوت اور ناراضگی کی آگ بھڑکاتی ہے، اس لئے سنت پر مضبوطی سے کاربند رہو، خاموشی کو لازم پکڑو، فضول اور لایعنی چیزوں میں نہ پڑھو، اور جن مسائل میں مشکل پیش آئے اُنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو، اور اسی پر توقف کرو اور کہو: اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں'' بات ختم ہوئی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

چوتھا مبحث:

ائمہ کرام رحمہم اللہ کے حوالہ سے غلط اقوال ومواقف بیان کرنے سے بچنا

جس طرح شاذ قول اور رخصت کی بنیاد پر فتویٰ دہی سے منع کیا جائے گا، اسی طرح ائمہ کرام کے حوالہ سے غلط باتیں بیان کرنے سے بھی منع کیا جائے گا؛ کیونکہ نسبت وحوالہ درست نہیں ہوتا، یا فہم الٹی ہوتی ہے؛ کیونکہ تحقیق کرنے پر غلط نسبت کی بات واضح ہوجاتی ہے، اس لئے اہل علم پر واجب ہے کہ اقوال بیان کرتے ہوئے حد درجہ احتیاط سے کام لیں، نیز اس کی نسبت کی صحت اور لفظ کے تحریف وتصحیف سے محفوظ ہونے کے بارے میں خصوصی اہتمام کرلیں۔

مجھے اس سلسلہ کی کچھ چیزیں تلاش کرنے کا اتفاق ہوا ہے جسے میں نے ''کشف الجلۃ عن الغلط علی الأئمۃ'' نامی رسالہ میں جمع کیا ہے۔

لیکن یہ چیزیں فقہیات وغیرہ سے متعلق ہیں، رہی بات سنتوں کے بارے میں تو میں نے الحمدللہ اُسے عام اصولوں میں بیان کیا ہے، جو: ''التاصیل لأصول التخریج وقواعد الجرح والتعدیل'' نامی کتاب میں موجود ہیں۔

ان غلط بیانیوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی طرف اس بات کی نسبت مشہور رہے کہ: حدود کے علاوہ میں عورت کے لئے منصب قضاء پر فائز ہونا جائز ہے۔

جبکہ یہ بات ان کے مسلک میں اُن کی جانب غلط منسوب ہے، ان کی صحیح بات یہ ہے کہ: اگر امام وقت عورت کو منصب قضا کی ذمہ داری سونپ دے، تو وہ گنہگار ہوگا، البتہ اس کا فیصلہ نافذ ہوگا سوائے حدود کے مسائل میں۔

لہٰذا امام ابوحنیفہ کے یہاں اصل میں عورت کو منصب قضاء سونپنا منع ہے۔

② امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک کی طرف اس بات کی نسبت مشہور ہے کہ: اس میں نماز میں ارسال کرنا ہے (ہاتھ باندھنا نہیں ہے)۔

یہ "المدونۃ" کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہونے کے سبب اُن کی جانب غلط منسوب ہے، اور اُن کے منصوص کے خلاف ہے جس کی "موطا امام مالک" میں ہاتھ باندھنے کے ذریعہ صراحت کی گئی ہے۔

اس حقیقت کو علماء مالکیہ کی ایک جماعت اور دیگر لوگوں نے اپنی الگ الگ کتابوں میں آشکارا کیا ہے، جن کی تعداد تقریباً تیس ہے، جبکہ شروحات اور مطول کتابوں کے ضمن میں آئے مباحث اس کے علاوہ ہیں۔

③ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک میں نمازوں کے لئے "زبان سے نیت کرنے" کی بات مشہور ہے۔

جبکہ یہ ان کے قول: "الصَّلَاةُ لَيْسَتْ كَغَيْرِهَا مِنَ الْعِبَادَاتِ فَلَا تُدْخَلُ إِلَّا بِذِكْرٍ" (نماز دیگر عبادات کی طرح نہیں ہے لہٰذا اس میں ذکر کے بغیر داخل نہیں ہوا جاسکتا) کو غلط سمجھنے کے سبب اُن کی جانب غلط منسوب ہے۔ کیونکہ اس عبارت سے ان کے مسلک کے پیروکاروں نے "زبان سے نیت کرنا" سمجھ لیا، حالانکہ ان کے قول میں ذکر سے مراد "تکبیر تحریمہ" ہے۔

④ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ صاحب ''صحیح'' کی جانب منسوب کر دیا گیا کہ انہوں نے ''لَفْظِي بِالْقُرْآنِ مَخْلُوقٌ'' (میرا قرآن کریم کو بولنا مخلوق ہے) کہا ہے۔

چنانچہ ائمہؒ کرام نے تحقیق کر کے ثابت کیا کہ یہ اُن کی جانب غلط منسوب ہے۔

⑤، ⑥ سماجی مورخ ابن خلدون رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا گیا کہ انہوں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہا ہے ''کہ وہ اپنے دادا کی تلوار سے مارے گئے''۔

اس بارے میں دلیل گزر چکی ہے کہ ان کے حوالہ سے یہ بات درست نہیں ہے۔ اسی طرح اُس غلطی کو بھی بے نقاب کیا جا چکا ہے جو ان کی جانب منسوب کی گئی ہے انہوں نے عربوں کی تنقیص کی ہے۔

⑦ لوگوں نے امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ پر کچھ ایسے اقوال چسپاں کر دیئے ہیں جو اُن سے کبھی سنے گئے نہ کسی کتاب میں موجود ہیں، امام رکن الدین جوینی اور قاضی عیاض نے ''المدارک'' میں اور دیگر لوگوں نے اُن سے اِن اقوال کی نفی کا خلاصہ کیا ہے۔

⑧ وہ بات بھی غلط ہے جسے اکابر پے در پے کرتے آئے ہیں: یعنی امام ابن القیم رحمہ اللہ کی جانب جہنم کے فناء ہونے کی بات منسوب کرنا۔

جبکہ انہوں نے بعض مقامات پر جہنم کے ہمیشہ رہنے کی صراحت فرمائی ہے، اور بعض جگہوں پر دوسروں کی بات نقل کر کے اُن کے قول کو راجح قرار دیا ہے جن کے حق میں دلیل موجود ہے، یعنی جہنم کے ہمیشہ ہمیش رہنے کی بات!!

⑨ ائمہ کرام کی ائمہ کرام رحمہم اللہ کے بارے میں غلط بیانی کے قبیل سے ہے: کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کے بارے میں غلط بات کہی ہے کہ انہوں نے ''عورتوں سے متعہ'' کے جواز کی بات کہی ہے، اور امام غُزّی نے اپنی کتاب ''الکواکب

السائرۃ‘‘ میں کئی جگہوں پر اُن کی پیروی کی ہے۔

جبکہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے متعہ کے جواز کی بات کبھی نہیں کہی ہے، دراصل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو اس بارے میں وہم لاحق ہوا اور دوسرے لوگوں نے اس میں اُن کی تقلید کرلی، یہ ابن القیم رحمہ اللہ کے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے موقف کو صحیح قرار دینے کے سبب تھا۔ چنانچہ جو دیکھے گا اُسے اچھی طرح معلوم ہو جائے گا۔

⑩ اسی قبیل سے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر کی جانے والی غلط بیانی بھی ہے کہ ’’جہاد درحقیقت دفاع کے لئے مشروع کیا گیا ہے کلمہ توحید پر لڑنے کے لئے نہیں‘‘۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اس غلط نسبت کی تردید وانکار کے لئے کئی رسالے لکھے گئے اور کئی تحقیقی کتابیں تصنیف کی گئیں، جن میں سب سے عظیم الشان رسالہ شیخ سلیمان بن عبد الرحمن بن حمدان رحمہ اللہ کا ہے [1]۔

⑪ بدترین دروغ گوئیوں کے نتیجے میں ایک بدترین اور گھناؤنا جھوٹ: یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مخالفین نے ان کے خلاف وہ جھوٹی باتیں کہیں جو انہوں نے نہیں کہی ہیں، جیسے: ’’قبر نبوی ﷺ کی زیارت سے منع کرنا‘‘، تاکہ اُن کی سلفی دعوت کے خلاف مسلمانوں کے جذبات بھڑکاسکیں، چنانچہ یہ چیز کچھ لوگوں کے لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے خلاف غلط بیانی کرنے کا سبب بن گئی، اور ہم نے سب سے اخیر میں جن لوگوں کو یہ غلط بات ثابت کرتے ہوئے دیکھا وہ شیخ ابو الحسن (علی میاں) ندوی ہیں جنہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی سوانح حیات میں ایسا کیا ہے۔

جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جس بات کا انکار کیا ہے اور اس کی ممانعت پر

---

[1] اس رسالہ کا عنوان ’’دلالۃ النصوص والاجماع علی فرض القتال للکفر والدفاع‘‘ ہے۔ (مترجم)

دلیلیں پیش کی ہیں، وہ ''قبروں کے لئے کجاوے کسنا (سفر کرنا)'' ہے، رہا مسئلہ ''شد رحال''، یعنی سفر کئے بغیر قبر نبوی ﷺ کی زیارت، اسی طرح مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کا، تو وہ شریعت اسلامیہ کے مسنون اعمال میں سے ہے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات اس بارے میں بالکل واضح اور دوٹوک ہے۔

⑫ جن جھوٹی افواہوں کے ڈانڈے قدیم وجدید بدعتیوں سے ملے ہوئے ہیں ان میں شیخ الاسلام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور ان کی دعوت پر صریح جھوٹا الزام ہے کہ یہ دعوت ''نبی کریم ﷺ سے بغض ونفرت اور آپ پر درود وسلام بھیجنے سے روکنے'' کی بنیاد پر قائم ہے۔

یہ ایک سیاسی، فرقہ وارانہ اور قبر پرستانہ دعویٰ ہے جس کا مقصد سلفیت کے فروغ اور اس کی حکومت کے قیام کے خلاف نبی کریم ﷺ کی محبت کے نام پر مسلمانوں کے جذبات حاصل کرنا اور اُسے بھڑکانا ہے! لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا، چنانچہ جزیرۃ عرب کی سرزمین پر توحید کی حکومت قائم ہوئی اور تمام اسلامی ممالک میں سلفی دعوت پھیل رہی ہے، الحمد للہ ہر خطہ میں توحید کا داعی موجود ہے، اور وہ جھوٹے دعوے جھوٹی روایتوں میں نابود ہو رہے ہیں۔

پھر وہ مجرمانہ دعویٰ اس نام سے پھیلایا جارہا ہے کہ سلفی حضرات نبی کریم ﷺ سے محبت نہیں کرتے، بالخصوص میلادوں کے بدعت ہونے کی بحث کے وقت اور اذان میں سیادت (یعنی نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ ''سیدنا'' کا اضافہ کرنے) اور اس کے علاوہ دیگر مسائل میں جو عجمیوں کے خادموں اور غلاموں کے طور طریقے ہیں۔

لیکن چونکہ علم اور دین کے مسائل میں دلیل حتمی اور لازمی امر ہے، اس لئے متلاشیان حق

اور اس کی جستجو کرنے والوں سے حق ہرگز پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

یہاں باعث تعجب امر یہ ہے کہ یہ دروغ گوئی کچھ لوگوں کو الزام تراشی اور مغالطہ میں مبتلا کر دے، اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔

⑬ بدترین جھوٹ کی ایک شکل یہ ہے کہ ''اسماء وصفات کے باب میں'' سلف امت پر غلط بیانی کی جائے۔ چنانچہ کوئی کہے کہ: اسماء وصفات کے باب میں سلف کا موقف تفویض ہے! مگر اہل سنت نے ان بہتان تراشوں کے بہتان کا پردہ فاش کیا ہے، ان میں: امام ابن القیم رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے ''الصواعق المنزلۃ'' میں اس حقیقت کی قلعی کھولی ہے۔

اور واضح کیا ہے کہ:

۱۔ یہ بات سلف امت پر جھوٹ ہے۔

۲۔ اُن کے مذہب سے جہالت اور لاعلمی ہے۔

۳۔ اُنہیں جاہل ٹھہرانا ہے۔

نیز یہ آشکارا کیا ہے کہ سلف صالحین اس شرف والے باب میں امام دار الہجرہ امام مالک اور دیگر ائمہ سلف کے درج ذیل قول کے دائرہ میں رہتے ہیں:

''اِلاسْتِوَاءُ مَعْلُومٌ وَالْكَيْفُ مَجْهُولٌ...'' (استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے...) واللہ أعلم۔

رہا مسئلہ خود عالم کے غلطی میں پڑنے اور وہم کا شکار ہونے کا، تو یہ چیز پچھلی دونوں باتوں یعنی: کسی امام کو غلط ٹھہرانے اور اس کی جانب کوئی بات غلط منسوب کرنے سے کئی گنا زیادہ ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، اور کئی کتابیں تفسیر، سنت وعلوم سنت، فقہ واصول فقہ... وغیرہ میں مستقل تالیف کی گئی ہیں۔

علماء کرام کی چند مشہور غلطیوں کی مثالیں جن کے بارے میں کم ہی تنبیہ کی گئی ہے:

الف: مشہور غلطی: یہ کہ علماء حدیث کی اکثریت غیر عرب (عجمی) ہے۔

یہ بات یونہی بلا بحث وتحقیق کہہ دی گئی ہے اور بلا احاطہ ثابت کر دی گئی ہے، شاید اس کے قائل کا مقصد وطن کی عجمیت ہو ورنہ نسب کی عجمیت نہیں ہے، اس بات کی حسب ذیل کئی علماء نے تردید فرمائی ہے:

۱۔ حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں۔

۲۔ محمد رشید رضا نے ''الفتاوی'' میں۔

۳۔ (ڈاکٹر ناجی معروف نے) ''عروبۃ العلماء'' میں۔ اس کتاب نے اس بارے میں حقیقت بے نقاب کر دی ہے اور پردہ ہٹا دیا ہے[1]۔

ب: اگر یہ عربیت مخالفت کا دعویٰ حق وصواب کی راہ سے کجی اور میلان ہے، تو حق وصواب سے اور زیادہ بعید دعویٰ ''اشاعرہ'' کا ہے: کہ مسلمانوں کی اکثریت ''اشاعرہ'' ہیں!

جبکہ درج ذیل امور کے سبب واقعی صورتحال اس دعویٰ کو جھٹلاتی ہے:

۱۔ فضیلت یافتہ تین زمانوں کے لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے لوگوں کا عقیدہ کتاب وسنت کی روشن کرنوں کی ترجمانی کرتا ہے جو بعد میں ''عقیدۂ سلف'' کے نام معروف ہوا، سوائے اُن بدعتی افراد کے جنہوں نے سر اٹھایا، تو سلف امت نے انہیں کچل کر شکست دیدیا۔ (یہ تین صدیاں ہوئی)

۲۔ عام مسلمان جو اَب تک ہر زمانہ میں اکثریت کی نمائندگی کرتے ہیں، اور مسلمان

---

[1] اس رسالہ کا عنوان ''عروبۃ العلماء المنسوبین إلی البلدان الأعجمیۃ فی المشرق الاسلامی'' ہے، جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ (مترجم)

دین فطرت پر ہیں، کیونکہ مسلمانوں کا ہر بچہ ''عقیدۂ سلف'' پر ہوتا ہے، ان میں سے اشعری صرف وہی ہوتا ہے جسے اشعری مکتبۂ فکر والے گھسیٹ لے جائیں[1]۔

ج: میں ایک مرتبہ ایک بزرگ کے ساتھ تھا، ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے بات نسب تک جا پہنچی، نیز یہ کہ موالی عرب ہونے کا بہت زیادہ دعویٰ کرتے ہیں، جیسے عجمی فارسی اہل بیت رسول ﷺ سے نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں، تو ان بزرگ نے کہا:

''النَّاسُ مُؤْتَمَنُونَ عَلَى أَنْسَابِهِمْ'' (لوگ اپنے نسبوں کے سلسلہ میں امانتدار ہیں) جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

تو میں نے ان کے سامنے واضح کیا کہ: اس قول سے ''لقیط'' (وہ بچہ جس کا کوئی سرپرست نہ ہو، ماں باپ نے یونہی چھوڑ دیا ہو) مراد ہے، کیونکہ حکم شرعی کے مطابق مسلمان اس کی بابت امانتدار ہے، بایں طور کہ اس کی دیکھ بھال کرے اور اُسے منہ بولا نہ بنائے۔ اس سے وہ مراد نہیں ہے جو لوگوں میں عام ہے کہ نسب کے دعویدار کی بات بلاگواہ یعنی محض شہرت اور چرچہ ہونے وغیر کی بنیاد پر مان لی جائے؛ کیونکہ اس معنیٰ کی رو سے یہ شرعی قاعدہ کے منافی ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''**البَيِّنَةُ عَلَى المُدَّعِي**''[2]۔

گواہی دعویدار کے ذمہ ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''**لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَأَمْوَالُهُمْ**''[3]۔ الحدیث۔

---

[1] رسالہ ''منہج الأشاعرة فی العقیدة'' از شیخ سفر الحوالی میں اس بارے میں بڑی عمدہ بحث موجود ہے، رجوع کریں۔

[2] جامع ترمذی، (حدیث: ۱۳۴۱، صحیح)۔ (مترجم)

[3] صحیح بخاری، (حدیث: ۴۵۵۲)۔ (مترجم)

اگر لوگوں کے دعوے کی بنیاد پر حق دے دیا جائے تو کچھ لوگوں کی جان ومال یونہی ضائع ہوجائیں گے۔

تو اُن بزرگ نے اس پر شکریہ ادا کیا۔

میں نے اس مسئلہ کو کتاب ''فقہ النوازل'' میں المواضعۃ فی الاصطلاح (یعنی کسی معلوم چیز کو بتانے کے لئے چنا ہوا لفظ، تاکہ اس کے ذریعہ وہ دوسری چیزوں سے نمایاں ہوجائے) کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے، واللہ أعلم۔

⑭ **اسی قبیل سے ایک دوسری بات:** نحویوں نے اپنا قول: ''لَا تَأْكُلِ السَّمَكَ وَتَشْرَبَ اللَّبَنَ'' اعرابی حکم بیان کرنے کے لئے پیش کیا ہے، مگر یہ جملہ ایک بامعنیٰ حقیقت کی طرف منتقل ہوگیا ہے، گویا کوئی صحیح حدیث یا طبیب کا نسخہ ہو، چنانچہ نہ جانے کتنے عرصے سے لوگ مچھلی اور دودھ ایک ساتھ استعمال کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔

جبکہ ہم نے دیکھا ہے کہ یہ دونوں چیزیں خوشحال لوگوں اور زندگی میں اپنے جسموں کا خیال رکھنے والوں کے دسترخانوں پر یکجا پیش کی جاتی ہیں، اور بعض اطباء ان دونوں کو ایک ساتھ کھانے کی نصیحت کرتے ہیں۔ واللہ أعلم۔

⑮ ائمہ کرام پر غلط بیانی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ: ہم عالم کو دیکھتے ہیں کہ وہ کوئی مسئلہ ثابت کرتا ہے، اور اس بارے میں ''تائید'' کے لئے چند مسائل بطور یکسانیت پیش کرتا ہے، تو یہ مذکورہ فروع جو بطور معترضہ پیش کئے جاتے ہیں ان کے ذریعہ تائید پیش کرنا ان مسائل میں اُس امام کی حتمی رائے کی نمائندگی نہیں کرتا، اسی لئے علماء نے کہا ہے:

''عالم کا کسی چیز کو اس کے علاوہ دوسری جگہ بیان کرنا اُس کی رائے شمار نہیں کیا جاتا''۔

اس کی مثال یہ ہے: کہ ماں کو میراث میں ایک تہائی ملنے کی شرط یہ ہے کہ: بھائیوں کا

مجموعہ نہ ہو۔ اور جمع دو اور اس سے زیادہ کو کہتے ہیں۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جو اس کے قائل ہیں وہ کئی مسائل کے ذریعہ اس کی یکسانیت پیش کریں گے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ فرمان باری:

﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝٢﴾ [النور: ۲]۔

ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیئے۔

کی تفسیر میں کہا گیا ہے:

''جماعت'' دو اور اس سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ مگر جب اس بات کو اس کی جگہ پر بیان کرنے کا وقت آئے گا تو اس کا انکار کردے گا؛ کیونکہ اس سے جو شریعت کی ڈانٹ اور زجر وتوبیخ کرنے کی حکمت ہے وہ حاصل نہیں ہوتی۔ اور اس قسم کی دیگر مثالیں۔

⑯ اسی طرح ائمہ کرام پر غلط بیانی کا ایک سبب: وہ ہے جس سے لوگوں کی خاصی تعداد ''عقیدہ'' میں سلف صالحین سے سخت نفرت وعداوت کے سبب تغافل کا شکار ہے؛ وہ یہ ہے کہ تفصیلی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ ثابت کرنے کی پابندی، اشاعرہ ومعتزلہ وغیرہ باطل فرقوں پر رد ونقض کرنے کی پابندی جیسی نہیں ہے، اس کی وضاحت یوں ہے:

کہ سلف امت جب وضاحت و بیان کے طور پر عقیدہ لکھتے ہیں: تو ثابت نصوص کے مراجع تک محدود ومنحصر رہتے ہیں، ان مراجع میں: عقیدہ طحاویہ، ابوالخطاب کلوذانی کی ''عقیدۃ أھل الأثر'' اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''العقیدۃ الواسطیۃ'' وغیرہ ہیں۔

اور جب باطل فرق پر رد ونقد لکھتے ہیں، جیسے: ''نقض الدارمی عثمان بن سعید علی بشر المریسی العنید''، تو نقض کا مقام خلف کی بات کی تردید وابطال کا متقاضی ہوتا ہے۔

اسی لئے آپ کو سلف کے خلاف خلف کی بے جا چیخ وپکار خوف میں مبتلا نہ کرے، کہ انہوں

نے اللہ کے بارے میں فلاں فلاں (غیر مناسب) الفاظ استعمال کئے ہیں، جیسا کہ کوثری نے اپنے مقالات میں اہل سنت کے خلاف شر انگیزی کرتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جنہیں دارمی کے حوالہ سے انہوں نے اپنی ''نقض'' میں نقل فرمایا ہے، اور جو کچھ نص عبارت اور صفحہ نمبر کے ساتھ کوثری نے امام دارمی سے نقل کیا ہے اُسے دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور امام دارمی کے خلاف طبیعت میں نفرت پیدا ہو گئی۔ مگر جب میں نے مریسی اور اس کے شاگرد ابن الثلجی کی باتوں کو دیکھا تو میں نے پایا کہ امام دارمی رحمہ اللہ نے وہ باتیں ایسی گری ہوئی باتوں اور پست عبارتوں کے مقابل میں کہی ہیں جو کسی دیندار اور صاحب عقل سے صادر نہیں ہو سکتیں۔

یعنی امام دارمی نے ابتداءً وہ عبارتیں نہیں کہی ہیں، بلکہ دراصل وہ نقض وتردید کے مقام پر ہیں نہ تقریر واثبات کے مقام پر۔ واللہ أعلم

پانچواں مبحث:

طالبِ دلیل اور داعی تقلید کے مابین جھگڑے کا فیصلہ [1]

طالب دلیل اور داعی تقلید کے مابین کافی تند کلامی اور بڑے جھگڑے رونما ہوئے ہیں اس لئے جان لینا چاہئے کہ ناحق جرح کرنا ناجائز ہے اور دلیل کو ٹھکرانا حرام اور ناروا ہے، اور حق درمیان میں ہے کہ دلیل اپنالی جائے اور قدیم وجدید علم و دین کے ائمہ کا بھرپور احترام اور تکریم بھی کی جائے۔

چنانچہ داعی تقلید کا یہ کہنا کہ: ''امام اپنے مقلد کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے نبی اپنی امت کے ساتھ! یہ سراسر تعصب اور نفس پرستی ہے''۔

اور طالب دلیل کا کہنا کہ: مسلمان کے لئے دلیل و حجت اپنی امت کے لئے نبی کریم ﷺ کا طور طریقہ ہے، یہ سراپا حق و ہدایت ہے''۔

---

[1] تقلید اور اجتہاد کے بارے میں کئی کتابیں اور رسائل تالیف کئے گئے ہیں، مگر آپ کو تقلید کے سلسلہ میں کوئی ایسی جامع اور دلچسپ بحث نہیں ملے گی جیسی علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب ''إعلام الموقعین'' (۲/ ۱۶۸-۲۶۰) اور (۳/ ۲۹۴-۲۹۸) میں ہے۔ اسی طرح ''سیر أعلام النبلاء'' از امام ذہبی کے چند مقامات ملاحظہ فرمائیں، مثلاً: (۲۱/ ۳۱۳-۳۱۴) و (۸/ ۸۱-۸۴)۔ نیز دیکھئے: ''مدارج السالکین'' (۳/ ۱۷۴-۱۷۵) و ''تراجم الرجال'' از محمد الخضر حسین رحمہم اللہ (۷۹)۔

چنانچہ پہلے شخص کی جانب سے دلیل سے صرف نظر کرنا رد کر دیا جائے گا۔

اور دوسرے شخص میں علم و دین کے ائمہ کی غیبت وعیب جوئی نہیں پائی جاتی۔

اس سے حق مسلک، سچی بات، سیدھا راستہ اور بنیادی نظام نکلتا ہے: یعنی علم و دین کے ائمہ کی عزت و احترام کے ساتھ دلیل اپنانا عصبیت سے خالی نسبت میں کوئی ملامت نہیں، بشرطیکہ سنتوں کی اتباع کی جائے اور رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلا جائے، واضح رہے کہ سید البشر محمد ﷺ کے سوا کسی امام کے لئے عصمت نہیں۔ اس لئے جہاں بھی دلیل پائی جائے وہی اُس امام کا مذہب ومسلک ہوگا جیسا کہ مشہور ائمہ اربعہ میں ہر ایک نے اس کی صراحت فرمائی ہے، اس لئے کسی بھی امام نے دلیل کی بنا پر جو بھی موقف اپنایا ہوگا ''ترک تقلید کی صورت میں وہی تقلید ہوگی'' اور جو ایسا ہوگا وہ حقیقت میں اُس امام کے پیروکاروں میں سے ہوگا۔

اس سے حنفیہ کے ابو الحسن کرخی مفتئ عراق (وفات: ۳۴۰ھ) کے قول کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے جس نے کہا ہے:

''كل آيَة تخَالف مَا عَلَيْهِ أَصْحَابنَا فَهِيَ مؤولة أَو مَنْسُوخَة وَكُلُّ حَدِيث كَذَلِك فَهُوَ مؤول أَو مَنْسُوخ''۔ [1]

ہر وہ آیت جو اُس موقف کے خلاف ہو جس پر ہمارے مسلک والے ہیں، یا تو تاویل شدہ

---

[1] دیکھئے: الأصول التی علیها مدار فروع الحنفیة، از ابو الحسن الکرخی (ملحق بہ کتاب ''تاسیس النظر'' از دبوسی)، ص: ۸۴۔ نیز دیکھئے: إرشاد النقاد إلی تیسیر الاجتہاد، از امیر صنعانی ص: ۱۷، وعلم أصول الفقہ وخلاصۃ تاریخ التشریع، از عبد الوھاب الخلاف، ص: ۲۶۰، وقواعد الفقہ، از محمد عمیم برکتی، ص: ۱۸، والمدخل المفصل لمذہب الامام احمد، از علامہ بکر بن عبد اللہ ابو زید، ۱/ ۵۵۔ (مترجم)

ہوگی یا منسوخ ہوگی، اور جو حدیث ایسی ہو وہ بھی یا تو تاویل شدہ ہوگی یا منسوخ ہوگی۔

اسی طرح اس شخص کے قول کا باطل ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے جس نے دلیل کی روشنیوں کو دیکھا پھر بھی اس کے مسلکی تعصب کی وجہ سے اس کی آنکھ نہ کھلی، چنانچہ اس نے کہا:

''لَمْ أُخَالِفْهُ حَياً فَلَنْ أُخَالِفْهُ مَيتاً''۔ [1]

میں نے جیتے جی اُن کی مخالفت نہیں کی تو مرنے کے بعد ہرگز مخالفت نہیں کروں گا۔

اسی طرح کسی کا یہ قول بھی باطل ہے:

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا أَعْدَادَ رَمْلٍ

عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَهْ [2]

اس شخص پر ریت کے ذروں کے برابر ہمارے رب کی لعنت ہو جو ابوحنیفہ کا قول رد کردے۔

اسی طرح قاضی عیاض رحمہ اللہ کے مقام و مرتبہ کے باوجود اُن کا یہ قول بھی باطل ہے:

وَمَالِكُ المُـرْتَضَى لاَ شَكَّ أَفْضَلُهُم

إِمَامُ دَارِ الهُدَى وَالوَحِيِ وَالسُّنَنِ [3]

اس میں شک نہیں کہ پسندیدہ امام مالک ان (چاروں) میں سب سے افضل ہیں،

---

[1] یہ بات مالکیہ کے امام وفقیہ ابوعبداللہ محمد بن محمد ابن عرفہ تیونسی (۸۰۳ھ) کے بارے میں اُن کے شاگرد ابومہدی عیسی بن احمد الغبرینی نے کہی تھی۔ دیکھئے: مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، از محمد الطاہر ابن عاشور، ۳/ ۵۵، حاشیہ ۱۔ (مترجم)

[2] الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین رد المحتار، ۱/ ۶۳، وسیر أعلام النبلاء، ۱۸/ ۵۰۷، (حاشیہ)، وإرشاد النقاد إلی تیسیر الاجتہاد، از علامہ صنعانی، ص: ۱۷۔ (مترجم)

[3] ترتیب المدارک وتقریب المسالک، ۲/ ۱۶۹، وسیر أعلام النبلاء ۸/ ۱۳۴، والمدخل المفصل لمذہب الامام أحمد، از بکر ابوزید، ۱/ ۵۶۔ (مترجم)

ہدایت، وحی الٰہی اور سنتوں کے گہوارہ کے امام ہیں۔

اسی طرح محمد بن ابراہیم بوشنجی رحمہ اللہ کا قول بھی باطل ہے:

وَإِنِّيْ حَيَاتِي شَافِعِيٌّ فَإِنْ أَمُتْ

فَتَوْصِيَتِي بَعْدِي بِأَنْ يَتَشَفَّعُوا [1]

یقیناً میں زندگی بھر شافعی رہوں گا، اور اگر مر جاؤں تو اپنے بعد کے لوگوں کو میری وصیت ہے کہ شافعی بن کر رہیں۔

اسی طرح ابو اسماعیل انصاری ہروی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی باطل ہے:

أَنَا حَنْبَلِي مَا حَيِيْتُ وَإِنْ أَمُتْ

فَوَصِيَّتِي لِلنَّاسِ أَنْ يَتَحَنْبَلُوا [2]

یقیناً میں زندگی بھر حنبلی رہوں گا، اور اگر مر جاؤں تو لوگوں کو میری وصیت ہے حنبلی بن کر رہیں۔

انصاف پسند آدمی امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کا پابند ہوتا ہے:

---

[1] مناقب الشافعی، از امام بیہقی، ۲/ ۳۶۲، وسیر أعلام النبلاء ۱۰/ ۷۳، وتہذیب التہذیب، از حافظ ابن حجر، ۹/ ۱۰، ونشر الصحیفۃ فی ذکر الصحیح من أقوال أئمۃ الجرح والتعدیل فی أبی حنیفۃ، از علامہ مقبل وادعی، ص: ۱۵۔ (مترجم)

[2] سیر أعلام النبلاء از ذہبی، ۱۸/ ۵۰۷۔ امام ہروی کے قول سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کی نصرت اور امام احمد رحمہ اللہ کے بدعتیوں کو زیر کرنے کے اعتبار سے کہنا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں یہ بات بجا ہوگی۔

[نیز دیکھئے: طبقات الشافعیۃ الکبری، از سبکی، ۴/ ۲۷۳، وطبقات علماء الحدیث، از محمد بن احمد الصالحی، ۳/ ۳۸۱، وتذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۲۵۰، وتاریخ الاسلام، از ذہبی، ۱۰/ ۴۹۱، والتاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والأول، از نواب صدیق حسن خان، ص: ۱۷۵، ونشر الصحیفۃ فی ذکر الصحیح من أقوال أئمۃ الجرح والتعدیل فی أبی حنیفۃ، از علامہ مقبل بن ہادی الوادعی، ص: ۱۶، والمدخل المفصل لمذہب الامام احمد، ۱/ ۵۶۔ (مترجم)]

"مَا مِنَّا إِلَّا مَنْ رَدَّ أَوْ رُدَّ عَلَيْهِ؛ إِلاَّ صَاحِبَ هَذَا القَبْرِ"، وَأَشَارَ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

ہم میں سے ہر ایک کسی کی بات رد کرتا ہے یا اُس کی بات رد کی جاتی ہے؛ سوائے اس قبر والے کے۔ اور نبی کریم ﷺ کی قبر کی جانب اشارہ فرمایا۔

مجھے علامہ محمد الطاہر بن عاشور کی وہ بات بڑی سنگین لگی جو انہوں نے اپنی کتاب "مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ" میں تشریعی حالات سے وابستہ چیزوں کی طرف توجہ نہ دے کر کوتاہی کرنے والوں کی عیب جوئی کرتے ہوئے لکھا ہے، فرماتے ہیں[2]:

"اس مقام پر ظاہریہ اور آثار کی روشنی میں تفقہ حاصل کرنے پر اکتفا کرنے والے محدثین کی کوتاہی ظاہر ہوگئی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی اُن کے قول: "إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي" کا باطل ہونا بھی ظاہر ہوگیا، کیونکہ اس قسم کی بات ایک مجتہد عالم سے سرزد نہیں ہوسکتی، اور امام شافعی کے مسلک میں اُن کے اقوال کے شواہد فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ بات جھوٹ یا اُن پر تحریف کردہ ہے..." بات ختم ہوئی۔

شیخ رحمہ اللہ سے یہ بات چھوٹ گئی کہ یہ مبارک قول: "إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي" (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے) اپنے لفظ یا معنیٰ کے ساتھ متعدد

---

[1] مختصر المؤمل فی الرد إلی الأمر الأول، از ابو شامہ دمشقی، ص: ۶۶، فقرہ: ۱۶۰، وجامع بیان العلم وفضلہ (بقول مجاہد)، ۲ / ۹۲۵، فقرہ: ۱۷۶۲۔ وسیر أعلام النبلاء، ۸ / ۹۳۔ اسی طرح معجم طبرانی کبیر میں یہ قول عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيَدَعُ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (دیکھئے: معجم کبیر طبرانی، ۱۱ / ۳۳۹، حدیث: ۱۱۹۴۱)۔ (مترجم)

[2] دیکھئے: (ص: ۲۵)۔ یہ کتاب مفید ہونے کے ساتھ، اس میں کچھ فروعی تاویلات ہیں جو نا قابل برداشت ہیں۔

الفاظ میں معروف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے ثابت ہے۔ جس سے ہر مسلک کے پیروکاروں میں دلیل کے متلاشیان کو راحت وسکون ملتا ہے، آپ کو یہ قول علامہ فلانی رحمہ اللہ کی کتاب ''إیقاظ ھمم أولی الأبصار..'' میں ملے گا۔[1] اور اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب ''صفۃ صلاۃ النبی ﷺ'' میں ملے گا۔[2]

امام سخاوی رحمہ اللہ (وفات: ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں[3]:

''امام شافعی رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ جس میں کوئی پیچیدگی نہیں، متعدد طرق سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: ''إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي'' (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے)۔ وللہ الحمد''۔

اور امام سبکی رحمہ اللہ (وفات: ۷۵۶ھ) نے تو اس قول کے سلسلہ میں مستقل رسالہ لکھا ہے جو ''معنی قول المطلبی: إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي'' کے نام سے مطبوع ومتداول ہے۔

چنانچہ اللہ کی ذات پاک ہے جس نے علمی مقام ومرتبہ کے باوجود اس استاذ (ابن عاشور) کی فہم کو اس قسم کی بے جا اور بھونڈی تاویل کی طرف پھیر دیا؟ جبکہ اہل وسطیت ہی ہر مذہب ومسلک کے سچے پیروکار ہیں سوائے ان جامد مقلدین کے جو اپنی تقلید میں بالکل خالص حد درجہ متعصب اور کٹر ہیں[4] اور اسی وسطیت سے تقلید کے نتیجہ میں ہونے والی باہمی

---

[1] إیقاظ ھمم أولی الأبصار.. از علامہ فلانی، (ص: ۵۲-۱۱۲)۔ (مترجم)

[2] ''أصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ'' .. (ص: ۴۶)۔ (مترجم)

[3] الجواہر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر، از امام سخاوی، ۱/ ۷۹۔

[نیز دیکھئے: الوافی بالوفیات، از صفدی، ۲/ ۱۲۲، وطبقات الشافعیۃ الکبری، از امام سبکی، ۶/ ۱۳۹، ومعنی قول الامام المطلبی: إذا صح الحدیث فھو مذھبی، :۷۱، و إیقاظ ھمم أولی الأبصار.. از فلانی ص: ۱۰۷۔ (مترجم)]

[4] تقلید کے باب میں کٹر پنتھی کی ایک مثال احمد بن محمد خلوتی صاوی مالکی (۱۲۴۱ھ) کا وہ جرأتمندانہ قول ہے ==

بدکلامیوں، بے جاباتوں، فتنہ انگیزیوں اور مسلکی عصبیتوں کی راہ میں خون دل جلانے کا خاتمہ ہوتا ہے، جو تاریخ کا مطالعہ کرے گا اُسے خوب معلوم ہو جائے گا۔

علامہ یاقوت حموی (وفات: ۶۲۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں ملک فارس کے ایک شہر سے گزرا تو اُسے آباد اور باشندگان سے بسا ہوا پایا، بازاروں میں ہلچل دیکھی، پھر چند سالوں کے بعد وہاں واپس آیا تو اُسے بالکل ویران و بیابان پایا، عمارتیں منہدم ہو کر باشندگان سے خالی تھیں، وہاں بہت ہی معمولی لوگ موجود تھے، مجھے اتنی جلدی اس علاقہ کی ویرانی اور بہت تھوڑی مدت میں جماعتوں کے بکھراؤ پر بڑی حیرت ہوئی، لہٰذا میں نے ایک سمجھدار آدمی سے اس کا سبب دریافت کیا، تو اس نے بتلایا کہ: اہالیان شہر دو قسم کے تھے: اہل سنت اور شیعہ، اور اہل سنت کی بھی دو قسمیں تھیں: احناف اور شوافع، ہوا یہ کہ اہل سنت اور شیعوں کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا جس کے

== جو انہوں نے تفسیر الجلالین کے حاشیہ میں کہی ہے کہ ''مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں' اگر چہ وہ قول صحابہ، قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنی آیت کے موافق ہو! کیونکہ چار مسالک سے نکلنے والا گمراہ اور گمراہ گر ہے، اور کبھی یہ چیز کفر تک بھی پہنچا سکتی ہے!'' چنانچہ لکھتے ہیں:

''ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب الأربعة، ولو وافق قول الصحابة، والحديث الصحيح، والآية، فالخارج عن المذاهب الأربعة، ضال مضل، وربما أدّاه ذلك للكفر، لأن الأخذ بظواهر الكتاب والسنة من أصول الكفر'' (دیکھئے: حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، ۳/۹، سورۃ الکہف آیت کریمہ:

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاْىۡءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝٢٣ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ﴾ [الکہف: ۲۳-۲۴] کے تحت۔

اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔ مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا۔

مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں، اگر چہ وہ قول صحابہ، حدیث صحیح اور آیت کریمہ کے موافق ہی ہو، کیونکہ مذاہب اربعہ سے نکلنے والا خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے، اور بسا اوقات یہ چیز اُسے کفر تک پہنچا سکتی ہے، کیونکہ کتاب وسنت کے ظاہر کو اپنانا کفر کے اصولوں میں سے ہے! (اللہ المستعان، وھو الھادی إلی سواء السبیل)۔ (مترجم)

نتیجہ میں دونوں ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہوگئے، چونکہ اہل سنت تعداد میں زیادہ اور مضبوط اسباب ووسائل والے تھے لہٰذا وہ شیعوں کو قتل کرتے رہے تا آنکہ اُنہیں نیست ونابود کردیا، جس کے نتیجہ میں آدھا شہر ویران ہوگیا اُس میں کوئی ایک بھی شخص آباد نہ تھا، پھر شوافع اور احناف کے درمیان عصبیت واقع ہوئی اور ان کے درمیان بڑی جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ دونوں نے ایک دوسرے کو نابود کرڈالا، دونوں فریقوں میں سوائے شوافع کے بہت تھوڑے گھروں کے کوئی باقی نہ رہا، احناف کے آخری شخص کی وفات پہلے ہوگئی لہٰذا چند شوافع زندہ رہ گئے“۔ [1]

[1] معجم البلدان، از یاقوت حموی، ۳/ ۱۱۷۔

چھٹا مبحث:

اللہ تعالیٰ پر بلا علم کوئی بات کہنا جرم ہے

یقیناً علمی و دعوتی خیانت اللہ تعالیٰ پر بلا علم بات کہنے کی دہلیز ہے، یہی نہیں بلکہ علمی خیانت، شذوذ، رخصت جوئی اور تعصب یہ ساری چیزیں وہ راستے ہیں جو اللہ پر بلا علم بات کہنے کے جرم کا پیش خیمہ ہیں۔

میں آپ کو جو باتیں بتا رہا ہوں اُسے بغور ملاحظہ فرمائیں:

جب واعظ کہتا ہے کہ ''سود'' زنا کاری اور دیگر کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ اور سنگین ترین جرم ہے تو ہم بہتوں کے چہروں پر ناگواری کا اثر دیکھتے ہیں، مگر یہ ایک ایسا معنیٰ ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بابت علم و معرفت رکھنے والوں کے چہرے کِھل اٹھتے ہیں؛ کیونکہ سود ایک ایسا گناہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جنگ کرنے کی وعید سنائی ہے- جبکہ اس کے علاوہ کسی اور گناہ پر ایسی وعید نہیں سنائی، نیز اس لئے بھی کہ سود امت کی زندگی تہس نہس کرنے، اس کی تجارت تباہ کرنے اور کاروبار میں کساد بازاری لانے میں بڑے سنگین کردار اَدا کرتا ہے- جس کے برابر کوئی دوسرا گناہ نہیں۔گناہ و معاصی تو تہس نہس کرنے اور نابود کرنے ہی کے وسائل ہیں، البتہ اُن میں کئی مراتب و درجات ہیں۔

مگر اس سے بڑھ کر ہم یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ شرک و کفر کی جڑ اور بدعات و معاصی کی اساس، بلکہ ان سے اور تمام فواحش و منکرات اور ظلم و دشمنی سے بھی زیادہ سنگین گناہ:

''اللہ تعالیٰ پر بلا علم کوئی بات کہنا'' ہے۔

اس کی دلیل سورۃ الأعراف میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾﴾ [الأعراف:۳۳]۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں۔

چنانچہ یہ چاروں حرام امور فی ذاتہ تمام شریعتوں اور ملتوں میں ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہیں، اور آیت کریمہ میں ان امور کی سنگینی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔

یہ چاروں میں پہلا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑی سنگین چیز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ﴾۔

اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑی سنگین چیز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا﴾۔

اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی

سند نازل نہیں کی۔

پھر اللہ تعالیٰ سے سب سے سنگین چیز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ﴾۔

اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں۔

کیونکہ بلا علم اللہ کے ذمہ کوئی بات لگانا شرک وکفر، گمراہ کن بدعات اور ہلاکت انگیز فتنوں کی جڑ اور آماجگاہ ہے۔

میں اسی اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ یہ اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے۔ اور اہل علم نے اس کا خوب اہتمام کیا ہے جو ان کی کتابوں میں جا بجا موجود ہے، البتہ میرا خیال ہے کہ آپ کو اس باب میں وہ تفصیل نہیں ملے گی جسے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”إعلام الموقعین“ (۱/۳۸-۳۹، ۴۳-۴۴) ، (۲/۱۶۵-۱۶۸، ۲۶۰) اور (۴/۱۷۳-۱۷۴) میں، ”إغاثۃ اللھفان“ (۱/۱۵۸) میں، ”مدارج السالکین“ (۱/۳۷۲-۳۷۴) میں، اور ”بدائع الفوائد“ (۳/۲۷۵) میں، اور ”الفوائد“ (ص: ۹۸-۹۹) میں، اسی طرح ”الداء والدواء“ (ص: ۲۰۹-۲۱۰) میں ذکر فرمایا ہے۔ نیز دیکھئے: ”منھاج السنۃ النبویۃ“ (۴/۱۷)۔ بات ختم ہوئی۔

بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ

الریاض-۲۴/۴/۱۴۰۸ھ

[اللہ کی توفیق ونصرت خاص سے رسالہ کا ترجمہ بتاریخ: ۲۷/فروری ۲۰۲۳ء بروز پیر مکمل ہوا، فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات، ولہ الحمد فی الأولیٰ والآخرۃ]۔

وکتبہ الفقیر إلی اللہ: عنایت اللہ بن حفیظ اللہ السنابلی المدنی

ممبرا ممبئی۔